

آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر

اے ظفر اب ہے تجھی تک اہتمام سلطنت
بعد تیرے نے ولی عہدی نہ نام سلطنت

بسلسلہ جدوجہد آزادی کے 150 سال

تذکرہ

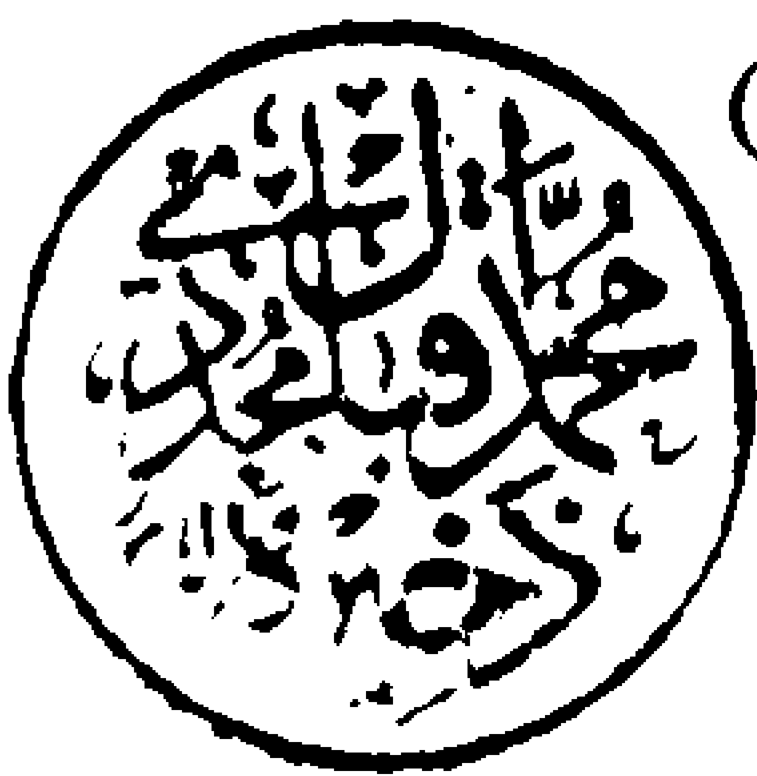
جنگِ دہلی 1857ء

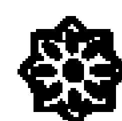
(جنگِ آزادی 1857ء کا انقلابی تذکرہ)

تصنیف

سید مبارک شاہ خان 1859ء

(کوتوال شہر دہلی 1857ء)





ترجمہ و تحقیق

سعود الحسن خان روہیلہ

(Ph.D ریسرچ اسکالر)

یو پبلشرز

5-یوسف مارکیٹ' غزنی سٹریٹ' اردو بازار' لاہور

فون: 042-7241778: 0333-4394686

133888

نام کتاب	:	تذکرہ جنگِ دہلی 1857ء
مصنف	:	سید مبارک شاہ خان
ترجمہ و تحقیق	:	سعود الحسن خان روہیلہ
سالِ تصنیف	:	1859ء
سالِ ترجمہ	:	2007ء
سالِ اشاعت	:	2007ء
اہتمام	:	عبیداللہ چوہدری
کمپوزر	:	سید تہذیب اشرف
پرنٹرز	:	حاجی محمد حنیف اینڈ سنز' لاہور
قیمت	:	-/120 روپے

لیگل ایڈوائزر	:	عبدالحفیظ انصاری'
		ایڈووکیٹ ہائی کورٹ' لاہور

پیش لفظ

جنگ آزادی 1857ء کو گیارہ مئی 2007ء کو 150 سال مکمل ہو رہے ہیں۔1957ء میں اس کے سو سال مکمل ہوئے تو ہندوستان میں سرکاری اور نجی سطح پر کافی کام ہوا اور حکومت ہند کی جانب سے اس کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ پاکستان حکومت کی جانب سے ردِ عمل بہت مایوس کن رہا۔اگرچہ پنجاب میں 1857ء میں بہت مزاحمت ہوئی تھی لیکن پاکستان حکومت کی طرف سے اس کا نوٹس نہ لیا گیا کیونکہ اس وقت ارباب اختیار وہ جاگیردار اور سرمایہ دار یا فوجی طبقہ تھا جس کے آباؤ اجداد کو 1857ء میں انگریزوں کی حمایت و امداد کرنے پر جاگیریں اور نوکریاں ملیں تھیں۔ نسل در نسل وہی لوگ صاحب اختیار چلے آ رہے ہیں لہٰذا آزادی کے 60 سال بعد بھی صورت حال وہی ہے۔آج بھی پاکستان میں سرکاری سطح پر اس حوالے سے کوئی سرگرمی نظر نہیں آتی۔

1957ء میں ڈاکٹر محمد ایوب قادری' سید الطاف علی بریلوی وغیرہ نے اپنے شوق اور اپنی مدد آپ کے تحت 100 سالہ جشن پر تحقیقی کام کئے تھے اور ان کو شائع کیا تھا۔ان کی کوششیں قابل قدر ہیں۔

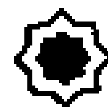
50 برس مزید گزرنے کے اندر کئی دستاویزات' نیا مواد اور نئے نئے پہلو سامنے آئے جس کے تحت میں نے اس موقع پر اپنے شوقِ تحقیق اور اپنی مدد آپ کے تحت کام کرنے کا ارادہ کیا' اس حوالے سے میری دو اصل تحقیقات زیر اشاعت ہیں۔

موجودہ تذکرہ 1857ء کی جنگ کے حوالے سے انقلابیوں کا ایک اہم روزنامچہ ہے اس کی نوعیت اور اہمیت پر میں نے تعارف میں روشنی ڈالی ہے۔ یہاں اتنا کہنا کافی ہے کہ اس تذکرے کی اشاعت کی سخت ضرورت تھی تا کہ تحقیق کے نئے پہلو سامنے آ سکیں۔ یو پبلشرز کے جناب محبوب الرحمٰن انور صاحب جنگ 1857ء کے حوالے سے کافی سرگرم ہیں۔ ان سے جب اس تذکرے کا تذکرہ ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے اور اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ بس یہی ہماری دوستی کا آغاز ہے۔

اس بات کو بیان کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ یہ روزنامچہ میں نے کسی بھی قسم کے جذبات سے بالاتر ہو کر ترجمہ کیا ہے اور اس پر تحقیقی حواشی بنائے ہیں۔ اس کام میں میرا جھکاؤ کسی فریق کی جانب نہیں ہے۔

لاہور
یکم اپریل 2007ء

سعود الحسن خان روہیلہ
ایڈووکیٹ ہائیکورٹ
B-69 صابری اسٹریٹ نمبر 12 'صداقت پارک'
ساندہ خورد' لاھور پاکستان'
0346-4058805
0300-4573727
e-mail:saudulhassankhan@yahoo.co.in



اِنتساب

ترجمہ ھذا کا انتساب روہیلکھنڈ کے دو نامور مؤرخین

ڈاکٹر محمد اَیّوب قادری مرحوم

اور

سید الطاف علی بریلوی مرحوم

کے نام

سعود الحسن خان روہیلہ



اختصارات

(1) حسن: خدنگ غدر مشمولہ جنگ آزادی 1857ء کے دو خفیہ روزنامچے

(2) جیون: روزنامچہ جیون لال بشمول 1857ء کے دو خفیہ روزنامچے

(3) ظہیر: داستان غدر

(4) خطوط: غداروں کے خطوط

(5) ٹیٹلر: An English woman in India

(6) مقدمہ: مقدمہ بہادر شاہ ظفر اردو ترجمہ از خواجہ حسن نظامی

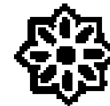
(7) Trail: The Trail of Bahadur Shah (English)

(8) لطیف: 1857ء کا تاریخی روزنامچہ

(9) عتیق: 1857ء اخبار اور دستاویزیں از عتیق صدیقی

(10) رضوی: اٹھارہ سوستاون از خورشید مصطفیٰ رضوی

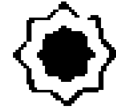
(11) اخبار الصنادید: اخبار الصادید از نجم الغنی رام پوری



فہرست

ترجمہ متن

متن



تعارف

از

سعود الحسن خان روہیلہ

جنگ آزادی 1857ء کا مختصر جائزہ

(1)

1857ء کی جنگ انگریزوں کے خلاف متحدہ ہندوستان میں لڑی جانے والی سب سے بڑی جنگ تھی۔ اگر کامیاب ہو جاتی تو انقلاب کہلاتی۔ ناکام ہوئی لہذا بغاوت کہلائی۔ لیکن چونکہ آزادی کی خاطر لڑی گئی لہذا انقلاب یا بغاوت کی نسبت اسے جنگ آزادی کہنا زیادہ مناسب ہے۔ جنگ کے آغاز پر شمالی ہندوستان میں بادشاہ اور کثرت سے امراء' نواب' درباری اور ارا کین نوکر شاہی مسلمان تھے۔ ان مسلمانوں کی بقاء کا مسئلہ تھا لہٰذا سب سے زیادہ سرگرم یہی رہے اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جنگ مسلمانوں نے لڑی اور انہوں نے ہندوؤں کو بھڑکایا۔(1) جنگ کی ناکامی کے بعد مسلمانوں کو اس جنگ کا خمیازہ بھگتنا لازمی تھا۔ لہذا بری طرح معاشی بدحالی کا شکار ہو گئے۔

ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والوں کی اکثریت انگریزوں کی مخالف تھی۔ انہوں نے بھی بڑی تعداد میں حصہ لیا۔ ہندوؤں کے اپنے دعویٰ تو رہنے دیجئے ایک مسلمان جو انگریزوں کا حمایتی تھا وہ یوں کہتا ہے:

> ''دہلی سے باہر ہندو بھی برٹش گورنمنٹ کے اتنے ہی مخالف تھے جتنے مسلمان اور خاص دہلی میں بھی یہی حالت تھی...... بلند شہر' علیگڑھ اور میرٹھ وغیرہ میں ہندو گورنمنٹ برطانیہ کے اتنے ہی مخالف تھے جتنے مسلمان'' (2)

لیکن چونکہ شمالی ہندوستان میں مسلمانوں کی نسبت ہندو راجہ کم تھے اور ہندو لوگ بیوروکریسی وغیرہ میں بھی کم تھے لہذا جنگ کے بعد ان کا نقصان بھی بہ نسبت مسلمانوں کے کم ہوا۔

آبادی کا تناسب اس طرح تھا کہ ہندو تین چوتھائی تو مسلمان ایک چوتھائی۔ لہذا اکثریت کا نقصان کم ہوا جبکہ اقلیت کا (بیوروکریسی میں ہونے کی وجہ سے) بہت زیادہ ہوا۔ اس وجہ سے تاریخ میں اس جنگ کے محرک اور جنگ کے اصل کردار اور پھر جنگ کے اثرات کے مارے ہوئے مسلمان ہی ٹھہرائے گئے۔ اپنے مذہب' معیشت' سیاست اور شناخت و بقا کی خاطر مسلمانوں نے یہ جنگ لڑی۔

اب تصویر کا دوسرا رخ سامنے آتا ہے۔ چونکہ مسلمان بیوروکریسی میں غالب تھے لہذا جب بیوروکریسی سے انگریزوں کے حمایتی نکلے تو وہ بھی مسلمان ہی تھے۔ اسی طرح نوابوں اور امراء کا حال تھا۔ دہلی کی جنگ میں انگریزوں کی فتح کا تمام سہرا حکیم احسن اللہ خان' محبوب علی خان' الٰہی بخش' زینت محل کے سر جاتا ہے۔ (3) باقی چھوٹے درجے کے انگریزوں کے جاسوسوں یا کارندوں میں ہندو مسلم سب آتے ہیں لیکن سب سے زیادہ موثر اور فعال یہی لوگ تھے گو کہ ان کی تعداد مسلمانوں میں آٹے میں نمک کے برابر تھی لیکن کردار بہت زبردست تھا۔

ایک اور پہلو یہ ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں نے مل کر یہ جنگ لڑی۔ ہندو مسلم اتحاد کا زبردست اور غالباً آخری مظاہرہ یہی جنگ تھی۔ اس کو ہم اتحاد کا پہلا مظاہرہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس سے قبل مسلمان اور ہندو صدیوں سے مل کر رہ رہے تھے اور باہمی تعاون کرتے تھے۔ اس کی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً جنگ کنواہہ میں لودھی افغان اور ہندو راجپوت مل کر بابر کے مقابلے پر آئے تھے۔ (4)

ایک اور پہلو بھی اس جنگ کا اب تک مخفی رہا ہے۔ انگریزوں نے ہر علاقے میں کمپنی کی فوج میں اس قوم کے لوگوں کو بھرتی کیا جو شہری ماحول سے آزاد تھے یعنی وہ حربی صلاحیت کیلئے زیادہ موزوں تھے۔ ہندوؤں میں ان کو سکھ' جاٹ' راجپوت اور گورکھے مل گئے۔ مسلمانوں میں ان کو ایک ہی ذات ملی وہ پٹھان تھی۔ یو پی' بہار اور رایم

پی میں پٹھان قوم کے لوگ اگرچہ ہندوستانی بن چکے تھے لیکن گذشتہ ایک سوسال سے پوری طرح فعال تھے۔ پٹھان ریاست روہیلکھنڈ کے خاتمہ کے بعد اس علاقے میں بھی ان کی سرگرمیاں جاری رہیں۔ انگریزوں نے ان کی صلاحیت دیکھ کر ان کو کمپنی کی فوج میں رکھ لیا۔ اگرچہ پٹھانوں کے علاوہ بھی دیگر مسلم ذاتوں کے لوگ فوج میں تھے مگر اکثریت پٹھانوں کی تھی۔ میرٹھ کی فوج میں اکثریت مسلمان تھی جن میں اکثر روہیلکھنڈ کے باشندے تھے اور اس میں پٹھان قائدین کے نام ملتے ہیں۔(5) روہیلکھنڈ کی تمام فوج میں اکثریت سے پٹھان تھے۔(6) دیگر علاقوں میں بھی پٹھانوں کے نام فوجیوں میں ملتے ہیں۔(7) اسی لئے ایک انگریز نے اس جنگ میں پٹھانوں کی شہہ کا حوالہ دیا ہے۔(8) بلاشبہ اس جنگ میں پٹھانوں کا کردار بہت اہم تھا۔

(2)

جنگ ناکام تو ہوگئی۔ ہندوستانی ہار گئے لیکن کئی چیزیں اس جنگ کے نتیجہ میں تبدیل ہوگئیں:

(1) ایسٹ انڈیا کمپنی کا خاتمہ ہوگیا۔ حکومت براہ راست برطانیہ کو چلی گئی۔

(2) بیوروکریسی اور فوج سے بڑی تعداد میں مسلمان نکالے گئے اور انکی معیشت تباہ ہوگئی۔

(3) جو ریاستیں کمپنی سے ٹکرائیں وہ پاش پاش ہوگئیں ان کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہوگیا۔

(4) جن ریاستوں نے انگریزوں سے وفاداری کی ان کو ملکہ برطانیہ کے اعلان کے تحت ہمیشہ کیلئے تحفظ مل گیا۔ ان کے جبری الحاق کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

(5) ریاستوں کے تحفظ کے بعد وہاں کے حکمرانوں کو عوام پر ظلم و تشدد کا اختیار مل گیا اور اب انہوں نے انگریزوں کے حوالے سے ''شاہ سے زیادہ شاہ کی وفاداری'' کا کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ برطانوی ہند میں آزادی کی آئندہ تحریکیں اتنے زور سے نہیں دبائی گئیں جتنی کہ ریاستوں میں دبائی گئیں۔

(6) انگریزوں نے کسی بھی قانونی، تعلیمی، لسانی، معاشرتی یا سیاسی تبدیلی سے قبل مقامی لوگوں کے جذبات کے بارے میں سوچنا کلیتًا چھوڑ دیا۔ انگریزوں کو ہر اچھا برا

کام کرنے کا اختیار مل گیا کیونکہ اب وہ فاتح تھے۔

(7) ہندوستانی قومیت کا تصور جو ہمیں اس جنگ میں سب سے زیادہ سرگرم نظر آتا ہے وہ پس پردہ چلا گیا اب علاقائی اور مذہبی قومیتیں (ہندو، مسلم، سکھ) سامنے آئیں بلکہ انگریزوں کے ایما سے لائی گئیں۔ فرقہ واریت کا باقاعدہ آغاز ہو گیا۔

(8) جنگ کے اکثر سرکردہ اشخاص خواہ ہندو ہوں یا مسلمان' روپوش ہو گئے یا مارے گئے جس کے بعد ان کے خاندان بھی روپوش ہو گئے۔ بہت سوں نے اپنی سکونت اور نام تک تبدیل کر لئے۔ اس لئے انقلابی قیادت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا۔ اب وہ لوگ سامنے آئے جو میز پر بیٹھنے کی بات کرتے تھے اور انگریزوں کے وفاداروں کے گروہوں سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ انگریزوں نے خود ان لوگوں کی تنظیمیں بنائیں اور جاتے وقت اقتدار ان ہی کے سپرد کر گئے۔

(9) ہندو جواب تک زیادہ تر آزادانہ کاروبار سے وابستہ تھے' خالی جگہوں پر ان کی بھرتی ہوئی۔ آئندہ 90 برس میں ان کا ایک سسٹم بن گیا جس کے نتیجے میں آزادی کے بعد انہوں نے بھارت کا انتظام بخوبی چلایا اور ہندوستان میں جمہوریت کی کامیابی میں اس چیز کا بہت بڑا دخل ہے۔

(10) مسلمان جو سرکردہ اداروں اور اعلیٰ عہدوں سے نکالے گئے وہ 90 برس کے عرصے میں الگ ایک سسٹم قائم نہ کر پائے۔ آزادی کے بعد مزید تقسیم ہو گئے اور پاکستان میں جمہوریت کا ان کا ہر تجربہ ناکام رہا کیونکہ جو لوگ مہاجر بن کر آئے اور صاحب اختیار ہوئے ان کے اندر ماضی کی بادشاہی' نوابی اور رئیس پن کی اکڑ تھی کہ گویا یہ عہدے صرف ہمارے لئے مخصوص ہیں۔ دوسری جانب مقامی لوگوں میں پنجابی سب سے زیادہ تھے۔ یہ فوج میں کثرت سے تھے۔ ان کے اندر انگریزوں نے مارشل ریس کا تصور پیدا کیا تھا۔ اب ان کا خیال تھا کہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ ان دونوں رویوں نے جمہوری انداز فکر کو پنپنے نہیں دیا۔ فوج' بیوروکریسی' اداروں سب پر جاگیردارانہ' نوابانہ' سامراجانہ ذہنیت کا غلبہ رہا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔

(11) اگرچہ 1857ء تک مغربی ثقافت ہندوستان پر زبان' لباس' تنظیم وغیرہ کے

حوالے سے کافی اثرات مرتب کر چکی تھی لیکن اس جنگ کے بعد یہ اثرات اور زیادہ مؤثر اور مضبوط انداز میں مرتب ہوئے۔ مشرقی تہذیب کا پورا ڈھانچہ ہی بدل گیا۔ بہت سی مثبت اور بہت سی منفی تبدیلیاں آئیں۔

اگرچہ جنگ کی ناکامی کے نتیجے میں وہ تبدیلیاں رونما نہ ہوئیں جو انقلابی چاہتے تھے' لیکن پھر بھی ماحول اور رویہ کافی تبدیل ہو گیا۔ اس حوالے سے یہ جنگ ہندوستانیوں کے لئے 'ناکامی' کے باوجود ایک 'انقلاب' ہے گو کہ اس کے 'انقلاب' کے اکثر اثرات ناپسندیدہ ہیں۔

(3)

جنگ کا آغاز سپاہیوں کی بغاوت سے ہوا اور ساری جنگ ان ہی کے گرد گھومتی رہی۔ بہادر شاہ کے سامنے جب جنرل بخت خان نے روایتی انداز میں اپنی خاندانی شرافت جتانا چاہی تو بادشاہ نے بڑا معقول جواب دیا کہ:

''تحقیقات کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ اس وقت جنرل سے اور کوئی بڑا آدمی موجود نہیں ہے۔'(9)

فوجیوں کے علاوہ جتنے بھی لوگ فوجوں کی کمان کرنے نکلے مثلاً مرزا مغل وغیرہ وہ سب ناکام رہے۔ شہری زندگی کے رسیا یہ لوگ حربی صلاحیتوں سے عاری تھے۔ یہ لوگ ایک زبردست شاعر' مفکر' مصلح' سیاست دان اور صوفی تو بن سکتے تھے لیکن جنگ لڑنا ان کے بس کی بات نہیں تھی۔ ان بے وقوفوں نے اپنی ضد اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے نہ صرف خود جنگیں ہاریں بلکہ حقیقی فوجیوں کی راہ میں بھی رکاوٹ بنے۔ جنگ کی ناکامی کے بڑے بڑے اسباب میں ایک یہ بات بھی شامل تھی۔

سپاہیوں کی بغاوت ہوئی تو سب سے پہلے دیہاتی اور غریب طبقہ شامل ہوا۔ ان لوگوں کے پاس کھونے کو کچھ نہ تھا پانے کو کم از کم وہ تنخواہ ضرور تھی جو ہر سپاہی کو ملا کرتی تھی۔ اس کے بعد شہری بھی شامل ہو گئے جن میں عام آدمی بھی تھے اور ماضی کے رئیس یا ان کی اولادیں بھی تھیں۔ اس طرح سے جنگ فوجی بغاوت سے عوامی بغاوت میں بدل گئی۔ بغاوت فوج کرتی لیکن شہر' علاقے یا صوبے یا ملک کا حکمران ہمیشہ غیر فوجی یعنی

شہری کو بنا دیا جاتا۔ عام سپاہی اور شہری ماضی کے عروج کے زمانے سے زیادہ دور نہ گئے تھے۔ اگرچہ ہندوستانیوں کو زوال آ چکا تھا لیکن پھر بھی انکے رجواڑے' گڑھیاں' نوابیاں' امرائی وغیرہ کمزور شکل میں موجود تھیں یا ان کے خاتمے کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا لہذا لوگوں کے ذہن ان کی یاد سے تازہ تھے۔

عوام کا خیال تھا کہ حکمرانی صرف ان کا حق ہے جو ماضی میں حکمران رہ چکا ہے یوں اس حق کو انہوں نے موروثی خیال کر لیا تھا۔ اسی وجہ سے اکثر علاقوں کے انقلابی حاکم خاندانی پس منظر کے حامل تھے خواہ ان کے اندر حکمرانی کی صلاحیت موجود ہو یا نہ ہو (10) بعض جگہوں (مثلاً مراد آباد' شاہجہانپور) پر دو دو دعویدار سامنے آتے تھے (11) اور یوں نا اتفاقی سے ہندوستانیوں کو نقصان پہنچتا تھا۔

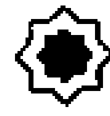
اسی پہلو کا دوسرا رُخ بھی تھا کہ ایک جگہ کا موروثی حکمران دوسری جگہ کے حکمران کی امداد کم ہی کرتا تھا اور یہ خیال کرتا تھا کہ دوسری جگہ کا حکمران اپنے خاندانی پس منظر اور انقلابیوں کی حمایت سے اپنے علاقے پر خود غلبہ حاصل کر لے گا۔

انگریزوں کا معاملہ الٹ تھا۔ ان کا ہندوستان میں کوئی خاندانی پس منظر نہ تھا۔ جو کچھ تھا وہ انگلینڈ میں چھوڑ آئے تھے۔ یہاں وہ صرف کمپنی کے ملازم اور وفادار تھے۔ ان کے درمیان ہندوستانیوں کی طرح مذہب کا اختلاف نہ تھا اور نہ ہی ہندوستانیوں کی طرح مذہب کے معاملے میں شدت پسند تھے۔ ان کا مذہب صرف ''ہندوستان پر حکمرانی'' تھا۔ ہندوستان میں موجود ادنیٰ سے ادنیٰ انگریز بھی انکے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ ہندوستانی سے بڑھ کر تھا۔ ان کی زبان ایک تھی' ان کے لئے ہندوستانیوں سے الگ نظام عدل تھا۔ ان کا رنگ اور ان کی ثقافت ایک تھی۔ ہندوستان میں جہاں وہ اپنا خاندانی پس منظر چھوڑ کر وارد ہوئے تھے وہیں باہمی رقابتیں بھی انگلینڈ میں چھوڑ آئے تھے۔ ان سب کا ایک مقصد تھا' وہ تھا اپنی اور اپنے ملک کی معیشت مضبوط کرنا خواہ اس کے لئے ہندوستان تو کیا پوری دنیا کو غلام بنانا پڑے۔

یوں انگریزوں کی عصبیت' ہندوستانیوں کے مقابلے میں مضبوط تھی اور یہی ان کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب تھی۔

جنگ میں حصہ لینے والے ہندوستانی اور انگریز سب ہی بہادر تھے۔ سب نے بڑی بہادری اور پامردی سے میدان جنگ میں لڑائی کی۔ لیکن جو چیزیں انگریزوں کو کامیابی کی جانب لے گئیں وہ ان کی عصبیت' ان کا نظام جاسوسی' انُ کا نظام مواصلات' ان کی حربی تراکیب اور سب سے بڑھ کر ان کا جنگ کے دوران مال واسباب کی لوٹ مار سے پرہیز تھا۔ ہندوستانی ان چیزوں سے محروم تھے۔ خاص طور پر سب سے آخری بات میں وہ بہت کم زور تھے۔ چونکہ ہندوستانیوں کی معیشت انگریزوں نے تباہ کردی تھی لہذا ہر جنگ میں وہ لوٹ مار کی جانب راغب ہوجاتے تاکہ اپنی فوری ضروریات پوری کرسکیں۔ (12) خزانہ لوٹنے تک تو بات صحیح ہے لیکن باقی مال واسباب لوٹنے پر توجہ دینے کی جگہ اگر وہ مدمقابل انگریزوں کو قتل کرنے پر پہلے زور دیتے تو شاید ہندوستان کی تاریخ مختلف ہوتی۔

ان امور پر میں نے اپنی زیر تکمیل کتاب ''جنگ 1857ء واقعات' تجزیات اور دستاویزات'' میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ لہذا یہاں اتنا ہی کافی ہے اور ہم اس ''تذکرہ'' کے بیان کی جانب آتے ہیں جو اس کتاب کا اصل مرکز ہے۔



13388

''تذکرہ جنگِ دہلی 1857ء'' کا جائزہ

مصنف کے حالات:

مبارک شاہ خان قوم کا سید تھا اور ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا پورا نام سید مبارک شاہ خان تھا(13)۔ اس کا خاندان تعلیم یافتہ تھا اور مبارک شاہ عام پولیس افسران سے ہٹ کر زیادہ اچھی کارکردگی کا حامل تھا۔ اس کی کافی جائیداد تھی جو کہ جنگ کے بعد ضبط کر لی گئی۔ یہ جائیداد ضلع مظفر نگر میں تھی جہاں کا وہ ساکن تھا(14) جہاں پر اس جائیداد کا ضبط کرنے والا مجسٹریٹ / مترجم انگریزی آر ایم ایڈ ورڈس جولائی 1857ء سے تعینات تھا۔ مبارک شاہ شعبہ پولیس سے وابستہ تھا۔ جنگ سے قبل وہ ضلع سہارن پور میں آر ایم ایڈورڈس کی ماتحتی میں بطور پولیس آفیسر تعینات تھا۔ جنگ کے آغاز پر وہ تھانہ مونڈھ ضلع دہلی کا تھانیدار تھا۔ کچھ عرصے کے بعد دہلی آ گیا اور شہر دہلی کا کوتوال مقرر ہو گیا جو پولیس کا سب سے بڑا عہدہ تھا۔ اس کے تعلقات جنرل بخت خان سے بہت قریبی تھے اور کچھ فرائض کی نوعیت بھی اسے سپہ سالار کے قریب لے گئی۔ جنگ کے دوران اس نے انقلابیوں کے لئے سرگرمی سے کام کیا اور اکثر جنرل بخت خان کے کیمپ میں جاتا تھا۔ جب 14 ستمبر کو دہلی پر انگریزوں نے دھاوا کیا تو وہ بخت خان کے کیمپ میں ہی تھا اس لئے اس کی جان بچ گئی ورنہ تھانے کے تمام سپاہی مارے گئے تھے۔ وہ بخت خان کے ساتھ ہی دہلی سے چلا آیا اور بریلی تک انکے ساتھ رہا پھر دیگر انقلابیوں کی طرح روپوش ہو گیا۔ ملکہ برطانیہ کی جانب سے عام معافی کے اعلان کے بعد وہ اپنے سابقہ افسر آر ایم ایڈورڈس کے پاس آیا اور ہتھیار ڈال دیئے۔ اس نے بتایا کہ وہ کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گیا ہے کیونکہ اس کی تمام تر جائیداد ضبط ہو چکی تھی۔ ایڈورڈس کے ذریعے اسے معافی تو مل گئی لیکن اس کو سرکاری ملازمت نہیں ملی۔ اس کی معاشی مشکلات کو دیکھتے ہوئے ایڈورڈس نے اس کی امداد کرنے کا وعدہ کیا اور

اس سے یہ کتاب تحریر کروائی۔ یہ کتاب سید مبارک شاہ نے دسمبر 1858ء یا جنوری 1859ء میں تحریر کی (15)

سید مبارک شاہ کے نسب' خاندان' تاریخ و مقام پیدائش وغیرہ کی طرح سے جنگ کے بعد کے اس کے حالات اور اس کی وفات کا بھی کچھ علم نہیں ہے۔ البتہ اس کا کردار اچھا تھا اسی لئے انگریز اس کے بیان کی صداقت پر یقین رکھتے تھے۔

انگریزی مترجم کے حالات:

کتاب کا انگریزی مترجم آر ایم ایڈورڈس' ایک انگریز تھا۔ وہ خود بھی اس جنگ 1857ء کے حالات کا چشم دید گواہ ہے۔ وہ جولائی 1857ء سے ضلع مظفر نگر (یوپی انڈیا) میں مجسٹریٹ اور کلکٹر رہا تھا۔ اس سے قبل وہ سہارن پور میں بھی تعینات رہا تھا۔ وہاں اس کے دفتر میں عبدالوحود نامی ایک شخص ملازم تھا جو کہ جنگ کے دوران دہلی آ گیا تھا اور انقلابیوں سے مل گیا تھا۔ آر ایم ایڈورڈس نے جنگ کے حالات خود مشاہدہ کئے تھے۔ جو مشاہدات اس نے خود نہ کئے وہ سید مبارک شاہ اور شہر کے دیگر قابل ذکر لوگوں سے سنے تھے۔ آر ایم ایڈورڈس جنگ کی تاریخی اہمیت سے واقف تھا اسی لئے اس نے یہ تذکرہ تحریر کروایا۔ لیکن وہ ایک حقیقت پسند بھی تھا لہٰذا اس نے سید مبارک شاہ کو صاف کہہ دیا کہ وہ صرف وہ لکھے جس کے بارے میں وہ (مبارک شاہ) یقین سے جانتا ہو اور قیاس سے کوئی کام نہیں لے۔ ایڈورڈس نے مبارک شاہ کی جنگ کے بعد معافی حاصل کرنے میں کافی مدد کی اور اس کے علاوہ بھی اس کی مالی امداد کا وعدہ کیا۔ لیکن وہ اس وعدے میں کہاں تک کامیاب ہوا اس کے بارے میں مجھے علم نہیں ہے۔ میرے نزدیک ایڈورڈس نے تذکرے کا انگریزی ترجمہ ایمانداری سے کیا ہے۔ اس نے جہاں سید مبارک شاہ سے اختلاف کرنا چاہا وہاں حاشیہ بنا دیا لیکن متن میں تبدیلی نہیں کی ہے۔ (16)

کتاب کا نام:

اس کتاب کا نام مصنف سید مبارک شاہ نے کچھ تجویز نہیں کیا ہے۔ اس نے

ایک انگریز آر۔ایم۔ایڈورڈس کی تحریک پر یہ کتاب تحریر کی اور تقریباً پوری ایمانداری سے حالات جنگ بیان کئے ہیں۔ جب اس کا انگریزی ترجمہ کیا گیا تو اس ترجمے کا نام ایڈورڈس نے The narrative of Syed Mubarak Shah رکھا۔ظاہر ہے کہ یہ نام اس کا خود کا تجویز کردہ تھا۔

اس انگریزی متن سے میں نے اردو ترجمہ کیا تو اس کا عنوان ''تذکرہ جنگ دہلی 1857ء'' تجویز کیا ہے کیونکہ اس میں محرکِ تحریر ایڈورڈس نے راقم تحریر مبارک شاہ سے یہ کہا تھا کہ اسے شہر دہلی کے اس وقت کے اندر کے حالات کی تحقیق درکار ہے اور اسی غرض سے یہ تذکرہ لکھا گیا(17) اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کتاب کا اردو نام ''تذکرہ جنگ دہلی 1857ء'' تجویز کیا ہے۔

سن تصنیف وترجمہ:

یہ کتاب ملکہ وکٹوریہ کے عام معافی کے اعلان (نومبر 1858ء) کے بعد تحریر کی گئی ہے۔مصنف نے اپنے قصور کی معافی ملنے کے کچھ عرصے بعد اسے تحریر کیا اس لئے اغلب امکان ہے کہ یہ 1859ء کے شروع میں تحریر ہوئی ہے۔ نیز مائیکل ایڈورڈس جس نے یہ متن Red Year میں شائع کیا ہے وہ نومبر 1858ء کے بعد اس کے ترجمے کے حوالے سے یوں درج کرتا ہے:

''......تذکرہ کا ترجمہ ......آر ایم ایڈورڈس نے اگلے برس ... کر دیا تھا۔''(18)

اس طرح سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ 1858ء سے اگلا برس یعنی 1859ء میں ہی اس کا ترجمہ انگریزی میں ہو گیا تھا۔

جبکہ موجودہ اُردو ترجمہ فروری' مارچ 2007ء میں ہوا ہے۔

کتاب کی زبان:

تذکرہ کس زبان میں لکھا گیا؟ اس حوالے سے وضاحت نہیں ملتی' مائیکل ایڈورڈس نے یہ ضرور لکھا ہے کہ انڈیا آفس لائبریری' لندن میں یہ تذکرہ محفوظ ہے(19) لیکن یہ نہیں پتہ کہ اس تذکرے کا اصل متن وہاں پر محفوظ ہے یا آر ایم ایڈورڈس کا کیا ہوا انگریزی ترجمے کا متن محفوظ ہے۔ چونکہ یہ چیز وہاں پر جانچی جا سکتی ہے لیکن فی الحال

وہاں تک میری رسائی نہیں ہے اس لئے میں اس حوالے سے بھی کوئی قیاس آرائی نہیں کرسکتا کہ یہ تذکرہ اردو میں تحریر کیا گیا تھا یا فارسی میں؟

انگریزی ترجمہ:

تذکرہ کے اصل متن سے آر ایم ایڈورڈس نے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا اور غالباً یہ ترجمہ بالکل ایمانداری سے کیا گیا ہے کیونکہ جہاں کہیں مترجم نے اپنی رائے دینا چاہی ہے وہاں ستارہ (☆) بنا کر حاشیے میں اپنی رائے دی ہے اور اس ضمن میں سرسری ایڈیٹنگ بھی کی جو زبانوں کے اختلاف کی وجہ سے ترجمہ کیلئے ضروری ہوتی ہے۔ نیز جو جگہ اصل مصنف نے خالی چھوڑی تھی وہ آر ایم ایڈورڈس نے (......) کر کے خالی چھوڑ دی۔

اس انگریزی ترجمے کو جب مائیکل ایڈورڈس نے اپنی کتاب Red Year میں شائع کیا ہے تو اس نے آر ایم ایڈورڈس کے حواشی بھی شامل کر دیئے ہیں ساتھ ہی اس نے جدید انگریزی کی وجہ سے جو ایڈیٹنگ کی وہ چوکور قوسین [] میں درج کر دی ہے۔ نیز اشخاص اور مقامات کے ناموں کو جدید انگریزی تلفظ (spelling) میں ڈھال دیا۔ یہ ایک اچھی بات تھی کیونکہ انیسویں صدی میں انگریز شہروں کے تلفظ' ہندوستانی تلفظ سے مختلف کیا کرتے تھے۔

اردو ترجمہ:

انگریزی ترجمے کا متن میں نے مائیکل ایڈورڈس کی کتاب Red Year سے لیا ہے۔ اصل مترجم آر ایم ایڈورڈس کے حواشی متن کے بالکل آخر میں شامل کئے گئے ہیں اور اصل شکل میں قائم رکھے گئے ہیں۔ مائیکل ایڈورڈس کی مرتبانہ عبارت یعنی editing جو اس نے چوکور قوسین میں رکھی تھی اس کو میں نے اردو ترجمے میں اسی طرح چوکور قوسین [] میں رکھا ہے کیونکہ دیانتدارانہ ترجمے کا تقاضا یہی ہے۔

انگریزی اور اردو زبانوں میں فطری اختلاف کی وجہ سے ترجمہ کرتے وقت بعض جگہ پر مجھے اردو میں متن کو مرتب کرنا پڑا یعنی ایڈیٹنگ کرنی پڑی۔ اس مرتبانہ عبارت کو میں نے بیضوی قوسین () میں رکھا ہے تاکہ مفہوم واضح رہے اور اصل متن کی

بھی پہچان قائم رہے۔

اردو ترجمہ وترتیب وتحقیق کی وضاحت :

کتاب کی اہمیت کے پیشِ نظر میں نے درج ذیل کام کئے ہیں جو کہ کتاب کو مرتب کرنے سے متعلق ہیں:

(1) اصل متن اور انگریزی ترجمے میں کوئی سرخی (Heading) نہیں تھی۔ متن کے اندر موجود تمام سرخیاں میری بنائی ہوئی ہیں تا کہ جنگ کے مختلف مواقع کا جائزہ لینے میں آسانی ہو۔ البتہ پیرہ گرافس انگریزی ترجمے کے مطابق رکھے گئے ہیں۔

(2) سرخیوں کے ساتھ دی گئی تاریخیں بھی میری ہی ہیں تا کہ تاریخ وار جنگ کی صورت حال سمجھنے میں مدد مل سکے۔

(3) کتاب میں نقشہ کوئی نہیں تھا۔ تمام تر نقشے میرے بنائے ہوئے ہیں تا کہ کتاب کے مطالعہ کے دوران ہر دو فریقین کی نقل وحمل کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

(4) کتاب کے اندر ضروری تصاویر بھی میں نے شامل کی ہیں تا کہ قارئین کو شخصیات کی اہمیت کا احساس ہے۔

(5) آر ایم ایڈورڈس کے حواشی متن کے آخر میں شامل ہیں چونکہ یہ حواشی کم ہیں لہذا متن کے اندرون حواشی کے صدر مقامات (یعنی یہ حاشیہ کس جگہ پر پڑھنا چاہئے) کی نشاندہی ستاروں کی ترتیب سے دی گئی ہے یعنی:

حاشیہ نمبر 1۔ ☆

حاشیہ نمبر 2۔ ☆☆

حاشیہ نمبر 3۔ ☆☆☆

وغیرہ

یہ اس لئے تا کہ میرے بنائے ہوئے تحقیقی حواشیوں سے آر ایم ایڈورڈس کے حواشی خلط ملط نہ ہونے پائیں۔

(6) کتاب پر میرے بنائے ہوئے تحقیقی حواشی کو متن میں نمبروار ترتیب یعنی (1)(2)(3) سے واضح کیا گیا ہے۔ ان حواشی میں عنوان کی تشریح کردی گئی ہے

(7) قارئین کی سہولت کے پیش نظر حواشی میں موجودہ تذکرہ اور دیگر تذکرات / روزناچوں کا تقابلی مطالعہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کی اہمیت:

یہ کتاب کئی حوالوں سے اہمیت کی حامل ہے:

(1) یہ واحد تذکرہ ہے جو کسی انقلابی کا تحریر کردہ ہے۔ اگرچہ مولانا فضل حق خیرآبادی نے بھی الثورۃ الہندیہ(20) کے نام سے ایک تذکرہ تحریر کیا ہے لیکن وہ بہت مختصر ہے۔ یہ روزنامچہ بہت تفصیل سے ہے اور اس کا مصنف سید مبارک شاہ، شہر دہلی میں بذات خود جنگ اور انتظام میں شریک رہا ہے اس کی تمام تر وفاداریاں انقلابیوں کی جانب تھیں۔

(2) یہ تذکرہ ایک انگریز کی فرمائش پر تحریر کیا گیا ہے اس لئے بعض جگہ پر مصنف نے حکومتِ وقت کی تعریف کی ہے اور اپنے بے قصور ہونے کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن دراصل مصنف کے اپنے انقلابی جذبات آپ کو جگہ جگہ باہر اچھلتے نظر آئیں گے۔ مصنف جگہ جگہ انقلابیوں کی بہادری کی تعریف کرتا ہے۔(21) اور ہر اس غلطی کی نشاندہی کرتا ہے جس سے انقلابیوں کو نقصان پہنچا۔

(3) مصنف جنگ دہلی 1857ء کے تمام حالات کا چشم دید گواہ ہے۔ اس ضمن میں وہ ہر دو فریقین سے تعلق رکھتا تھا۔ یعنی پہلے وہ ایک سال برطانیہ کی نوکری میں رہا اور مونڈھ کا کوتوال تھا۔ وہ انگریز افسران بالا کو جانتا تھا۔ جنگ شروع ہونے بعد وہ دہلی آ گیا اور تقریباً تمام سرکردہ انقلابی شخصیات مثلاً بہادر شاہ ظفر، جنرل بخت خان، مولوی نور داد علی، مولوی سرفراز علی، مولانا فضل حق خیرآبادی، غوث محمد خان وغیرہ سے نہ صرف ملا بلکہ انکے ساتھ جنگ میں

شریک بھی رہا۔اس کے علاوہ دہلی کے اندر انگریزوں کے حامیوں سے بھی اس کی ملاقات رہی مثلاً حکیم احسن اللہ خان وغیرہ کے کردار کو وہ قریب سے دیکھ چکا تھا۔(22)

(4) اس تذکرے کی اہم بات یہ ہے کہ مصنف نے بہت سے نئے نام پیش کئے ہیں۔مثلاً میرٹھ کی فوج کے کئی سرداروں کے نام جو اب تک معلوم نہ تھے دیئے ہیں۔(23)لال قلعہ میں انگریزوں کے قتل عام میں میرٹھ کے سردار تلیر خان کا ذکر کیا ہے۔(24) ریزیڈنٹ اور قلعہ دار کے قتل کے ضمن میں خالقدار خان پٹھان کا نام دیا ہے جو بادشاہ کا جمع دار تھا۔(25) حصار وغیرہ سے آنے والے باغیوں کے نام بھی تفصیل سے دیئے ہیں۔(26)

(5) تذکرے سے بعض پوشیدہ حقائق سامنے آتے ہیں۔مثلاً یہ کہ دہلی میں کان کنوں کا ایک دستہ آیا تھا اوران کے ذریعے پہاڑی پر انگریز فوج کو اڑانے کی سازش کی جارہی تھی۔(27)اسکے علاوہ ایک اہم حقیقت یہ بیان کی ہے کہ دہلی سے کوچ کے وقت بخت خان خود بہادر شاہ ظفر کے پاس نہ گیا تھا بلکہ بہادر شاہ ظفر نے اس سے حفاظتی دستہ بلوایا تھا۔(28)مراد آباد سے آنے والے 4انگریزوں مسٹر پاول وغیرہ کے بارے میں ہندوستانی کتب تو دور انگریز کتب میں بھی کچھ نہیں ملتا بلکہ ان کے بارے میں صرف یہ قیاس تھا ان کو باغی فوج نے دہلی پہنچتے ہی کہیں قتل کر کے دفنا دیا ہوگا۔لیکن مبارک شاہ ان کے پورے اور تفصیلی حالات بیان کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ ان میں سے تین انگریز کس طرح سے خود انگریزوں کے ہاتھوں مارے گئے(29) جبکہ ایک انگریز انقلابیوں کے ساتھ مل گیا اور سدا انہیں کے ساتھ رہا۔(30) ایک جگہ وہ کہتا ہے کہ مولوی فضل حق خیرآبادی جنگ میں سرگرم تھے لیکن فتوئی پر انہوں نے دستخط نہ کئے تھے۔(31)اسکی اس بات کی تصدیق اصل دستاویز یعنی فتوے سے بھی ہوتی ہے جس پر مولوی فضل حق کے دستخط نہ ہیں۔(32)

(6) یہ واحد کتاب ہے جو دہلی کے اندر کے عوام اور انقلابی گروہوں کے حالات پر بحث کرتی ہے۔ جیون لال کا روزنامچہ وغیرہ بھی دہلی کے اندر کے حالات بیان کرتے ہیں لیکن ان کا محور لال قلعہ رہا ہے۔ جبکہ اس کتاب کا محور دہلی کی گلیاں اور انقلابی فوج کے کیمپ ہیں۔

(7) مصنف چونکہ انقلابی تھا لہذا وہ انگریزوں کے حامیوں مثلاً حکیم احسن اللہ وغیرہ پر دورانِ جنگ صرف شک کرسکتا تھا۔ جب دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہوگیا تو ان حامیوں پر شک حقیقت میں بدل گیا۔(33) موجودہ تذکرہ کی تصنیف کے وقت حقیقت آشکار ہوگئی تھی۔ لہذا اس تذکرہ میں مصنف نے کسی شک کو تحریر نہیں کیا ہے بلکہ حقیقت کو تحریر کیا ہے۔

(8) تذکرے میں دہلی شہر کے اندر اور باہر کے علاقوں کے محل وقوع کی بڑی تفصیل سے وضاحت کی گئی ہے جس سے جنگ کے حالات کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ جغرافیائی تفصیل دیگر تذکروں میں نظر نہیں آتی۔

(9) مصنف چونکہ خود پولیس کے شعبہ سے تھا لہذا اس نے پولیس اور فوج کے کردار کو بڑی خوبی اور وضاحت سے پیش کیا ہے۔ تفصیل سے بتایا ہے کہ کس علاقے سے کون کون سی فوج کتنی تعداد میں آئی تھی۔

(10) مصنف حالات کے بیانات کے ساتھ ساتھ باغیوں کی غلطیوں کی نشاندہی کرتا ہے مثلاً یہ کہ ان کے درمیان جاسوسی کا نظام بالکل مفقود تھا۔(34) باغی فوجیں آپس میں بھی رقابت رکھتی تھیں۔ (35) ان میں تنظیم کی کمی تھی۔(36) وغیرہ۔

(11) مصنف نے کسی جگہ تعصب سے کام نہیں لیا۔ یعنی جس طرح سے سرسید نے بجنور کے محمود خان کو نامحمود خان لکھا ہے۔(37) یا ذکاء اللہ خان نے جنرل بخت خان کو کم بخت خان لکھا ہے۔ (38) مصنف نے انقلابیوں اور انگریزوں دونوں کے بارے میں اس قسم کے بیہودہ الفاظ استعمال کرنے سے گریز کیا ہے۔ اسی طرح فضول گفتگو کو درج نہیں کیا مثلاً بادشاہ کا کسی جنرل کو

طعنے دینا وغیرہ جیسا کہ عبداللطیف کے روزنامچے میں نظر آتا ہے۔(39) مصنف نے کوئی رپورٹ یکطرفہ نہیں دی ہے بلکہ دونوں جانب کے حالات بیان کئے ہیں۔ اسی طرح اس نے دونوں فریقین کی بہادری کا ذکر کیا ہے۔

(12) تذکرے سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ جنگ آزادی 1857ء کے اصل محرک اور کردار مسلمان تھے۔

(13) تذکرے میں مسلمان علماء کے جنگ میں کردار، انکی اہمیت اور غازیوں کے کردار پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔(40)

(14) جنگ کے حوالے سے خصوصی دیسی تذکرات میں صرف یہ تذکرہ ہے جو مکمل ہے اور آخر تک تمام تفصیلات اس میں درج ہیں۔ اس کے برعکس دیگر تذکرے نامکمل ہیں۔(41) اور 14 ستمبر کے بعد کی تفصیل کہیں نہیں ملتی علاوہ ان کتب کے جو جنگ سے مخصوص نہیں ہیں۔

(15) اس کتاب میں ہندو مسلم ہر دو گروہوں کے اتحاد کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔(42) اور اس ضمن میں جنگ کے مسلم قائدین کی ہندوؤں کی دلجوئی کی وضاحت کی ہے۔(43)

(16) مصنف نے واقعات بیان ہی نہیں کئے بلکہ جابجا ان کا تجزیہ کیا ہے جو اس کی تاریخ نویسی کے شعور کی عکاسی کرتا ہے اس سے ہم یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ کسی بیان کردہ واقعہ کی کیا اہمیت تھی۔

(17) انقلابیوں کیلئے مبارک شاہ نے اگرچہ عام طور پر لفظ 'باغی' استعمال کیا ہے جو کہ سخت حالات کا تقاضا تھا لیکن جگہ جگہ اس نے 'مدافعین' 'غازی' 'فوجی' اور 'شاہی فوج' جیسے الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔(44) جس سے اس کی اصل نیت ظاہر ہوتی ہے۔

(18) سید مبارک شاہ بعض جگہ اپنی کارکردگی بھی گنوانے کی کوشش کرتا ہے تا کہ انگریزوں کے عتاب سے بچ سکے۔ اگرچہ وہ انگریزوں کا شدید مخالف رہا تھا

لیکن تحریر کرتے وقت اس نے یہ تاثر دیا تھا کہ دوران جنگ اس پر بار بار انگریزوں کا جاسوس ہونے کا شک کیا گیا اور اس نے کئی بار انگریزوں کی جان بچانے کی کوشش کی۔ اپنے بارے میں یہ باتیں جو کہ وہ انگریزوں کی حمایت میں بیان کرتا ہے صریحاً غلط ہیں کیونکہ مبارک شاہ نہ صرف انگریزوں کا مخالف تھا بلکہ جنرل بخت خان کا قریبی آدمی تھا۔ جس روز انگریزوں نے دہلی پر دھاوا بولا اس روز بھی وہ بخت خان کے کیمپ میں تھا اور پھر اسی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہوگیا۔ میں نے ان باتوں کی وضاحت اپنے حاشیوں میں کر دی ہے۔

(19) چونکہ مبارک شاہ بخت خان کے بہت قریب تھا لہٰذا اسے اس کے کردار اور صلاحیت کا اچھی طرح جائزہ لینے کا موقع ملا۔ اس تذکرے سے بخت خان کی شخصیت پوری طرح سے کھل کر آشکار ہوتی۔

(20) تذکرے میں صرف دہلی کے حالات ہی نہیں بیان کئے گئے بلکہ جن جن علاقوں سے فوجیں بغاوت کرکے دہلی آئی تھیں ان علاقوں میں فوجوں کی بغاوت اور انقلابیوں کے قائدین کے نام تک تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ (45)

(21) تذکرے سے ہمیں اس بات کا بخوبی احساس ہوجاتا ہے کہ دہلی کے اندر قلعے میں سارا کام تو مغلوں کے ہاتھ میں تھا لیکن میرٹھ، بریلی اور دیگر اہم علاقوں کے فوجیوں کی سرکردگی ہندوستانی پٹھان کر رہے تھے۔ (46) ان فوجوں میں بھی اکثریت پٹھان سپاہیوں اور غازیوں کی تھی۔ اسکے علاوہ قلعہ کے محافظین میں بھی بہت سے پٹھان تھے۔ (47)

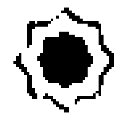
(22) کتاب میں مصنف نے تمام واقعات سلسلہ وار ترتیب سے بیان کئے ہیں۔ دنوں کی نشاندی ضرور کی ہے لیکن تاریخوں کا حوالہ بہت کم دیا ہے۔ اس لئے میں نے کتاب کی سرخیوں کے ساتھ ساتھ تاریخیں بھی شامل کی ہیں۔

یہ تذکرہ ''انقلابی کا تذکرہ'' کیوں ہے؟

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس کا مصنف انقلابیوں کا سرگرم رکن رہا تھا۔ جب تذکرہ لکھنے کا وقت آیا تو انقلابیوں کو شکست ہو چکی تھی اور برطانوی راج مستحکم ہو چکا تھا۔ جو بھی انقلابی پکڑا جاتا اس پر مقدمہ چلتا تھا حالانکہ ملکہ کی جانب سے عام معافی کا اعلان ہو چکا تھا۔ مصنف اب ایسی کوئی بات تحریر کی شکل میں اپنے کردار کے حوالے سے نہیں دے سکتا تھا جو اس کے لئے سزا ہی کا ثبوت بنتی۔ نواب خان بہادر خان اور مولانا فضل حق خیرآبادی اور بہادر شاہ ظفر کی طرح اس نے بھی یہ دلیل لی کہ وہ جبراً باغیوں میں شامل کیا گیا لیکن اس طرح کی pleas حقائق کی تردید نہیں کرتیں۔ مصنف نے جو کچھ کیا وہ دیدہ دانستہ تھا اور انقلابیوں کو فتح دلانے کی غرض سے تھا۔

اب مصنف جب یہ روزنامچہ تحریر کرتا ہے تو وہ باغیوں پر طعن و تشنیع نہیں کرتا جیسا کہ سرسید نے یا عبداللطیف نے یا دیگر نے کی ہے بلکہ وہ دونوں فریقین کا غیر جانبداری سے جائزہ لیتا ہے اور انگریزوں کے کردار کے بارے میں دیدہ دانستہ غلط بیانیاں نہیں کرتا' تذکرہ کے مطالعہ سے ہی پتہ چل جاتا ہے کہ انقلابیوں کے اصل حالات' ان کی نقل و حرکت' ان کے ارادے کیا تھے۔ تذکرے کو جدید تحقیقی نقطہ نظر سے لکھا گیا ہے اور دیگر ذرائع سے اس کی تصدیق ہوتی ہے جن (ذرائع) کی میں نے حواشی میں نشاندہی کی ہے۔

مولانا فضل حق خیرآبادی کے روزنامچے کی طرح اس میں بھی صاف گوئی سے کام لیا گیا ہے اور دونوں ہی مصنفین سرگرم وانقلابی کردار ادا کر چکے ہیں۔ اس لئے یہ روزنامچہ بھی ایک ''انقلابی کا تذکرہ'' کہلانے کا حقدار ہے۔



حواشی تعارف

(1) مسز ٹیٹلر' ص 110

(2) مقدمہ' ص 442Trail,264

(3) مبارک شاہ' ص 74-75-76-77

(4) واقعات مشتاقی ص 154-180

(5) مسز ٹیٹلر ص 111' مبارک شاہ ص 52' پالر ص 120-121

(6) مارکس اینگلس ص 71,69

(7) مبارک شاہ ص 93,61,63

(8) پیلی بھیت ڈسٹرکٹ گزیٹیئر ص 166' شاہجہانپور گزیٹیئر ص 150

(9) جیون لال ص 142 (انگریزی ص 134)

(10) دہلی کا بہادر شاہ ظفر' بریلی کا خان بہادر خان' مراد آباد کا مجو خان' شاہجہانپور کا غلام قادر خان'' لکھنو کی بیگم حضرت محل' کانپور کا نانا صاحب' یہ سب سابقہ حکمران خانوادوں کے رکن تھے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے جنگ 1857ء از سعود الحسن خان)

(11) مثلاً مراد آباد میں نواب مجو خان اور اسد علی خان میں تنازعہ ہوا۔ اسی طرح سے دہلی میں مرزا مغل اور جنرل بخت خان میں اختیارات کا مسئلہ تھا۔ یہی حالت بدایوں اور شاہجہانپور وغیرہ میں بھی تھی (تفصیل کے لئے دیکھئے جنگ 1857ء از سعود الحسن خان)۔

(12) جیسا کہ میرٹھ کی فوج کے دہلی آنے کے بعد ہوا اور ایک بار نور داد علی کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ دیکھئے مبارک شاہ ص 91' حسن ص 79

(13) Trail ص 64

(14) مبارک شاہ ص 101

(15) مبارک شاہ ص 37-39

(16) ایضاً ص 60,39

(17) ایضاً ص 39

(18) ایضاً ص 37

(19) ایضاً ص 37

(20) دیکھئے 'باغی ہندوستان' از مولانا فضل حق خیرآبادی ترجمہ عبدالشاہد خان شیروانی (متوفی 1887ء) المتاز پبلی کیشنز لاہور۔ طبع پنجم 1997ء

(21) مبارک شاہ ص 97,99,98,91,77

(22) ایضاً ص 112-111 وغیرہ

(23) ایضاً ص 52,45-46 وغیرہ

(24) ایضاً ص 52

(25) ایضاً ص 43-44

(26) ایضاً ص 61-64

(27) ایضاً ص 80

(28) ایضاً ص 127

(29) ایضاً ص 122

(30) ایضاً ص 119

(31) ایضاً ص 88

(32) عتیق ص 198-199

(33) مبارک شاہ ص 75

(34) ایضاً ص 73

(35) ایضاً ص 89 وغیرہ

(36) ایضاً ص 72-73

(37) سرکشی ضلع بجنور ص 105 و مابعد

(38) دیکھئے تاریخ عروج انگلشیہ

(39) لطیف ص 136,136,132

(40) مبارک شاہ ص103,88,85

(41) عبداللطیف کا روزنامچہ 4 ستمبر 1857ء کو ختم ہو جاتا ہے۔ جیون لال کا 14 ستمبر کو ختم ہوتا ہے۔ چنی لال کا بالکل ابتدائی نوعیت کا ہے۔ ''غداروں کے خطوط'' میں شامل خط بھی 17 ستمبر کو ختم ہو جاتے ہیں۔

(42) مبارک شاہ ص99-100

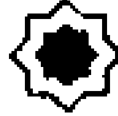
(43) ایضاً ص99-100

(44) ایضاً ص69,89,80 وغیرہ

(45) ایضاً ص63تا61,52,45

(46) ایضاً ص97,79,52,45,63تا61

(47) ایضاً ص114,52,43



ترجمہ متن

مائیکل ایڈورڈس کا نوٹ

اس غیر مطبوعہ تذکرے، جواب انڈیا آفس لائبریری، لندن (MS Eur-B-138) میں محفوظ ہے، کا مصنف دہلی کے برطانوی محاصرے کے دوران شہر کا کوتوال تھا۔ جب شہر کو فتح کیا گیا تو مبارک شاہ فرار ہو گیا اور تب تک روپوش رہا جب تک ملکہ وکٹوریہ کے نومبر 1858ء کے اعلان کے تحت باغیوں کے مخصوص گروہوں کو عام معافی نہیں دے دی گئی۔

مبارک شاہ کے تذکرہ کا ترجمہ ضلع مظفر نگر (جو سہارن پور اور میرٹھ کے درمیان ہے) کے مجسٹریٹ و کلکٹر، تعینات شدہ جولائی 1857ء، آر ایم ایڈورڈس نے اگلے برس (1859ء میں) کر دیا تھا اور سرسری طور پر اس کو مرتب بھی کیا گیا تھا۔

اگر بغاوت کے بارے میں برطانوی عہدیداران کے تحریر کردہ بے شمار ذاتی تذکرات سے مقابلہ کیا جائے تو بہت ہی کم تذکرے باغیوں کی جانب سے تحریر ... محفوظ رہے ہیں اور ان میں سے بھی چند ایک ہی شائع ہوئے ہیں۔ ایک اور تذکرہ جس سے سید مبارک شاہ کے بیانات کی تصدیق و وضاحت ہوتی ہے وہ حکیم احسن اللہ خان کا تحریر کردہ ہے جو شاہ دہلی بہادر شاہ کا ذاتی معالج اور قابل اعتماد مشیر تھا۔ (حاشیہ)

سید مبارک شاہ کا جو تذکرہ یہاں پر شائع کیا جا رہا ہے اس میں آر ایم

ایڈورڈس کے حواشی بھی شامل ہیں البتہ ناموں اور مقامات کے تلفظات کو جدید بنا دیا گیا ہے۔ موجودہ مصنف کی مرتبانہ وضاحتی الفاظ کو چوکور قوسین [] میں رکھا گیا ہے۔

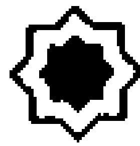
حاشیہ از اں مائیکل ایڈورڈس:

ٹی۔سی۔ مٹکاف Two Narratives of the mutiry at Delhi.

London 1898

دیگر تذکرات کو میور کی کتاب Records of the Intelligegence Department of the Governoment of the North West Provinces of India during the Mutiny of 1857-2vols.

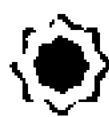
مطبوعہ ایڈنبرگ 1902 میں دیکھیے احسن اللہ خان کا تذکرہ دیگر تذکرات کے ساتھ انڈیا آفس لائبریری لندن (Home Miscellaneous vol.725) میں محفوظ ہے۔



آر۔ایم۔ایڈورڈس کا پیش لفظ

جنگ کے آغاز سے قبل سید مبارک شاہ' کیونکہ اس کا اصل نام یہی تھا' میری ماتحتی میں ضلع سہارن پور میں پولیس آفیسر کے طور پر کام کرتا رہا تھا۔ وہ ایک اچھے خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور عام پولیس عہدیداران کی نسبت اسکی تعلیم و تربیت زیادہ بہتر طریقے سے ہوئی تھی اور میرا خیال ہے کہ اس کے بیانات کے اکثر حصوں پر اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ اس نے عام معافی کے اعلان کے تحت 1858ء میں میرے آگے ہتھیار ڈالے اور خود کو نہایت غریب اور تقریباً نادار ظاہر کیا اور غالباً یہ درست بھی ہے کیونکہ میں نے اس کی تمام جائیداد ضبط کرلی تھی اور عام طور پر اس وقت لوگ سرکردہ باغیوں کی مدد کرتے ہوئے خوف زدہ و دہشت زدہ ہو جاتے تھے۔ میں اسے سرکاری ملازمت تو نہیں دلاسکتا تھا۔ لیکن چونکہ جنگ کے دوران یورپینوں یا وفادار مقامی افراد کے قتل میں اس کی شمولیت کا کوئی ثبوت موجود نہیں تھا لہٰذا مجھے خیال یہ آیا کہ وہ اس حوالے سے مفید معلومات فراہم کرسکتا ہے کہ دورانِ محاصرہ' شہر دہلی کے اندر کیا کچھ ہوا تھا۔ ہم شہر کے باہر کے حالات سے بخوبی آگاہ تھے لیکن چاردیواری کے اندر کیا واقعات وقوع پذیر ہوئے' اس کے بارے میں بالکل پتہ نہیں تھا۔ لہٰذا میں نے اسے تجویز دی کہ وہ دہلی کے واقعات کا ایک تذکرہ تیار کرے اور اسے کہا کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو وہ میرے کیمپ میں میرے ساتھ ٹھہر سکتا ہے اور میں اس کی مدد کروں گا۔ واحد شرط جو میں نے اسکے سامنے رکھی وہ یہ تھی کہ وہ ایسی کوئی بات تحریر نہیں کرے جس کے بارے میں وہ حقیقت نہیں جانتا۔ وہ اس پر راضی ہوگیا اور نتیجے کے طور پر یہ کتاب حاضر ہے۔

آر۔ایم۔ای



متن

میرٹھ کے سپاہیوں کی دہلی آمد (11 مئی 1857ء):

گیارہ مئی 1857ء کو صبح تقریباً 9 بجے شہر دہلی میں یہ خبر پھیلی کہ باقاعدہ رسالے (1) اور پوربیہ {بنگالی} رجمنٹ (2)، جو کہ گذشتہ روز میرٹھ میں بغاوت کر چکی تھیں (3) اور یورپی دستوں کو کامیابی سے شکست دے چکی تھیں، ان کے 4 دستے چنگی گھر (4) کو جلانے کے بعد دریائے جمنا (5) کے کشتیوں کے پل (6) پر پہنچ گئے ہیں۔ یہ خبر گورنر جنرل کے ایجنٹ اور کمشنر سائمن فریزر (7) تک پہنچی جو اس وقت غسل کر رہا تھا اور اسے چونکا کر رکھ دیا۔ اسے میرٹھ کی خبروں کے بارے میں ایک ٹیلی گرام گذشتہ رات مل گیا تھا۔ (8) لیکن چونکہ شہر کے دروازے معمول کے مطابق رات کو بند ہو چکے تھے لہٰذا اسے یہ خیال رہا کہ صبح ہونے تک کچھ بھی نہیں ہو سکتا اور تب تک کوئی بھی احتیاطی تدابیر اختیار کرنا ضروری نہیں ہے۔ جناب فریزر کا گھر اور دفتر اس عمارت میں تھا جو لڈلو کاسٹیل (9) کہلاتی ہے۔ یہ شہر کے کشمیری (10) دروازے سے تھوڑے فاصلے پر ہے۔ اسے اس بات کا یقین بھی نہیں تھا کہ باغی اتنی جلدی دہلی پہنچ سکتے ہیں یا یہ کہ یہ زیادہ سے زیادہ میرٹھ میں یورپی سپاہیوں کے ساتھ مقابلے کے بعد ایک ٹوٹی ہوئی اور غیر منظم فوجی ٹکڑی ہو سکے گی (جو دہلی اتنی جلدی آ جائے گی)...... یا پھر یہ کہ چونکہ وہ ایک بہادر اور زیرک شخص ہے لہٰذا وہ اس بات کے انتظامات کر لے گا کہ ان کو شہر میں داخل ہونے سے روک لے، لیکن "یہ تو لکھا جا چکا تھا سو یہ ہو چلا۔" نمبر 3 رسالہ کے سپاہی سب

سے پہلے آئے اور ان کے 7 سپاہی سب سے آگے چل رہے تھے جن کے ساتھ میرٹھ جیل کے کئی قیدی (11) اور گوجر [ڈاکو] (12) اور دہلی کے نواحی دیہاتوں کے باشندے بھی تھے۔ یہ ہی وہ سات سپاہی تھے جنہوں نے چنگی گھر کو لوٹ کر جلا ڈالا تھا۔ جب وہ لوگ شہر کے دروازے کی جانب سوار ہو کر آئے تو انہوں نے راستے میں ملنے والوں ان لوگوں کو بھی مار ڈالا جو یورپی حضرات کی ملازمت کیا کرتے تھے۔ (13)

سپاہیوں کا دہلی میں انگریزوں پر حملہ:

دریں اثناء کمشنر نے یہ طے کیا کہ وہ فوراً شہر میں جائے۔ اس نے اپنی بگھی (14) لانے کا حکم دیا اور اپنی بندوق طلب کی لیکن موخر الذکر شے نہیں لائی گئی کیونکہ صندوق کی چابی نہیں مل رہی تھی۔ اب مسٹر لی بار (15)، جج اور مسٹر ہچنسن انتظامی مجسٹریٹ (16) بھی آ چکے تھے اور پھر تینوں حضرات بگھیوں میں روانہ ہو گئے۔ کمشنر نے شہر کا کلکتہ (17) دروازہ فوراً بند کروا دیا اور جج اور مجسٹریٹ معاملات سنبھالنے دہلی دروازے کے جانب چلے گئے۔ اس وقت وہ سات سوار جو [راج گھاٹ] سڑک کے ذریعے کشتیوں کا پل عبور کر چکے تھے وہ دہلی دروازے (18) اور دریا گنج (19) کی جانب سے محل (20) کی جانب آ رہے تھے۔ دونوں حضرات نے ان کو تلواریں کھینچیں ہوئے تیزی سے سواری دوڑاتے دیکھا۔ چونکہ جج اور مجسٹریٹ دونوں غیر مسلح تھے لہٰذا انہوں نے فوراً اپنے گھوڑے موڑے اور بھگانے کی کوشش کی جج کی بگھی تو نکل گئی لیکن [سواروں نے] مجسٹریٹ کو گھیر لیا اور اس کو اپنے تلواروں سے کاٹ ڈالا وہ زخمی ہو گیا اور اس کے خون بہنے لگا، اس نے بگھی سے چھلانگ لگائی اور رام جی داس [ایک مہاجن] کے گھر کے اندر بھاگا وہاں سے [سوار] اس کو کھینچ لائے اور اس کو قتل کر دیا۔ اس سے ذرا ہی پہلے، یہ لوگ چمن لال (21) ایک مقامی ڈاکٹر (22) کو ملے تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنی پستول اپنی پستول دان سے نکالی تھی اور اس کو گولی سے مار دیا تھا۔ اس (ڈاکٹر) کے بارے میں شہر کے بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ اس نے انگریزی ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کی تھی۔ (23)

سر مٹکاف کا فرار:

سر تھیوفلس مٹکاف، جوائینٹ مجسٹریٹ، (24) بھی بدامنی کا سن کر شہر میں گیا تھا اور زخمی ہو گیا تھا لیکن یہ نہیں معلوم کہ اس کو زخمی کرنے والا کون تھا۔ وہ [پولیس ہیڈ کوارٹر] گیا اور [کوتوال] کو ہوشیار رہنے کو کہا۔ (25) پھر وہ جھجھر (26) کے محمد خان (27) کے ملکیتی گھوڑے پر سوار ہو کر گردون بازار سے نکلا (28) اور نجف گڑھ (29) [کے تھانے کی حدود میں] سے پہاڑ گنج (30) اور زرد ب پیر (31) سے ہوتا ہوا جھجھر کو فرار ہو گیا۔

کمشنر سائمن فریزر پر حملہ:

مذکورہ بالا سوار محل کی جانب گئے اور کمشنر [سائمن فریزر]، جو ہنوز اندر داخل نہ ہوا تھا، کو دیکھ کر اسے کاٹ ڈالنے کی نیت سے لپکے۔ مسٹر فریزر نے ساتھ کھڑے ایک [محافظ] سے بندوق چھینی اور اس کو گولی ماردی۔ ایک [سوار] کو سینے پر گولی لگی اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ کمشنر محل میں چلا گیا اور دروازہ بند کروا دیا۔ زخمی شخص بازار سے گزرتے ہوئے اپنے گھوڑے سے گر پڑا۔ ایک دوکاندار اس کے لئے پانی لایا مگر جلد ہی وہ فوت ہو گیا۔ (32)

سپاہیوں کا شہر میں داخلہ:

باقی سوار کلکتہ دروازے کی جانب گئے لیکن اسے بند پا کر دریا کے کنارے چلتے چلے گئے۔ وہاں انہیں محل کی نیچی کی کھڑکیاں نظر آئیں جہاں سے انہوں نے چلا کر محافظ کو کہا کہ وہ دروازہ کھولے۔ شروع میں تو محافظوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا لیکن جب باغیوں نے ان کو قتل کرنے کی دھمکی دی اور ان کو حقیقی مسلمان ہونے کا واسطہ دیا تو وہ (دروازہ کھولنے پر) راغب ہو گئے اور یوں نمبر 3 رسالے کے سارے سوار شہر میں داخل ہو گئے۔ (33)

قلعہ میں انگریزوں کا پہلی بار قتل:

کیپٹن ڈگلس جو شاہی محافظ دستے کا کمانڈر اور گورنر جنرل کے نائب کا معاون تھا وہ محل کے لاہور گیٹ کے اوپر والے حصے میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔ اس وقت وہ بہت سخت بیمار تھا لیکن وہ فوراً...... بادشاہ کے پاس گیا اور اس کو سپاہیوں

سے احتجاج کرنے کا کہا۔ بادشاہ بذات خود آگے بڑھا اور بآواز بلند اپنے تمام حاضر ملازموں کو حکم دیا کہ وہ باغیوں کے ساتھ کسی طرح کی شراکت داری نہیں کریں اور اس نے نمبر 3 رسالے کے آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ شہر چھوڑ دیں' ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ ان کا جرم معاف کرانے کی پوری کوشش کرے گا اور جو کچھ ان کا مطالبہ ہے اس کو بھی پورا کروائے گا۔ باغیوں نے جواب دیا: ''ہم تمام یورپیوں کو ختم کر دینے کی واضح نیت سے آئے ہیں کیونکہ انہوں نے ہم سے وہ کارتوس کٹوا کر ہماری تذلیل کی ہے جن پر سور کی چربی لگائی گئی تھی' ہم [جہاد] کا آغاز کر چکے ہیں اور دہلی اس لئے آئے ہیں کہ آپ ایک مسلمان بادشاہ ہیں لیکن ایسا لگتا ہے کہ آپ بھی نصاریٰ کے ساتھ ان کے گروہ میں شامل ہیں آپ دیکھ لیں گے کہ آگے کیا ہوتا ہے۔(34) وہ لوگ اپنے گھوڑوں کے منہ موڑ رہے تھے کہ ایک سوار اٹھا اور چلایا شہر کا دروازہ کھل گیا ہے آ جاؤ'' وہ فوراً کلکتہ دروازے کی جانب بڑھے(35) اور بادشاہ کیپٹن ڈگلس سے یہ کہتے ہوئے دیوان خاص کی جانب آیا کہ: ''آپ میرے ساتھ آیئے۔ میں آپ کو حفاظت کی غرض سے زنانے [عورتوں کے کمرے] میں رکھ لیتا ہوں'' کیپٹن ڈگلس نے جواب دیا: ''میں ایسا کام ہرگز نہیں کر سکتا۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں چلا جاؤں اور خود کو چھپا لوں۔'' یہ کہہ کر وہ دیوان خاص سے باہر آ گیا اور اپنے گھروں کی جانب جانے کی نیت کی جہاں پر مسٹر فریزر' کمشنر' قبل ازیں آ چکا تھا لیکن اس پر بادشاہ کے [ملازمین] نے اپنے دفتر کی چھڑیوں سے حملہ کیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے اپنے کمروں کی جانب چلا گیا۔ محترم مسٹر جیننگس اور ان کی بیٹی مس کلیفورڈ اور کمشنر' یہ سب ڈگلس کے خاندان کے ساتھ اکٹھے تھے۔ مسٹر فریزر اصل حالات کا جائزہ لے کر اور کیپٹن ڈگلس کی خراب صحت کو دیکھ کر کمرے سے نکلا اور بغیر کسی ہتھیار کو لئے سیڑھیوں سے نیچے آیا۔ اس نے نمبر 3 رسالے کے سواروں میں سے ایک کو باہر کھڑے دیکھا جو محل کے دروازے کھولنے پر زور دے رہا تھا۔ اس (فریزر) نے اس (سوار) سے سختی سے بات کی اپنی بندوق لانے کی غرض سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اتنے میں بادشاہ کے ایک افغان [ملازم] خالق داد خان(36) نے اس کو تلوار سے زخمی کر دیا اور اس کے چہرے پر گہرا زخم آیا اور جب مسٹر فریزر گر پڑا تو

بار باراس پر وار کیا یہاں تک کہ اسے موقع پر ہی قتل کر دیا۔ جب کمشنر قتل ہو گیا تو محل کا دروازہ کھول دیا گیا اس کے بعد خالقداد خان دیگر [ملازمین] کو لے کر کیپٹن ڈگلس کے کمروں کی جانب گیا اور زبردستی گھس کر جو بھی اسے ملا اسے قتل کر دیا۔

کیپٹن ڈگلس بے ہوشی کی حالت میں لیٹا ہوا تھا اسے اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ پھر پادری جیننگس اور دیگر کو خالقداد خان نے ذبح کیا۔ اس کی مدد دیگر بدمعاش بھی کر رہے تھے جو کہ ایک جانب موٹے سرے والے ڈنڈوں سے مسلح تھے۔ لیکن مس جیننگس نے ایک لمبا سے بمبوا اٹھالیا اور بہت بہادری سے اپنا دفاع کرنے لگی۔ اس نے کئی بار اس [افغان] کو اور دیگر کو ضرب لگائی لیکن آخر کار اسے بے بس کر دیا گیا اور خالقداد خان نے اسے تلوار سے قتل کر دیا۔ (37)

شہر میں عیسائیوں اور یورپینوں کا قتل عام:

رسالہ نمبر 3 کے سواروں کو کشتیوں کے پل پر پہنچے ہوئے اب کچھ گھنٹے گذر چکے تھے۔ اب دہلی شہر کے اندر انقلاب اور خون خرابے کی لہریں پھیل رہی تھیں۔ شہر کے بدمعاش لوگوں نے بیش قیمت جائیدادیں تباہ کر ڈالی تھیں اور اس میں وہ مجرمان بھی شامل تھے جو میرٹھ کی جیل سے فرار ہوئے تھے۔ مجسٹریٹ کے دفتر کا ہر وہ شخص جس نے مزاحمت کی وہ اپنے محافظ کے ساتھ ہی کاٹ ڈالا گیا۔ صرف وہ لوگ بچے جنہوں نے فساد کرنے والوں میں شمولیت اختیار کر لی یا ہتھیار پھینک کر کہیں جا چھپے تھے۔ ہر شخص جو بوڑھے شخص سے لے کر کمسن بچے تک بھی عیسائی خیال کیا جاتا تھا وہ ان لوگوں کے ہاتھوں مارا جاتا تھا جو کہ شہر کے [غنڈے] تھے نیز جو باغی سواروں کے ساتھ جم غفیر کی شکل میں شامل ہو گئے تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان جگہوں کی نشاندہی کرنا شروع کی کہ جہاں عیسائی رہتے تھے یا پھر چھپے ہوئے تھے اور سپاہی جس کسی بھی مرد، عورت یا بچے (عیسائی) کو تلاش کر لیتے تھے اس کو قتل کر ڈالتے تھے۔

دہلی کی مقامی فوج کا میرٹھ کی سپاہ سے ملنا:

اس وقت تین مقامی پیادہ فوجی (N.I) رجمنٹوں، جو کہ دہلی میں مقیم تھیں یعنی

نمبر 74، نمبر 54 و نمبر 38 نے شہر سے میرٹھ کے باغیوں کو نکالنے کی غرض سے نیچے کی جانب کشمیری دروازے کی طرف پیش قدمی کی۔ جب پیادہ فوج نمبر 54 تھوڑے فاصلے پر گئی اور اپنی شہر کی فصیل کے اندر کی جانب ہی تھی تو اسے نمبر 3 سوار رسالے کے کچھ آدمی آتے ہوئے نظر آئے۔ رجمنٹ کو آتا دیکھ کر ان کا سرغنہ اتر گیا اور آگے بڑھ کر اپنے سر پر تلوار لہراتے ہوئے اور نیچے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے چلایا: ''بھائیو! کیا تم ایمان والوں کے ساتھ ہو؟'' جس پر پیادہ فوج نمبر 54 کے آدمی اس کو دیکھ کر رک گئے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تمام معاملات پہلے سے طے شدہ تھے اور دونوں فریقین پہلے سے طے شدہ منصوبے پر کام کر رہے تھے۔ افسران نے اپنے سپاہیوں کو گولی چلانے کا حکم دیا لیکن وہ سب کے سب زمین پر اپنے ہتھیار پھینک کر ایک جانب بھاگ گئے اور اپنے افسران کو تنہا چھوڑ دیا۔ ان میں سے تین یا چار کو فوراً ہی سوار دستے نے گولی مار دی جب کہ باقی (افسران) نے جب دیکھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تو وہ شہر سے مختلف سمتوں میں بھاگ نکلے۔ تب سپاہیوں نے اپنی بندوقوں سے ہوا میں گولیاں چلائیں اور بہت سے فوجیوں سے گلے ملے۔ مقامی پیادہ فوج کی تینوں رجمنٹیں اب سوار باغیوں کے ساتھ اکٹھی ہو گئیں اور وہ ان کے ساتھ شہر کے وسط کی جانب بڑھیں۔ (38)

کولنز خاندان کا قتل:

نواب حامد علی خان کے گھر کے نزدیک اور کشمیری دروازے کے ساتھ ایک گھر میں مسٹر کولنز (39) اپنے خاندان کے ہمراہ مقیم تھے۔ وہ حکومتی خزانے کے ڈپٹی کلکٹر کے عہدے پر فائز تھے۔ نمبر 3 سوار دستے کے افراد نے اور مذکورہ بالا سپاہیوں نے کولنز کے پورے خاندان کو قتل کر دیا جس میں باپ، ماں، چھ کمسن بچے اور کچھ نوجوان لڑکیاں بھی شامل تھیں۔ کولنز کی ایک کنواری بیٹی بہت خوبصورت تھی۔ جب اس نے اپنے عزیزوں کو مرتے دیکھا تو اس نے اس سپاہی سے جو اسے کاٹ ڈالنے آ رہا تھا یہ کہا: ''تم اس طرح سے مجھے مار کر کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ تمہارا مذہب زمین پر اس طرح نہیں پھیلے گا نہ ہی تمہارا اقتدار کامیاب ہوگا۔ کچھ رحم کرو'' گھمر خان ولد گلاب شاہ جو ضلع میرٹھ

کارہائش تھا(40)اور نمبر 3 سوار دستے میں ملازم تھا اس نے اس کو اتنی شدت سے ضرب لگائی کہ وہ اپنے سر سے لے کر سینے تک دو حصے ہو گئی۔

بوڑھی یورپی عورت کا قتل

اب باغی مرحوم کرنل اسکنر کے گھر پر گئے اور وہاں ان کو کوئی نہیں ملا لیکن پڑوس میں ایک یورپی عورت اور آدمی رہتے تھے لہذا فوجی اور سپاہی اس گھر میں داخل ہوئے اور ان کو بھی قتل کر دیا' آدمی کو تو غیر مسلح کر کے فوراً قتل کر دیا گیا لیکن عورت جو کہ اوپر کے حصے میں اور بہت اونچے برآمدے میں تھی اپنے خاوند کو مقتول دیکھ کر کھڑکی سے جھکی اور ایک سپاہی کو سر و ہاتھ پر شدید ضرب سے زخمی کر کے مار ڈالا۔ البتہ باغیوں نے اس کا پتہ لگا لیا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔(41)

نان بائی کی دوکان میں انگریز کا قتل:

ایک اور انگریز آدمی شہر سے اجمیری دروازے سے بھاگ نکلا اور {نان بائیوں} کے گڑھوں میں روپوش ہو گیا۔ ان لوگوں نے اسے دیکھ کر فوجیوں کو بتایا جنہوں نے آ کر اسے گولی ماردی۔(42)

دہلی جیل پر حملہ:

جب مقامی پیادہ دستے شہر میں چلے گئے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے تو سپاہیوں اور فوجیوں کے گروہ نے بڑی تعداد توپیں چھوڑی اور باقی جیل کی جانب چلے گئے جہاں پر انہوں نے (جیل کے) دروازے کھولنے کو کہا۔ محافظ نے شروع میں تو کچھ مزاحمت کی اور چند بے ضرر گولیاں چلائیں لیکن پھر فوراً ہی جیل کھول دیا اور تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور ان کی بیڑیاں کھول دیں۔(43)

باقی ماندہ انگریزوں کا فرار:

دریں اثناء میرٹھ سے بغاوت کرنے والی نمبر 11 اور نمبر 20 مقامی پیادہ فوج بھی دہلی میں آ گئی اور اب پانچوں رجمنٹوں سے دہلی اور میرٹھ کی جیلوں کے رہا شدہ مجرمان مل گئے اور اس کے ساتھ شہر کے [غنڈے] اور نواحی دیہاتوں کے عوام' ہجوم میں

شامل ہو گئے اور وہ معزز باشندوں کو لوٹنے کیلئے گھومنے لگے اور وہ شرانگیزی کے تمام کام کرتے۔ بہت سے یورپی عہدیداران و اشخاص جو شہر کے اندر یا چھاؤنی میں اپنے خاندانوں کے ساتھ آباد تھے وہ سب پہاڑی (Ridge)(44) پر فلیگ اسٹاف ٹاور (45) میں کچھ گھنٹے قیام کر کے اور اپنے باقی ماندہ افراد کو چھوڑ کر میرٹھ' (46) انبالہ (47) اور دیگر مقامات کی جانب فرار ہو گئے۔ اس رات سپاہیوں اور فسادیوں نے سونے اور چاندی کے سکے' بیش قیمت زیور و جواہرات اور قیمتی پارچہ جات لوٹ کر خود کو مالا مال کر لیا۔

کچہری میں خزانے کی لوٹ:

اسسٹنٹ مجسٹریٹ مسٹر گیلووے (48) جو علی الصبح اپنے دفتر جاتا ہے وہ اپنے {عدالت کے} کمرے میں اکیلا بیٹھا تھا۔ اس کے تمام [کلرکس] غائب ہو گئے تھے اس وقت نمبر 38 مقامی پیادہ فوج کا ایک سپاہی جو کہ خزانے کے محافظ دستے میں تھا' اس نے اس کو اس کی نشست پر ہی گولی ماری جبکہ باقی محافظوں نے خزانہ لوٹ لیا۔☆(49)

مصنف کی رائے: (50)

نمبر 3 سوار دستے کے فوجی اس عام لوٹ مار میں شریک نہیں ہوئے (51-A) لیکن سپاہیوں بالخصوص میرٹھ کی نمبر 74 پیادہ فوج اور نمبر 20 پیادہ فوج نے خود کو نہتے عورتوں اور بچوں کے غیر امتیازی قتل میں خود کو اس طرح سے ممتاز کر لیا کہ کسی بھی دوسرے ملک سے یا کسی بھی مذہب سے یا کسی بھی حکومت سے وہ مقابلہ نہیں کر سکتے..... ایسا تو تخلیق کائنات سے آج تک کہیں نہیں ہوا تھا۔ یہ بات خاص طور پر قابل شرم تھی کیونکہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کے بالکل آغاز سے انگریزوں نے ہندو اور مسلمانوں ہر دو کے مذہبی اعمال اور ایمان کا احترام کیا تھا' سب کو مساوی انصاف فراہم کیا تھا' مقامی اشرافیہ کے ساتھ معززانہ اور احترامانہ سلوک کیا تھا' دونوں مذاہب کی تقریبات میں ان کی امداد کی تھی' لوگوں کی عزت اور دولت میں اضافہ کیا اور ان لوگوں کے ساتھ ایسا فیاضانہ اور مہربانی والا سلوک کیا تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ان قدیم بادشاہوں کا عمل رہا ہے جو کہ آج ہمیشہ اپنے عوام کے محافظ اور محسن پکارے جاتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ سے زمانے کی

تقدیس کا احترام کیا ہے اور تمام درجات و تمام طبقات کی مقامی عورتوں کا احترام اسی طرح سے کیا ہے جس طرح سے کہ وہ اپنی (عورتوں) کا کرتے ہیں۔تو پھر ہم باشندگان ہندوستان اس بنیادی ناشکری' غلیظ بغاوت اور قتل عام کی بابت کیا سوچیں گے' جبکہ ملکہ ...... جسے خدا صلہ دے گا' نے ایسی فراخدلی کے ساتھ کہ جس کی زبان وضاحت نہیں کر سکتی' برائی کے بدلے بھلائی دی ہے اوران سیاہ جرائم کو معاف کر دیا اور درگزر سے کام لیا ہے۔تمام مقامی افسران ملکہ عالیہ کی ہدایات کے مطابق اس نرمی سے لوگوں سے سلوک کر رہے ہیں کہ وہ لوگ جو اپنے گھروں کو چھوڑ گئے تھے وہ اب واپس آ رہے ہیں اور اپنی سابقہ آرام گاہوں میں آباد ہو رہے ہیں۔اللہ تعالی ایسی حکومت کی بنیادیں مضبوط کیوں نہیں کرتا اور اس کو ہمیشہ محفوظ کیوں نہیں رکھتا؟

یہ ہمیشہ حیرانگی اور سراسیمگی کی بات ہونی چاہئے کہ یہ سنگین جرائم کیوں اور کن مخصوص اسباب کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئے۔جو کچھ بھی کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ اللہ تعالی' خالق عالم کا حکم تھا اور آدمی خدا کی منشاء کے آگے دم مارنے کی مجال نہیں رکھتا۔

قلعہ سے انگریز عورت کی برآمدگی اور اس کا قتل:

شہر میں آغاز جنگ کے عین وسط میں ایک یورپی عورت مقامی لباس پہن کر محل میں داخل ہوگئی اور اسے کسی نے دیکھا بھی نہیں۔بادشاہ (51) کی چہیتی بیوی' زینت محل بیگم (52) نے اس کو بڑی حفاظت سے زنانے میں رکھ لیا لیکن [ملازمین میں سے] کسی نے حقیقت جان کر سپاہیوں کو اطلاع کر دی جس پر تقریباً ایک سو سپاہی زبردستی دیوان خاص میں داخل ہو گئے اور بادشاہ پر چلانے لگے: ''اس میم صاحب کو فوراً ہمارے حوالے کرو جس کو آپ نے محل میں چھپا رکھا ہے۔ورنہ ہم آپ کے زنانے میں داخل ہو جائیں گے اور اسے باہر کھینچ لائیں گے یوں آپ ہمیشہ کیلئے بے عزت ہو جائیں گے۔'' اس پر بادشاہ نے اس کو سپاہیوں کے حوالے کر دیا لیکن ان سے وعدہ لیا کہ وہ اسے قتل نہیں کریں گے۔وہ اسے محل سے باہر لے گئے اور جب وہ خاص بازار میں پہنچے تو انہوں نے اسے اپنی بندوقوں کے دستوں سے مارنا شروع کر دیا۔وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکی اور ان کو ملامت کرتے ہوئے

بولی: ''تم تو میرے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہو جیسے کہ تم کوئی غریب قلی ہو...... اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو اس طرح میری بے عزتی کرنے کی جگہ مجھے فوراً ہی گولی کیوں نہیں مار دیتے؟'' اس پر ان میں سے ایک نے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔(53)

اسلحہ خانے (میگزین) کی تباہی:

سپاہیوں' سوار سپاہیوں اور دیگر افراد کے بہت سے گروہ شہر کی گلیوں' کوچوں اور سڑکوں میں گھس گئے اور معزز شہریوں سے بدسلوکی کرنے لگے اور ان کو لوٹنے لگے' جبکہ بہت سے گورنمنٹ میگزین (54) کی جانب چلے گئے' اس کی چار دیواری کے بہت سے دروازے ان چار یا پانچ یورپین حوالداروں (55) نے سختی سے بند کر دیئے تھے جو اس کے اندر تھے۔ ان (حوالدار) لوگوں نے یہ دیکھ کر کہ جن حملہ آوروں کی اتنی بڑی تعداد نے انہیں گھیرے میں لے رکھا ہے ان کا وہ زیادہ دیر تک مقابلہ نہیں کر سکتے' انہوں نے چھوٹے اسلحہ کی کچھ مقدار اکٹھی کر کے اس کو آگ لگا دی۔ ان میں سے ایک تو وہیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور میگزین کی عمارتوں میں سے بھی ایک عمارت اسی وقت ہوا میں اُڑ گئی...... کوئی دو سو افراد جن میں سپاہی' پیادے اور ناظرین شامل تھے...... اس دھماکے سے مارے گئے اور بہت بڑی تعداد زخمی ہو گئی۔(56) آگ لگنے والی گولیوں سے بارود کے گولے محل تک پہنچ گئے اور بعض تو بادشاہ کے دیوان خاص میں بھی جا گرے۔ کہا جاتا ہے کہ باقی تمام یورپی لوگوں کو باغیوں اور شہریوں کے ہجوم نے قتل کر دیا۔ ☆☆ (57) جو کہ حال ہی میں (شہر میں) داخل ہوئے تھے۔ اپنی بدحواسی کی وجہ سے انہوں نے بارود خانے کے گوداموں کی لوٹ مار کو روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہر قسم کے بارود اور اسلحہ کی بہت بڑی مقدار نہ صرف باغی بلکہ شہر کے باشندے اور نواحی دیہاتوں کے افراد بھی اٹھا کر لے گئے۔ بارود خانے کی یہ لوٹ مار کئی دن تک چلتی رہی البتہ پھر اس پر قابو پا لیا گیا اور صدر دروازے پر ایک سپاہی محافظ کھڑا کر دیا گیا۔ یہ احکامات بھی جاری کیے گئے جس میں لوگوں سے کہا گیا کہ وہ جو کچھ لے گئے ہیں وہ واپس کر دیں لیکن اس بات کا بہت کم اثر ہوا۔ چھاونیوں میں موجود یورپی افسران کے بنگلے جلا دیئے گئے یا پھر تباہ کر دیئے گئے۔(58)

دہلی بنک کی لوٹ مار:

مسٹر اینڈ مسز بریسفورڈ اپنی تین نوجوان لڑکیوں اور کچھ یورپی کلرکوں کے ساتھ دہلی بنک ہاؤس میں رہتے تھے جو کہ چاندنی چوک کے قریب شہر کے قلب میں بیگم سومرو باغ میں واقع تھا۔ ان کے مردوں نے بندوقیں اٹھالیں' عورتوں نے طمنچے پکڑ لئے اور پھر انہوں نے اپنی چھت سے زبردست فائرنگ کرتے ہوئے ان بہت سے سپاہیوں اور شہر کے کالے محافظین کو قتل اور زخمی کردیا جو کہ بنک لوٹنے آئے تھے۔ البتہ حملہ آوروں میں سے بعض کوئی انتظام کر کے داخل ہوگئے اور انہوں نے بڑی تعداد میں روپیہ جمع کر کے اس میں کچھ کتابوں اور کاغذوں کو اکٹھا کرلیا اور پھر سب کو آگ لگادی۔ عمارت نے تیزی سے آگ پکڑلی اور یورپی لوگ نیچے اترنے پر مجبور ہوگئے اور تب ان سب کو ذبح کردیا گیا۔ (59)

شہر میں لوٹ مار کا تسلسل:

عام افراتفری میں شہر میں فسادات شروع ہوگئے۔ آٹھ [مسلم راجپوت] افراد کے ایک گروہ (60) نے ڈاکوؤں کے ایک گروہ کو اکٹھا کیا اور کبھی تو وہ ان کے ساتھ مل کر اور کبھی ان سے الگ ہو کر شہر کے ایک حصے کو لوٹ لیتے' اپنے اونٹوں کو سونے کی اشرفیوں زیورات اور دیگر قیمتی اشیاء سے بھر لیتے تھے اور پھر اپنے آبائی دیہاتوں کو بھاگ جاتے ...... اس سارا دن اور ساری رات شہر میں لوٹ مار جاری رہی۔ اگلے دن ایک۔ یورپی حوالدار جو اس وقت تک چھپا ہوا تھا -- سپاہیوں کے حوالے کیا گیا' وہ فتح پوری مسجد {جو شہر کی مساجد میں سے ایک ہے} تک گھسیٹ کر لے جایا گیا اور وہاں پر قتل کردیا گیا۔ (61)

رام سورام داس کے گھر پر حملہ:

زمینداران اور شہر کے مقامی باعزت و باحیثیت حضرات ان دنوں میں اپنے گھروں میں ہی رہے اور ان کو یہ امید تھی' جو اکثر صورتوں میں پوری نہ ہوئی' کہ وہ اپنی جائیداد کی حفاظت کریں گے لیکن ہجوم کے حملے کی صورت میں وہ ایسا نہیں کرسکتے تھے۔ کوئی 80 یا 100 سپاہی ڈپٹی کلکٹر رام سورام داس (62) کے گھر گئے جو چند ہفتے قبل فوت

ہوا تھا اور برطانوی حکومت کا ایک بہت ہی قابل اور بھروسہ مند ملازم خیال کیا جاتا تھا' البتہ اس کے اور شہر کے باشندوں کے درمیان طویل عرصے سے کشیدگی چل رہی تھی۔ انہوں نے وہاں اس کے خاندان کی عورتوں سے بے عزتی اور بدتمیزی کی جن میں سے بعض عورتیں تو عصمت دری کی وجہ سے جانبر نہیں رہ پائیں۔(63)

دہلی میں سپاہیوں کی قیام گاہیں:

نمبر 3 سوار رسالے کے سپاہی حیات باغ کے قریب مہتاب باغ میں قیام پذیر ہوئے جبکہ پیادہ رجمنٹوں کے سپاہی مختلف بازاروں میں دوکانوں میں پھیل گئے۔(64)

شہر کی حالت:

شہر اس بلا امتیاز لوٹ مار کی وجہ سے تیزی سے تباہ ہو رہا تھا جو کہ اب تک جاری تھی۔ انگریز افسران اور دیگر یورپی باشندوں کی لاشیں بمعہ مقامی فوجیوں کی لاشوں کے گلیوں میں بکھری پڑی تھیں اور اب تک جگمگاتا ہوا شہر خوف و ہراس' مایوسی اور آفت کا شکار ہو گیا۔

قلعہ میں یورپینوں کا قتل عام (16 مئی 1857ء)

تیسرے دن (65) یورپی شادی شدہ اور غیر شادی شدہ عورتیں بمعہ بچوں کے جن کی مختلف عمریں ایک سال سے سات سال کے درمیان تھیں اور ان میں ایک عورت کافی عرصے کی حاملہ تھی اور ایک یورپی مرد جو کل 40 افراد تھے' (66) ان سب کو شہر کے باشندوں نے سپاہیوں کے حوالے کر دیا' وہ لکھنو کے نواب وزیر (67) کے ملکیتی گھر واقع دریا گنج کہ جہاں وہ چھپے ہوئے تھے وہاں سے نکال لائے گئے اور محل میں لے جائے گئے جہاں پر ان سب کو لاہوری دروازے کے قریب قید کر دیا گیا۔ بادشاہ نے چار روز تک (68) ان کو...... اپنے دسترخوانوں سے کھانا کھلایا۔ حکیم احسن اللہ خان (69) [شاہی طبیب] اور مرزا الہی بخش (70) [بادشاہ کے رشتہ دار] نے حسین مرزا (71) یعنی بادشاہ کے وزیر کے ساتھ مل کر بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ سپاہیوں کو کسی بھی حال میں ان یورپیوں کو قتل کرنے سے روکے بلکہ ان کو صرف قید میں رکھا جائے اور اس سے التجا کی کہ "یہ عورتیں اور بچے ہیں...... ان لوگوں نے کسی کو کیا نقصان پہنچایا ہے اور

آپ کو ان کی موت سے کیا فائدہ ہوگا؟'' بادشاہ نے ان درخواستوں پر عمل کیا اور باغیوں کو حکم جاری کر دیا گیا(72) لیکن جب موخر الذکر کو یہ پتہ چلا کہ بادشاہ نے ان کی قید میں بھی ان کو کھانا کھلایا ہے تو ان کو شبہہ ہوا کہ وہ (بادشاہ) بھی انگریزوں کے ساتھ ملا ہوا ہے اور پھر اس (بادشاہ) کو بھی ان کی موت میں شامل کرنے کا طے کر لیا۔ نتیجتاً ان کی قید کے چوتھے یا پانچویں روز (73) سارے گروہ کو باہر لے جایا گیا...... پیپل کے درخت کے پاس کم گہری (Shallow) ٹنکی کے سامنے لائے (74) وہ سب سپاہیوں اور فوجیوں سے گھرے ہوئے تھے۔ بادشاہ رونے لگا اور یہ کہتے ہوئے باغیوں سے التجا کی کہ وہ بے بس عورتوں اور بچوں کی جانیں مت لیں: '' کچھ ڈرو...... اگر تم ایسا کام کرو گے تو خدا کا قہر و عذاب مجھ پر پڑے گا۔ معصوم لوگوں کو کیوں قتل کرتے ہو؟'' باغیوں نے (کچھ بھی) سننے سے انکار کر دیا اور جواب دیا: ''ہم انہیں قتل کر دیں گے اور وہ بھی آپ کے محل میں تاکہ جو کچھ بھی نتیجہ نکلے گا اس میں آپ بھی اس کام میں شریک خیال کئے جائیں گے اور انگریز بھی آپ کو برابر کا قصوروار گردانیں گے۔'' پھر کچھ فاصلے پر بادشاہ کے [ملازموں نے] کہ جن کا سردار جمعدار حمید خان رام پوری تھا' نے اور نمبر 3 رسالے کے سواروں نے اپنی تلواروں سے عورتوں اور بچوں کو قتل کرنا شروع کر دیا(75) لیکن [ملازمین] قتل کرنے میں سب سے زیادہ سرگرم تھے اور زیادہ تعداد کو انہی نے قتل کیا۔ (76) اس قتلِ عام کے ابھارنے والے تلیر خان' (77) میرٹھ کے نمبر 3 سوار دستے کا صوبیدار [مقامی افسر] اور بادشاہ کا بیٹا مرزا مغل (78) تھے۔

☆☆☆

انگریزی دور میں بربادی پر مصنف کی رائے:

دہلی کے واقعات کی خبر اب مشرق' مغرب' شمال اور جنوب میں پھیل چکی تھی۔ راستے محفوظ نہ رہے تھے اور جو راستوں پر سفر کرنا چاہتے تھے وہ راستے میں ہی روک دیئے جاتے تھے۔ ذرائع اطلاعات بند کر دیئے گئے تھے۔ ایک دیہات دوسرے دیہات پر حملہ کرتا تھا۔ طاقتور کمزور کو دباتا تھا...... جرم حاکمیت پر غالب تھا اور ہر قسم کے

ہتھیار بڑی تعداد میں تیار کیے جاتے تھے [ان علاقوں میں] گیارہ روز میں چودہ ہزار جنگلی کلہاڑیاں اور آٹھ ہزار توڑے دار بندوقیں تیار کی گئیں۔ زراعت بڑی حد تک متاثر ہوئی اور ملک کے عوام کے حالات مرہٹوں یا سکھوں کے عہد کے دوران کی خراب حالت تک پہنچ گئے۔ امن' اعتماد اور تحفظ سرزمین سے غائب ہو چکے تھے اور ان کی جگہ ایک بالکل مختلف حالت سامنے آئی تھی۔ ہزاروں زندگیاں قربان ہوگئی تھیں۔ جو لوگ جاگیروں [عطائے اراضی] کے دوبارہ قبضے سے برباد ہو گئے تھے' یا دیوانی عدالتوں کے احکامات سے کنگال ہوئے تھے' یا مہاجنوں نے ان کو بے دخل کر دیا تھا' وہ بدامنی میں دل و جان لگا بیٹھے تھے یہاں تک کہ بہت سے قتل ہو گئے۔ حملہ آور دراصل دوسروں کی حرص و لالچ کا شکار تھے اور وہ جائیداد جو قانون کے دانتوں سے نکل گئی ہوئی تھی وہ زیادہ تر ان حملوں میں برباد ہوگئی تھی (79) البتہ یہ کہنا چاہئے کہ لوگوں کی جنگی تیاریاں برطانوی حکومت کے خلاف نہ تھیں بلکہ ان کے اپنے پڑوسیوں سے خود کو محفوظ رکھنے کے نقطہ نظر سے تھیں۔ کیونکہ اکثر معاملات میں پرانی رقابتیں تازہ ہوگئیں تھیں...... وہ رقابتیں جو فراموش نہ ہوئی تھیں لیکن جو حکومت کے مضبوط ہاتھ نے برسوں سے دبا رکھی تھیں۔ مزید یہ کہ (ظالم) مہاجنوں کے ہاں (انگریزی دور میں) دولت جمع کرنے کیلئے عام لوٹ مار جاری تھی اور جنگل کی آگ کی طرح سے پھیل گئی تھی۔ اب مسلم آبادی کی بڑی تعداد (80) انگریزوں کے خلاف ان کا قلع قمع کرنے کے لئے اس جنگ میں حصہ لینے کے لئے دہلی کو مضبوط کرنے لگی۔ جہاں تک بھی باغی پھیلے تھے وہاں پر دارالخلافہ میں ایک بھی عیسائی زندہ نہ بچا تھا۔ اب سپاہیوں نے قتل کے ساتھ ساتھ بلاامتیاز لوٹ کی شروعات بھی کر دی اور بہت سے معزز لوگوں کو اس شبہ میں مار دیا کہ شاید وہ برطانیہ سے سازش رکھتے تھے لیکن حقیقت میں (اس لئے قتل) کیا کیونکہ وہ ان کا مطالبہ پورا نہیں کرتے تھے۔

میر نواب کا کوتوال مقرر ہونا (14 مئی 1857ء):

جلد ہی دہلی میں باغی رجمنٹیں کونسل میں اکٹھی ہوئیں (81) اور یہ طے کیا کہ دیگر مقامات سے مزید امداد حاصل کی جائے۔ بادشاہ نے بھی سوار اور پیادہ افواج کے

افسران سے مشورہ کر کے میر نواب (82)......کو [سابقہ عہدیدار] (83) کی جگہ پر [کوتوال] مقرر کیا جو کہ جنگ کے آغاز پر فرار ہو گیا تھا تا کہ شہر میں قانون کا نفاذ ہو اور مفرور مجرموں تک رسائی حاصل کی جائے۔

کیپٹن صاحب اور اس کے ساتھی انگریزوں کا قتل (15 مئی 1857ء):

کوئی چار یا پانچ یورپی مرد جن میں سے ایک ''کیپٹن صاحب'' کر کے مشہور تھا خود کو چار روز تک وزیر لکھنؤ کے مکان کے (تہ خانے) میں چھپانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ لیکن شدید پیاس سے تنگ آ کر ان میں سے ایک پانی لینے باہر نکلا۔ بدقسمتی سے اس کو ایک پڑوسی نے دیکھ لیا جس نے جا کر سپاہیوں کو بتایا کہ یورپی چھپے ہوئے...... ہیں۔ سو سے زیادہ باغی فوراً اس مکان پر پہنچ گئے۔ ایک گروہ نے اس کو گھیر لیا جبکہ باقی تہ خانے میں چلے گئے۔ کیپٹن صاحب جس کے پاس واحد بندوق تھی اس نے ایک سپاہی کو گولی ماردی جب کہ باقی کچھ دیر کے لئے پیچھے ہٹ گئے۔ لیکن جلد ہی طاقت کے ساتھ آئے اور اندر داخل ہو گئے اور باقی صاحب کھار کر کیپٹن صاحب کو اپنے ساتھ لے گئے۔ وہ شخص ہیرکولس کی طاقت' حوصلہ مند اور عمدہ جسامت کا حامل تھا۔ وہ اس کو گھسیٹتے ہوئے (کوتوالی) تک لے گئے اور اس کی عمارت کے آگے اس کو قتل کر دیا۔ (84)

کم سن اسکنر کا قتل (17 مئی 1857ء):

اس کے دو روز بعد ایک بچہ اسکنر ابن جوزف اسکنر مشہور عام کرنل اسکنر کا پوتا تھا (85) وہ مقامی لباس میں ملبوس' صاحبہ باغ کے پاس سے گزر رہا تھا کہ کچھ شہریوں نے اسے پہچان لیا اور سپاہیوں کو اطلاع کر دی جنہوں نے آ کر اسے گرفتار کر لیا اور اسے گولی مارنے کی نیت ہی کرتے تھے کہ سوار دستے کے ایک شخص نے مداخلت کی اور ان کو تجویز دی کہ وہ اسے محل میں لے جائیں اور وہاں اسے قتل کریں...... وہ اس نیت سے روانہ ہوئے مگر ابھی (کوتوالی) تک ہی پہنچے ہوں گے کہ اس گروہ کے ایک شخص نے اس لڑکے کو گولی ماردی اسے گولی جسم میں لگی لیکن وہ تب تک نہیں گرا جب تک کہ ایک سپاہی نے اس کا سر تن سے جدا نہ کر دیا۔ (86)

انگریز بینڈ ماسٹر کا قتل (16 مئی 1857ء)

ایک اور یورپی جو باجہ والا (بینڈ ماسٹر) کر کے مشہور تھا...... جو کلیساء کا ساز بجاتا تھا اور اس کے چھوٹے بیٹے کو جنگ کے آغاز کے عین وقت پر جوان بخت (87) [بادشاہ کے بیٹوں میں سے ایک] نے اطلاع کر دی تھی۔ وہ زینت محل کی پناہ میں تھا اور وہاں اسے اپنی اور اپنے بیٹے کی زندگی محفوظ رہنے کی امید تھی۔ اس (زینت محل) نے انہیں پانچ روز تک اپنے کمرے میں چھپائے رکھا لیکن چھٹے روز انہیں بتا دیا کہ اگر وہ یہاں رہیں گے تو ضرور قتل کر دئے جائیں گے۔ لہٰذا باپ بیٹے بھیس تبدیل کر کے محل سے ننگے پیر نکلے۔ فتح پور مسجد (88) تک آ کر لوگوں نے ان کو پہچان لیا جوان کو پیٹنے کے بعد سپاہیوں کے پاس لے گئے اور ان کو گولی ماردی۔ (89)

کوتوال کی معزولی:

دہلی کی عوام نے لوٹ مار اور تشدد کہ جس کا وہ ہر روز اور تقریباً ہر گھنٹے سامنا کرتے تھے اتنی سختی سے شکایات کیں کہ ان کی شکایات بادشاہ تک پہنچ گئیں جس نے [کوتوال کو] کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ پر پہاڑ گنج کے تھانیدار [سینئر پولیس آفیسر] معزالدین حسین کو (90) مقرر کیا لیکن وہ بھی عام لوٹ مار اور دست اندازی کو روکنے میں ناکام رہا اور چند روز کے بعد اسے بھی فارغ کر دیا۔

شبہات کی بنا پر قتل و غارت:

وہ تمام لوگ جو کہ عیسائی گردان کر گرفتار کیے جاتے تھے ان کو محل کے اندر یا شہر [کی کوتوالی] میں سخت نگرانی میں رکھا جاتا تھا یہاں تک کہ حقائق کی چھان بین کی جاتی تھی جب کہ ان کی رہائی یا موت صرف سپاہیوں کی مرضی پر مبنی تھی جو سب سے زیادہ طاقتور تھے۔ بلاشبہ بہت ہی کم یہاں [ان مقامات] تک پہنچے کیونکہ اکثر معاملات میں وہ سپاہی جوان کو گرفتار کرتے تھے وہ ان کو حقیقی عیسائی مان لیتے تھے یا پھر وہ لوگ خود ہی اپنا خاتمہ کر لیتے تھے اور پھر دوستوں کے اکسانے پر وہ (سپاہی) ان کو فوراً قتل کر دیتے تھے۔

شہر کے دفاع کے انتظامات:

اب شہر کے دفاع کے لئے درج ذیل انتظامات کئے جا رہے تھے:

ہر دروازے پر 4 سو سپاہی اور دو توپیں نصب کی گئی تھیں۔ سواروں کے بڑے دستے محل کے اندر مقرر کئے گئے تھے...... ایک دستے کو صدر دروازے پر جبکہ دوسرے کو دیوان خاص کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ توپ خانے کی پوری طرح سے مسلح گھوڑوں سے کھینچنے والی 6 توپیں دیوان عام [عوام کو سننے والا ہال] کے آگے نصب کی گئیں۔ میر نواب جو [اب] شہر کے باغیوں کا سرغنہ اور سردار تھا اس نے باغی افسران سے مشورے کے بعد ضلع گوڑ گاؤں کا محاصرہ کرنے اور اس جگہ کے سول افسران کو گرفتار کرنے کا (منصوبہ) طے کیا۔ وہ اس غرض سے ایک مضبوط فوج کے ساتھ روانہ ہوا لیکن (وہاں کا) مجسٹریٹ مسٹر فورڈ فرار ہو گیا...... تب میر کے گروہ نے یہ سلوک دیہاتیوں کے ساتھ کیا اور سرکاری دفاتر اور گھروں کو آگ لگا کر دہلی واپس آ گئے۔ گوڑ گاؤں کا ڈپٹی کلکٹر اور بہت سے دیسی افسران خود کو چھپانے میں کامیاب ہو گئے اور حملہ آوروں کے چنگل سے بچ نکلے۔ (91)

نواب جھجھر کے نام باغیوں کا خط:

باغی فوج نے ایک سپاہی کو ایک خط کے ساتھ عبدالرحمٰن خان' نواب جھجھر کے پاس بھیجا جس میں اس سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ان کے ساتھ شامل ہو جائے اور ان کی اس کام میں مدد کرے اور اس کے انکار کرنے کی صورت میں اس کے خلاف کارروائی کی دھمکی تھی۔ اس (نواب) نے پچاس گھڑ سوار بظاہر امداد کے طور پر روانہ کئے لیکن دراصل ان کا مقصد باغیوں کو گمراہ کرنا تھا اور اس پر حملے سے انہیں روکنا تھا اور (ساتھ ہی یہ) کہلا بھیجا کہ وہ ہراول دستے کے طور پر فوراً اپنی جمعیت بھیج رہا ہے البتہ ان کے لئے ایک بڑی فوج تیار کر رہا ہے۔ اسی وقت اس نے قاصد سپاہی کو دو سو روپے ہدیہ بھی پیش کیا۔ نیتجتاً جھجھر کے خلاف پیش قدمی روک دی گئی (92) اور اس کی جگہ روہتک کے لئے فوج جمع ہوئی جس کی سالاری مرزا ابوبکر نبیرہ بادشاہ (دہلی) کو دی گئی اور نواب میر بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔

ریواڑی اور بلب گڑھ سے رابطے:

دریں اثناء دہلی میں خبریں آئیں کہ ریواڑی کے راؤ تولا رام (93) نے اپنے علاقے پر قبضہ کرلیا ہے اور اپنے راجہ ہونے کا اعلان کیا ہے اور ہر طرف لوٹ مار کررہا ہے۔ بادشاہ بہت پریشان ہوا کیونکہ تھوڑا عرصہ پہلے ہی تولا رام نے اس (بادشاہ) کو اپنے اتحاد کی [درخواستیں] ارسال کی تھیں (94) راجہ بلب گڑھ (95) نے بھی اسی طرح کی [درخواست] ارسال کی جس پر باغیوں نے اس کو فوراً شامل ہونے ورنہ نتائج کے لئے تیار رہنے کا کہا۔ ان کی جانب سے اطلاع پاکر راجہ ایک سو سواروں کے ساتھ دہلی کے لئے روانہ ہوا اور شہر کے قریب آکر طلوع (آفتاب) سے قبل حکیم احسن اللہ خان کو اپنی آمد کی اطلاع کی جس نے ایک تجربہ کار شخص ہونے کی بناء پر اور ذہانت کی وجہ سے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ برطانیوں کا خیر خواہ ہونے کی بناء پر اس کو جواب دیتے ہوئے بتلایا کہ وہ کسی بھی صورت میں شہر میں نہ آئے بلکہ فوراً واپس چلا جائے کیونکہ باغی فوج اس کا سامان لوٹنے اور ان کو تباہ کردینے کی غرض سے اس پر حملہ کردے گی۔ اس پر راجہ اپنے قدموں پر واپس چلا گیا۔

راول جی جے پوری کی چالاکی:

جے پور (96) کا ایک بہت باا ثر اور بہت مالدار جاگیردار راول جی راجہ (جے پور) کی ملازمت سے برطرف ہونے کی وجہ سے اپنے ملک کو ناراضگی کی وجہ سے چھوڑ کر کچھ عرصے سے دہلی میں مقیم تھے۔ اس کے ساتھ سواروں اور پیادوں کا ایک دستہ تھا اور اسی طرح سے اس سے باغیوں نے اپنے ساتھ شامل ہونے کا مطالبہ کیا۔ ایک ہوشیار شخص ہونے کی وجہ سے اس نے جواب دیا کہ وہ اس کام کیلئے تیار ہے اور اس کا خواہشمند (بھی) ہے اور بلاشبہ وہ اس دعوت کا بے صبری سے انتظار کررہا تھا لیکن چونکہ اس کے پاس فوج بہت کم تھی لہٰذا وہ فوراً جے پور واپس جائے گا' ایک زبردست فوج اکٹھی کرے گا اور تیزی سے واپس لوٹ کر خود کو ان کے ساتھ اور ان کے مقصد کے ساتھ شریک کرے گا۔ سرکردہ باغی افسران نے اس بات کی زبردست تائید کی اور راول جی بڑی شان وشوکت سے جے

پور روانہ ہوا اور پھر کبھی بھی واپس نہیں آیا......

عید الفطر کے حالات (25 مئی 1857ء):

اب رمضان [مسلمانوں کا تہوار اور روزہ] ختم ہو چکا تھا اور عید [ایک تہوار جو رمضان کے بعد آتا ہے] کی پہلی (تاریخ) آ گئی تھی۔ (97) ایک افواہ پورے شہر میں اڑی کہ جب بادشاہ اور اس کے متبعین عید گاہ [تہوار منانے کی جگہ] نماز کے اجتماع میں جائیں گے تو میرٹھ کی جانب سے انگریزی دستے دہلی پر حملہ کر کے داخل ہو جائیں گے۔ ضعیف بادشاہ اپنی پیرانہ سالی کی وجہ سے یا پھر حملے کے ڈر سے (نمازیوں کی) جمعیت کے ساتھ نہیں گیا لیکن اس کے لڑکے مرزا مغل، مرزا خضر سلطان (98) اور اس کا پوتا ابوبکر (99) 250 سواروں ...... پیادوں کی ایک رجمنٹ اور تین توپوں کے ساتھ بڑی شان سے باجے بجاتے ہوئے اور جھنڈے لہراتے ہوئے نکلے۔ اب ایسا ہوا کہ اسی وقت غازی آباد (100) کے بااثر زمیندار [مالکان اراضی] بشن سنگھ اور بھگوت سنگھ (101) بادشاہ کو نذر [تقریباتی تحفہ] دینے اور سلامی پیش کرنے دہلی آ رہے تھے اور مسلمانوں کی بھی ایک بڑی تعداد عید کے لئے شہر کی جانب آ رہی تھی۔ بادشاہ [برجی کے ایک کمرے میں] بیٹھا ہوا تھا اور دریا کا نظارہ کر رہا تھا اور لوگوں کے اتنے جم غفیر کو دیکھ کر فوراً اس نتیجے پر پہنچا کہ مذکورہ بالا خبریں درست تھیں اور انگریزی فوج فی الحقیقت آ گئی ہے۔ جس پر اس نے فوراً ایک [اونٹ سوار] جلدی سے عید گاہ روانہ کیا اور اس کو حکم دیا کہ سپاہیوں کو ان کی قسمت پر چھوڑ دو اور خود فوراً محل میں واپس آ جاؤ کیونکہ اتنی زیادہ گرد و غبار سے ثابت ہو رہا ہے کہ کوئی فوج آ رہی ہے اور جمنا کے پل کے پاس پہنچ گئی ہے۔ اس حکم کے ملتے ہی شہزادے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور اتنے دہشت زدہ ہو کر بھاگے کہ جس کو بیان کرنے کے لئے زبان نہیں ملتی۔ فوجیوں نے بھی افراتفری میں ایک پریشان اور اچانک چونک جانے والے ہجوم کی اتباع کی اور اپنی توپیں، سوار دستے کا بہت سا سامان یہاں تک اپنا بہت سا اسلحہ بھی عید گاہ میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ شہر پہنچ کر انہیں پتہ چلا کہ غازی آباد کے زمیندار ہی اس بدحواسی کا واحد سبب تھے۔

حکیم احسن اللہ کا بادشاہ کی جانب سے انگریزوں کو خفیہ خط:

حکیم احسن اللہ خان نے گویا بادشاہ کی جانب سے ایک خط ان حقائق کی تفصیل بتاتے ہوئے میرٹھ میں برطانوی حکومت کے نمائندے کو ایک خفیہ پیغام رساں کے ذریعے بھیجا اور (اس میں) کہا گیا کہ: ''میں دم مارنے کی بھی مجال نہیں رکھتا...... آپ مجھے اس طرح سے چھوڑ گئے ہیں۔ آپ کی فوج کا باغی حصہ اپنی مرضی اور خوشی سے اسی شہر میں داخل ہوگیا اور آپ کے لوگوں اور آپ کی عورتوں اور بچوں کو قتل کر دیا۔ اس لمحے تک اس علاقے کی تباہی ہو رہی ہے۔ میں حقیقت میں بالکل بے بس ہوں آپ کو جس طرح سے بھی ہو اپنی فوج بھیجئے اور ان کو دہلی سے باہر نکالئے۔''(102)

شاہی فوج کی روہتک روانگی (مئی 1857ء):

جہاں تک برطانوی حکومت کا تعلق ہے تو اس نکتے تک تو بادشاہ بالکل سچا اور صاف دکھائی دیتا ہے لیکن اسی شام کو میر نواب اور مرزا ابوبکر نبیرہ بادشاہ (دہلی) کے مشورے اور بہانے سے دو پیادہ رجمنٹیں معہ تین توپوں کے اور کچھ باقاعدہ سواروں کے روہتک بھیج دی گئیں۔ (103)

مصنف مبارک شاہ کے منڈھ پولیس اسٹیشن پر تعیناتی کے حالات:

روہتک روڈ پر دہلی سے تقریباً [بارہ میل] منڈھ (104) کے پولیس تھانے (اسٹیشن) میں سید مبارک شاہ (105) تھانیدار تھا ☆☆☆۔ جنگ کے آغاز سے یہ افسر اپنے عہدے پر تعینات تھا حالانکہ اس کو مارے جانے اور بے دخل کئے جانے کا بھی خدشہ تھا۔ روزانہ برطانوی افواج کی آمد کی توقع پر اس نے اپنی پوری استعداد سے امن و امان قائم کیا ہوا تھا اور یہ (امید تھی) کہ جلد ہی پہلے جیسے حالات ہو جائیں گے۔ (106) جب تک مبارک شاہ وہاں رہا' منڈھ کے آدمیوں نے کوئی زیادتیاں نہیں کیں لیکن نواحی دیہاتوں کے لوگ کئی ڈاکوں اور قتل میں ملوث تھے۔

مصنف کے حالات اور روہتک پر حملہ (مئی 1857ء):

جب تھانیدار نے دیکھا کہ دہلی ڈویژن میں وہ واحد حکومتی افسر رہ گیا ہے تو اس نے روہتک کے مجسٹریٹ (107) کو درخواست بھیجی جس میں اردگرد کے علاقے کی حالت

بیان کی اور اس سے درخواست کی کہ وہ اس کو باغیوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہونے کے لئے دوسو گھڑ سواروں کی مدد فراہم کرے۔ جواب آیا کہ کوئی سپاہی نہیں بھیجا جا سکتا کیونکہ جن افراد پر (پولیس کی) جمعیت مشتمل تھی اس نے بغاوت کر دی ہے...... البتہ جہاں پر وہ تعینات ہے اگر وہاں کا سنبھالنا مشکل ہو تو (اب) اس پر سمپلہ (108) [کے پولیس اسٹیشن] کی ذمہ داری ہے۔ دہلی کے باغیوں کے منڈھ آنے پر انہوں نے تھانیدار کو بلایا اور پوچھا کہ یہ کس کا تھانہ تھا؟ اس نے جواب دیا: ''بادشاہ کا''...... اس پر انہوں نے کہا: ''تم کس کی جانب ہو؟'' اس نے جواب دیا ''سچے ایمان کی جانب'' اس پر وہ دستہ روہتک کی جانب چلا گیا...... اور ان جوابوں کے ذریعہ تھانیدار نے اپنی جان بچائی۔ یہ دستہ ذرا دیر کو سمپلہ رکا اور وہاں سے خط کے ذریعے روہتک خزانے کے محافظ سے رابطہ کیا جس نے ان کو بتایا کہ بلاخوف چلے آؤ کیونکہ وہ بھی ''ان کے ساتھ'' ہیں۔ مجسٹریٹ مسٹر لاک یہ جان کر کے سپاہی احکامات نہیں مانیں گے اور وہ عملی طور پر خزانے کا قبضہ حاصل کر چکے ہیں' چار یا پانچ وفادار مقامیوں کے ساتھ اس اسٹیشن سے نکل گیا اور حفاظت سے پانی پت کو فرار ہو گیا۔ اگلے روز باغی فوج روہتک میں داخل ہو گئی' سول لائنز میں ہر گھر کو لوٹا اور جلا دیا' شہر کو لوٹا' مردوں سے بدسلوکی کی' عورتوں کی بے حرمتی کی...... میر نواب خود بھی قیمتی زیورات سے لدی ہوئی تین خوبصورت ہندو لڑکیوں کو اٹھا لایا۔ پھر مرزا ابوبکر اور اس کی حملہ آور فوج سارے خزانے کو لے کر غدار محافظ سپاہیوں کے ہمراہ دہلی واپس آ گئی (109) جب وہ منڈھ سے گزرے تو انہوں نے تھانے دار مبارک شاہ کو بھی گھیر لیا اور اس کو اپنے ساتھ لے گئے کیونکہ انہیں اس پر انگریزوں کا دوست ہونے کا شبہ تھا ☆☆☆☆☆☆☆۔ (110)

مصنف کا دہلی میں قیام:

تھانیدار کو دھمکی دی گئی کہ اگر وہ شہر دہلی سے باہر نکلا تو فوراً قتل کر دیا جائے گا لہٰذا وہ اپنے ایک پرانے دوست عبدالوحود ☆☆☆☆☆☆☆ (111) ساکن سہارن پور (112) کے ساتھ رہا جو کہ کمشنر مسٹر فریزر کے دفتر میں ملازم تھا۔ یہ دونوں بڑی بے تابی سے فرار ہونے کا موقع تلاش کرتے رہے لیکن تمام دروازوں پر دن رات کی کڑی نگرانی کے نتیجے میں ایسا کرنے سے قاصر تھے۔

نمبر 60 پیادہ فوج کی بغاوت (مئی 1857ء):

جیسا کہ پہلے ہی بیان کیا جاچکا ہے روہتک کا مجسٹریٹ حفاظت سے پانی پت پہنچ گیا تھا اور کچھ فوج حاصل کر کے اپنے مقام پر واپس جانے کی امید پر وہاں کچھ دیر رکا رہا۔ نمبر 60 مقامی پیادہ فوج کو وہاں جانے کا حکم دیا گیا۔ روہتک آ کر (اس فوج نے) دہلی کی فوج کے تمام حالات سنے جو کہ اس کے (جانے کے) بعد پیش آئے تھے اور یوں وہ (نمبر 60) بھی کھلی بغاوت پر اتر آئے لیکن انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے افسران کی جانب نہیں بڑھائے۔ انہوں نے ان کو صرف یہ کہا کہ 'دفع ہو جاؤ' لہٰذا وہ (انگریز افسران) اور مجسٹریٹ چلے گئے جبکہ نمبر 60 دہلی روانہ ہوگئی۔ (113)

حصار میں جنگ کا آغاز (مئی 1857ء):

حصار (114) میں خزانے کے محافظین ہریانہ لائٹ انفنٹری کے ایک دستے پر مشتمل تھے جو کہ ہانسی (115) پر تعینات تھی۔ جب دہلی کے باغی فوجیوں کی اطلاع اول الذکر مقام پر پہنچی تو (حصار کے حاکم) بہادر جنگ خان (116) کی سوار دستوں نے' جو کہ مجسٹریٹ کے ساتھ اپنے فرائض کی انجام دہی پر تھے' شاہراہ پر لوٹ مار شروع کردی۔ مسٹر ویڈربرن (117) نے شاہ نور خان (118) [سواروں کے افسر] کو بلا بھیجا اور اسے قانون نافذ کرنے کا حکم دیا کیونکہ پورے علاقے میں بدامنی بہت پھیلی ہوئی تھی۔ اس پر [افسر] نے اپنے مالک راجہ (119) کو سو 100 اضافی سپاہیوں کی امداد کے لئے لکھا جو کہ جلد ہی آ گئے......اور قلعے کے باہر باغ میں شاہ نور خان اور اس کے آدمیوں کے ساتھ مگر اس سے الگ (مقام) پر خیمہ زن ہو گئے۔

ہانسی میں کشیدگی:

ہریانہ انفنٹری رجمنٹ اور نمبر 4 بے قاعدہ سوار دستے کے ٹکڑی جو کہ میجر مارٹن (120) کی سرکردگی میں' جبکہ وہ اصل فوج کے ساتھ کرنال کی جانب پیش قدمی کر رہا تھا' ہانسی سے نکل آئی اور انہوں نے بغاوت کا ارادہ کیا اور پانچ سپاہی اپنے ساتھیوں کو بغاوت کرنے اور یورپیوں کو قتل اور خزانہ پر قبضہ کرنے کی ہدایت دینے کی غرض سے حصار بھیجے جیسا کہ خود ہانسی میں ان کے کرنے کا ارادہ تھا۔ موخرالذکر مقام کے

افسران نے ان منصوبوں کا سن کر بارود خانہ اڑانے کا ارادہ کیا لیکن ان خبردار سپاہیوں نے ان کو روک دیا جو پہلے ہی اس جگہ پر قبضہ کر چکے تھے۔ کیپٹن اسٹیفورڈ جو رجمنٹ کی کمان کر رہا تھا۔(121) ٹاپ سیل کلکٹر کسٹمز،(122) ڈاکٹر ریچ (123) اور تمام عورتیں اور بچے، جند(124) کی جانب فرار ہو گئے۔ لیکن ڈاکٹر اور 3 یا 4 یورپی افراد سپاہیوں کے ہتھے چڑھ گئے اور قتل کر دیئے گئے۔

یورپی زمیندار کا قتل:

ہانسی میں سنگین حالات دیکھ کر ایک یورپی [زمیندار] جس کا نام پال تھا، اپنی بیوی اور 9 بچوں کے ساتھ حصار روانہ ہوا لیکن راستے میں اسے وہ پانچ سپاہی [جو کہ اس مقام پر بھیجے گئے تھے جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے] اور ہریانیوں کی جمعیت مل گئی جو کہ حصار میں بغاوت کر کے رجمنٹ کے صدر مقاموں کے ساتھ ملنے کے لئے جا رہے تھے۔ انہوں نے بے بس پال اور اس کے خاندان کو گرفتار کر لیا اور اگرچہ اس نے ان کو بار بار یقین دلایا کہ اس کا حکومت اور ان کی شکایت سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس کی بحث واحتجاج بالکل بے سود تھے اور وہ اپنے پورے خاندان کے ساتھ ذبح کر دیا گیا(125) سپاہیوں کی جمعیت کے پاس حکومتی خزانے کے انیس ہزار روپے کے علاوہ دیگر کئی مقامات بشمول کسٹمز لائن کا قبضہ میں لیا گیا روپیہ بھی تھا۔

قلعہ حصار کے حالات (مئی 1857ء):

نمبر 4 بے قاعدہ (رسالے) کے پانچ سپاہی جو حصار روانہ کئے گئے تھے وہ قلعہ تک سوار ہو کر آئے اور دروازے کو کھولنے کا حکم دیا (اور یوں کہا کہ) روسی فوج آ گئی ہے(126) تمام یورپی باشندے اور خزانے کے محافظ دستے کے سپاہی قلعے کے اندر تھے۔ جب موخرالذکر نے ہانسی کے واقعات کی تفصیلات سنیں تو انہوں نے خطرے کی گھنٹیاں بجائیں (127) اور [لیفٹننٹ] بارویل دی ایڈ جوئنٹ (128) جو کہ موقع پر جا رہا تھا اس کو گولی مار کر ہلاک کر دیا۔ سپاہیوں نے مسز بارویل، مسز ویڈر برن اور اس کے کم سن بچے کو قیدی بنا لیا اور ان کو رجمنٹ کے [کمانڈر] نے جنگ میں شامل ہونے والے مسلمانوں کی ایک جمعیت کے سپرد کر دیا، جن کا سربراہ مسلمان نائب مجسٹریٹ کا

رشتہ دار تھا۔ یہ شیطان عورتوں کو ایک [غسل خانے کی] جگہ میں لے گیا اور ان کو قتل کر دیا، بچہ بھی اپنی ماں کی قسمت میں شریک ہو گیا۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مسز ویڈر برن کے لمبے بال نیچے گرے تو اس نے اس بات کی اجازت چاہی کہ وہ اس کو اٹھا لے تا کہ یہ تلوار کی ضرب میں مزاحم نہ ہوں اور یوں مرنے میں تاخیر نہ ہو (129) مسز اسمتھ [عدالتی عمارت سے] فرار ہو کر گھنے جنگل میں نکل گئی۔ مسز اسمتھ اور اس کے بچے کچھ دیر اپنے باغ میں چھپے رہے لیکن چونکہ وہ پیاس سے نڈھال ہو رہے تھے لہذا وہ تھوڑا سا پانی لانے نہر تک گئی اور اسے دیکھ لیا گیا اور قتل کر دیا گیا۔۔۔ غریب بچوں کی نشاندہی ان کے مسلمان نوکر نے کر دی اور سب کے سب ذبح کر دئے گئے (130) مسٹر ویڈر برن پہلا شخص تھا جس کو خزانے پر فرائض انجام دینے والے سپاہیوں نے [عدالت کی عمارت کے] اندر گولی ماری تھی۔ مسٹر جیفری، کلکٹریٹ کلرک، کو پناہ مل گئی تھی اور اس کو دھیان سنگھ کے ایک بیٹے نے چھپا لیا تھا۔ (131)

جب ہریانہ کی کمپنی کے سپاہیوں نے ان تمام یورپینوں کو ختم کر دیا جو انہیں مل سکے تھے تو انہوں نے خزانے پر قبضہ کر لیا جس کی مالیت ایک لاکھ چھپن ہزار روپیہ تھی اور اسے کمشنر کی بگھی میں رکھ دیا جس پر انہوں نے اس مقصد سے قبضہ کیا تھا اور پھر اسے اپنے ساتھ ہانسی لے آئے۔ حصار اور ہانسی میں تمام سرکاری دفاتر جلا دیئے گئے اور مکمل طور پر تباہ کر دیئے گئے تھے۔ اس کے بعد ہریانہ لائٹ انفنٹری کے تمام اراکین نمبر 4 بے قاعدہ سوار فوج کے سو آدمیوں کے ہمراہ خزانہ اور اسلحہ کا ذخیرہ ساتھ لے کر دہلی کو روانہ ہوئے اور نجف گڑھ کے راستے نکلے لیکن شارع عام سے ہٹ کر آگے بڑھے۔ راستے میں انہوں نے مال غنیمت کا بڑا حصہ آپس میں تقسیم کر لیا لیکن اس کا ایک حصہ بادشاہ کے لئے الگ رکھ دیا۔

لرزا (ہریانہ) میں بغاوت (مئی 1857ء):

ہریانہ کے دستوں کی تین کمپنیاں اور نمبر 4 بے قاعدہ سوار فوج کے دو سو سپاہی لرزا میں امام خان (132) کی زیر سرکردگی تعینات تھے۔ جب ہانسی میں صدر مقام میں ان کی رجمنٹوں کی بغاوت کی اطلاع ان کو ملی تو انہوں نے بھی ان کی تقلید کرنے کا طے کیا

اور سپاہی ان سے ملنے کو چل پڑے۔ان کی نیت کا علم ہونے پر کیپٹن رابرٹ سن' سپرنٹنڈنٹ (133) نے قصبے اور دیہاتوں کے عوام سے کہا کہ وہ فوجیوں کو غیر مسلح کر دیں لیکن انہوں نے سپاہیوں سے مقابلے کی اپنی نا اہلیت بیان کرتے ہوئے انکار کر دیا۔جلد ہی سوار اور پیادے دونوں ہی کھلم کھلا بغاوت پر اتر آئے۔ان سے [پیادہ فوج کے کمانڈنگ آفیسر] نے کہا کہ تمام یورپینوں کو قتل کر دیں' جبکہ [سوار دستے کے کمانڈر نے] ان کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کر دیا اور ان کو یہ کہتے ہوئے قتل و غارت کی اجازت دینے سے انکار کر دیا کہ ان افراد نے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا ہے بلکہ اس کے برعکس ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔سواروں اور پیادوں نے خزانے میں موجود چھتیس ہزار روپیہ پر قبضہ کر لیا اور سیدھے دہلی روانہ ہو گئے انہوں نے خزانے کا کوئی حصہ خود نہیں رکھا بلکہ یہ سارا ہی بادشاہ کے پاس لے گئے۔

پہاڑی پر قبضے کا پروگرام اور انقلابی سپاہیوں کی کاہلی کے حالات:

اب دہلی میں اتنی بڑی تعداد میں فوج اکٹھی ہو گئی تھی کہ بادشاہ کے بیٹے مرزا مغل اور باغی فوج کے افسران نے اجلاس بلا کر یہ طے کیا کہ فلیگ اسٹاف ٹاور پر اور پہاڑی پر قبضہ کر لیا جائے اور اسی مقصد کے لئے دو پیادہ رجمنٹیں' دوسو باقاعدہ سوار' نمبر 4 کے ایک سو بے قاعدہ سوار...... بلوک بیٹری کی دو توپیں اور ایک فیلڈ بیٹری روانہ کیں۔لیکن اس میں سے پورے نصف سپاہی بلکہ بعض اوقات تو دو تہائی اپنے مورچے چھوڑ کر شہر میں رات کو واپس آ جاتے تھے۔نیز ایک مرتبہ سے زائد دفعہ توپوں کو بالکل اکیلا چھوڑ دیا گیا۔

دہلی میں اسلحہ سازی:

اگرچہ سرکاری بارود خانے کے فوجی گوداموں کا بہت سا مال تباہ ہو چکا تھا لیکن بہت سا ابھی بھی باقی تھا جس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ہمیں یاد ہے کہ اس پر پانچ کروڑ روپیہ صرف ہوا تھا' یہ سارا (اسلحہ) اب باغیوں کے ہاتھ میں تھا چنانچہ انہوں نے اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ توپیں ڈھالنا اور مورچے بنانے شروع کر دیئے۔(134)

دریائے ہندن پر انگریز فوج کی آمد (30 مئی 1857ء):

تقریباً دو سو مسلح سپاہیوں' یورپی اور مقامی' پر مشتمل فوج جو کہ زبردستی روانہ کی گئی تھی' میرٹھ سے دریائے ہندن (135) پر آ گئی جو دہلی سے مشرق میں [دس میل کے فاصلے پر] ہے اور اس کے کنارے خیمہ زن ہوگئی۔ اس ٹکڑی کے آتے ہی وہ غارت گری اور ڈاکہ زنی جو کہ [زمینداروں نے] اپنی حدود میں سڑک پر بدامنی کے آغاز سے جاری (کی) تھی وہ فوراً بند ہوگئی جیسے ہی فوج آگے بڑھی اس نے کاروائی شروع کی اور سینکڑوں بے گناہ مسافروں اور ڈاکوؤں [لٹیروں] اور شارع عام لوٹنے والوں کو پکڑ لیا اور پھانسی دے دی (136)

شاہی فوج کا مقابلے کے لئے نکلنا (30 مئی 1857ء):

جب باغی افواج کو پتہ چلا کہ برطانوی آ گئے ہیں تو انہوں نے [غازی الدین نگر] کی جانب پیش قدمی کا انتظام لیا اور ان سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ سرکردہ افراد نے اپنی کاروائی اس طرح سے چلانے کا ارادہ کیا کہ علاقے کے لوگوں میں عام خیال یہ ہو کہ جو کچھ وہ کر چکے ہیں یا کرنے والے تھے اس میں بادشاہ خود...... بھی شامل تھا۔ انہوں نے اس کام میں دیر کرنے کو ضروری خیال سمجھا کیونکہ برطانویوں کی آمد بھی تاخیر سے ہوئی ہے...... اور ملک کے طول و عرض میں بغاوت کرنے والی افواج کی رجمنٹوں اور خود [دہلی کے شہزادوں] کے درمیان یہ عام خیال تھا کہ دریائے ہندن پر موجود فوج کے علاوہ پورا ہندوستان انگریزوں سے صاف ہو چکا ہے اور شکایت کے کسی حقیقی سبب یا بادشاہ یا شہزادے کی جانب سے کسی ترغیب کے بغیر ہی کمپنی کی فوج نے یعنی اس کے اپنے مسلح سپاہیوں نے اپنا رخ اپنے مالکوں کی جانب کر لیا تھا اور ان کو ملک سے باہر نکال دیا تھا۔ نتیجتاً رجمنٹوں کے افسران ایک جمعیت کی شکل میں بادشاہ کے پاس گئے اور حضور والا سے کہا کہ وہ ساتھ چلیں اور اس پہلی جنگ میں ان کے شریک ہوں ''یوں آپ دیکھ لیں گے کہ ہم آپ کے لئے کس طرح سے لڑتے ہیں'' بادشاہ نے جواب دیا کہ وہ ایک بوڑھا اور نحیف شخص ہے جو مشکل سے چل پھر سکتا ہے اور نماز کے بڑے دن کے موقع پر بھی عیدگاہ جانے سے قاصر تھا حالانکہ وہ شہر کی دیوار کے باہر بالکل ساتھ ہی تھی۔

نہ تو اس نے اور نہ ہی اس کے اجداد نے [بادشاہ فرخ سیر (137) کے] زمانے سے برسوں سے کوئی جنگ دیکھی ہے (138)......مزید یہ اضافہ کیا: ''مجھے حربی چالوں سے کوئی واقفیت نہیں ہے لیکن تم ایسا کر سکتے ہو۔'' افسران نے جواب دیا کہ اگر وہ خود جانے کے قابل نہیں ہے تو اسے اپنے بیٹوں میں سے کسی ایک کو یا زائد کو بھیجنا چاہیے۔ اس پر بادشاہ نے ان کو مرزا مغل' مرزا خضر سلطان اور ابوبکر سے بات کرنے کی ہدایت کی۔ موخرالذکر دو نے اس باغی فوج کے ساتھ جانے کی حامی بھری جو اگلی صبح طلوع آفتاب سے قبل (139) پیش قدمی کرنے والی تھی۔ فوج تین رجمنٹوں' 4 عدد گھڑسوار توپ خانے کی توپوں' بلوک بیٹری کی ایک توپ اور 4 سو سواروں اور میر نواب پر مشتمل تھی۔ یہ وہی شخص تھا جو کہ شہزادوں کے ساتھ روہتک گیا تھا۔

جنگ دریائے ہندن (30 مئی 1857ء):

برطانوی ٹکڑی باغیوں کے مقابلے میں بہت کم تھی اور ان کی اطلاع اتنی خراب تھی کہ ان کو اپنے دشمنوں کے قریب آنے کی اطلاع بھی نہیں ہوئی لیکن وہ میمنہ اور میسرہ پر موجود نمبر 9 برداروں کے مضبوط گروہ کے ہمراہ تھے اور ان کے نظر آنے والے فوجی اونچے میدان کے پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ باغی آگے بڑھے اور اپنی بھاری توپوں سے گولہ باری کی جس کا برطانویوں نے فوراً جواب دیا۔ نیزہ برداروں کے دونوں گروہوں نے آہستہ آہستہ باغی فوجیوں کی جانب پیش قدمی کی اور اپنے نیزوں کو لہراتے رہے اور ان کو دھوپ سے چمکدار بنا دیا۔ باغیوں نے نیزہ برداروں کی چمک کو مشکل کی وجہ سے پسند نہ کیا اور ان کے توپ خانے کے فوجیوں نے گھبرا کر ایک توپ پیچھے ہٹا لی۔ باغی آہستہ آہستہ اور بے قاعدگی سے آگے کو بڑھے جبکہ برطانوی توپیں بہت تیزی سے داغی جانے لگیں۔ مرزا خضر سلطان یہ دیکھ کر کہ معاملات سیدھے نہیں چل رہے اپنی بگھی سے اترا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا اور برطانویوں کی گولہ باری تیز ہوتی جا رہی تھی جبکہ باغیوں کی کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ وہ (مرزا خضر سلطان) میر نواب کی جانب مڑا اور اس کو کہا ''اب کیا کرنا چاہیے؟'' جس کا موخرالذکر نے جواب دیا: ''حضور والا' بھاگیے اور دیکھیے کہ انگریز لائن کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں اور نیزہ بردار بلاخوف نیزوں کے

ساتھ آرہے ہیں'' یہ الفاظ سن کر مرزا نے اپنے گھوڑے کا رخ موڑا اور باغیوں نے اسے واپس جاتا دیکھ کر ایک دو تین کر کے نکلنے لگے لیکن جلد ہی ایک گروہ میدان جنگ سے بدحواس ہو کر بھاگا۔ یورپی سواروں نے کچھ دور تک تعاقب کیا اور ایک بھاری توپ اور تین گھڑ بردار توپوں پر قبضہ کرلیا۔ باغی سپاہیوں نے بھاگتے ہوئے اپنے ہتھیار راستے میں ہی پھینک دیئے اور بالکل سیدھے اور ناقابل یقین بدحواسی میں بعداز دوپہر جمنا پر پہنچ گئے۔ (140)

شکست خوردہ فوج کے حالات:

(دریا کا) تنگ پل اپنے اوپر مجمع کا بوجھ برداشت نہ کرسکتا اور سینکڑوں انتہائی خوف سے اور یہ خیال کر کے نمبر 9 کے نیزے ان کی پشتوں پر لگے ہوئے ہیں دریا میں کود گئے اور ہلاک ہو گئے۔ انگریزوں نے زیادہ دور تک تعاقب نہیں کیا۔ اگر ان کا کوئی چھوٹا سا ٹکڑا بھی ان کے پہلے توپ خانے کے قریب ہوتا تو وہ دہلی کے دروازوں تک پہنچ گیا ہوتا اور وہ ضرور شہر میں آگئے ہوتے۔ جب شکست خوردہ فوج نے اپنے خوف و ہراس کو پوری باغی فوج سے بیان کیا جو کہ شہر کے اندر ہی تھی تو سب کے سب خوف سے بے جان ہو گئے اور جہاں تک لڑائی کا تعلق ہے تو اس حوالے سے وہ بے بس ہو گئے۔ البتہ انگریز کمانڈر نے اس کو مناسب نہیں سمجھا کہ تعاقب جاری رکھا جائے۔ (141)

شہریوں کی بے جا تذلیل:

اگلے روز باغی فوج نے بہت بہادری دکھانے کی غرض سے شہر کے دفاع کے لئے انتظامات کئے اور اس بناء پر شہریوں پر سختی شروع کردی کہ وہ آگے بڑھنے والی (انگریز) ٹکڑی کو خبریں پہنچارہے ہیں۔ نہایت بے شرمی سے اپنی بے ترتیبی کو چھپانے کی غرض سے انہوں نے معزز شہریوں سے غنڈی گردی کرنا شروع کی اور ان کو ہر ممکنہ طریقے سے ذلیل کیا۔

جنگ غازی آباد (31 مئی 1857ء):

گزشتہ روز کی جنگ میں شامل رجمنٹوں کے افسران نے شکست کا الزام مرزا خضر سلطان اور مرزا ابوبکر پر لگایا اور یہ بات بہت ضروری خیال کی کہ ان کے نام اور

شہرت کو بحال کرنے کی غرض سے کچھ کرنا چاہئے۔ وہ دوبارہ [غازی الدین نگر] روانہ ہوئے جن کے ساتھ میر نواب کی ماتحتی میں دو اضافی توپیں بھی تھیں۔ کچھ دیر تک توپ خانے نے انگریزی افواج پر گولہ باری کی جس پر برطانوی جانب سے [کرنل چیسٹر] (142) جو بہت شجاعت کا حامل ایک آفیسر تھا مارا گیا اور ایک گریپ شوٹ (grape shot) میر نواب کو ہاتھ پر لگا۔ [یہ جنگ بدلی کی سرائے پر ہوئی] سہ پہر چار بجے باغی افواج واپس آ گئیں اور دہلی میں داخل ہو گئیں۔ اس روز ان پر انگریزوں نے حملہ نہیں کیا لہٰذا وہ حفاظت سے اپنی توپیں لے کر فرار ہو گئیں۔

انگریزوں کا بدلی کی سرائے سے فرار:

اس موقع پر برطانوی کمانڈروں نے یہ مناسب سمجھا کہ وہاں [بدلی کی سرائے] سے ہٹ جائیں اور اس ٹکڑی سے جا ملیں جو انبالہ سے جنرل آنسن [دراصل سر ہنری برنارڈ] (143) کی زیر سرکردگی آ رہا تھا اور اگر ممکن ہو تو دہلی شہر اور چھاؤنی کے درمیان موجود پہاڑی پر مورچہ بندی کر لیں۔ ان کا راستہ باجپت نہر (144) کے ساتھ تھا۔

جیسے ہی یہ ٹکڑی [بدلی کی سرائے سے] نکلی تو مسٹر گریتھڈ' کمشنر میرٹھ (145) اور سول کمشنر (146) نے اپنی فوج کے ساتھ یہ اندازہ کیا: ''اگر ہم پہاڑی پر قبضہ کر لیتے ہیں تو ہم یہ خیال کر سکتے ہیں کہ ہمارے پاس دہلی کا قبضہ ہے کیونکہ سب سے پہلے تو ہمیں پرانی چھاؤنی کا فائدہ مل جائے گا اور دوسرے یہ کہ شہر ہماری توپوں کی پہنچ میں ہو گا جبکہ پہاڑی دشمنوں سے ہمارا تحفظ کرے گی۔''

بدلی کی سرائے کی جنگ' (8 جون 1857ء):

[جمنا نہر سے] یہ ٹکڑی علی پور کی جانب چلی گئی۔ جب باغی سرداروں کو یہ پتہ چلا کہ انہوں نے تین پیادہ رجمنٹیں ...... پانچ سو گھڑ سوار جو باقاعدہ اور بے قاعدہ دستوں پر مشتمل تھے...... چار بھاری توپیں' بلوک بیٹری اور میر نواب و مرزا خضر سلطان کی سرکردگی میں گھڑ بردار توپ خانے کے دو دستے روانہ کئے۔ اسی رات کو برطانویوں کا ایک جاسوس ایک مولوی [مسلمان مذہبی راہ نما] کے بھیس میں دہلی میں آیا (147) اور ...... مقامی افسروں کو اطلاع دی کہ نمبر 4 بے قاعدہ رسالے کے چار سو سپاہی جو ابھی تک

برطانویوں کے ساتھ تھے، جنگ کے دوران الگ ہو کر ان سے آن ملیں گے۔ ان کے ساتھ کسی قسم کی مزاحمت مت کرنا۔ کیونکہ وہ دوست ہیں اور ان کو سبز چغوں اور سبز پگڑیوں میں ملبوس ہونے کی بناء پر آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے (148) اور اسے خفیہ طور پر اطلاع دینے کیلئے بھیجا گیا ہے۔ اس رجمنٹ میں بغاوت کرنے اور تباہی پھیلانے کی تجاویز کافی عرصے سے چل رہی تھیں۔ لہٰذا دہلی کی فوجوں نے اس کہانی پر اعتبار کرلیا اور اپنی طاقت میں اضافے پر بہت خوش ہوئے جو کہ ایسے موقع پر ہو رہی تھی کہ جس سے انہیں فتح کا یقین ہوسکتا تھا۔ اس رات کو باغی فوج نے مولوی کو ساتھ لے کر پیش قدمی کی اور [بدلی کی سرائے] جا پہنچے۔ طلوع آفتاب سے قبل دونوں جانب سے توپ خانے برسنے لگے۔ مرزا خضر سلطان کو ایک بہت ہی چمکدار [ٹوپی] سے پہچان لیا گیا جو کہ سورج میں چمک رہی تھی اور لشکارا مار رہی تھی۔ انگریزی توپوں نے زبردست گولہ باری شروع کی اور شہزادے کے دائیں اور بائیں جانب کچھ لوگ گرا ڈالے اور اتنے قریب آ گئی کہ اسے بہت زیادہ خطرہ محسوس ہوا اور اس نے اپنے پاس کھڑے ایک شخص سے پوچھا: ''مجھے کیا کرنا ہوگا؟ جس نے جواب دیا ''حضور والا! بھاگیئے۔ کیونکہ آپ آج اپنی عزیزہ والدہ (149) سے پوچھے بغیر باہر نکلے ہیں'' اس پر مرزا خضر سلطان بھاری مقدار میں اسلحہ کی کمی کا بہانہ کر کے اصل فوج سے الگ ہوا اور سب سے پہلے فرار ہوا۔ اس نے اور باغیوں کے بڑے سرداروں نے مولوی کے کہنے کے مطابق چار سو گھڑ سوار دیکھے اور بالکل مطمئن ہو گئے اور پھر ان کو بلا تردد آگے آنے کی اجازت دے دی۔ لیکن جب وہ (چار سو) توپوں کے قریب آئے تو انہوں نے اپنی تلواروں اور نیزوں سے توپ خانے کے ملازموں کو قتل کرنا اور کاٹنا شروع کر دیا۔ نمبر 3 سوار دستہ ان سے مقابلہ کرنے کو چلا اور ان کا ایک بڑے ہجوم سے مقابلہ ہوا۔ بہت زبردست مقابلہ ہوا۔ دونوں جانب سے 200 یا 250 افراد مارے گئے۔ جب باغیوں پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ان کے مخالفین یورپی تھے نہ کہ [ہندوستانی] گھڑ سوار اور وہ پہلی ہی غارت گری میں توپوں پر قبضہ کر چکے ہیں تو پیادہ فوج واپس ہونا شروع ہوگئی اور ان کی اتباع باقی ماندہ توپ خانے نے اور نمبر 3 سوار رسالے نے بھی کی جس پر عام لڑائی شروع

ہو گئی۔ بہت سے یورپی فوجی لو کا اثر ہونے سے گر پڑے اور قتل کر دیئے گئے۔ برطانویوں کے ہاتھ 4 بھاری توپیں لگیں۔

بادشاہ کا کمک روانہ کرنا اور پہاڑی پر انگریزوں کا قبضہ :

جب بادشاہ کو شکست کی خبر ملی تو اس نے باقاعدہ فوج کے 4 دستوں کو بلایا اور اپنے ساتھ موجودہ مقامی افسران سے مشورے کے بعد...... ان کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور شکست خوردہ فوج کی مدد کریں۔ انہوں نے تعمیل حکم کی اور شہر کی چاردیواری کے باہر بھاگی ہوئی فوجی مل گئی اور ان کی ہمت باندھنے اور یقین دہانی کرنے کی پوری کوشش کی۔ سوار فوج پہاڑی سے [چھ میل] آگے چلی گئی اور دیکھا کہ پوری برطانوی فوج آگے بڑھ رہی ہے۔ انگریزوں نے گھڑسواروں کی یہ فوج دیکھ کر ان کے درمیان کچھ گولے مارے۔

بے قاعدہ فوج کے پاس کوئی توپ نہ تھی اور جب ان کے کمانڈر کو ایک گولی نے ہلکا سا زخمی کر دیا گیا...... تو وہ یہ خیال کر کے واپس ہونا شروع ہو گئے کہ یورپینوں کا مقابلہ کرنے کا کام بالکل غیر مساوی نوعیت کا ہے۔ کچھ الگ ہو کر چودھرپل (150) کے ذریعے دہلی کو بھاگے۔ صرف چند ایک نے روہیلہ خان سرائے (151) پر کچھ مزاحمت کی۔ برطانوی اپنے سوار دستوں کے ساتھ آگے بڑھے اور لڑتے ہوئے پہاڑی تک پہنچ گئے کیونکہ [بدلی کی سرائے] میں تباہی کی خبر سن کر باغی فوج یہاں سے چلی گئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ کچھ (باغی) سپاہی فلیگ اسٹاف پر موجود رہے اور یورپینوں کو مرجھائی ہوئی باڑھ مار کے ان سے جنگ کی اور بہت سوں کو مار ڈالا اور ایک بڑی تعداد کو زخمی کر دیا لیکن برطانویوں کی بہادری اور ان کے مضبوط جوش کے سامنے کوئی نہ ٹھہر سکا' جنہوں نے پوری پہاڑی پر قبضہ کر لیا تھا۔ (152) باغیوں کی بڑی تعداد' گھوڑ سوار' پیادے اور توپچی' مارے گئے تھے اور اس روز بہت سے زخمی بھی ہوئے۔ پورے میدان میں لاشیں بکھری پڑی تھیں...... لیکن بہت سے زخمی اپنی کوششوں سے یا پھر اپنے دوستوں کی مدد سے شہر پہنچ گئے۔ جعلی مولوی کو سخت نگرانی میں قید کر کے واپس لایا گیا اور جاسوس ثابت ہونے پر اسے قتل کر دیا گیا۔

کالے خان توپچی کی برق اندازی:

یہ پہلے ہی بیان ہو چکا ہے کہ شہر کے دروازوں پر مضبوط محافظ تعینات تھے اور دیواریں پختہ کردی گئی تھیں اور اکثر اہم مقامات پر توپیں نصب کردی گئی تھیں۔ ان سے ...... باغیوں نے پہاڑی پر زبردست گولہ باری اور بندوقیں داغنا شروع کیں۔ اس میں پرانی کمپنی کا ایک توپچی جس کا نام کالے خان (153) تھا اُس نے دن رات اتنی زبردست گولہ باری کر کے خود کو ممتاز کیا ہوا تھا کہ پہاڑی پر سامان کی نقل و حمل میں زبردست دشواری ہونے لگی اور ان (مخالفین) کے محفوظ رہنے کا امکان صرف اس صورت میں تھا کہ وہ پوری قوت سے تیزی سے بھاگ کر ایک مورچے سے دوسرے مورچے میں چلے جاتے۔

انگریزوں کی گولہ باری کا آغاز (12 جون 1857ء):

(پہاڑی کی) بلندیوں پر قبضہ کرنے کے تین یا چار روز کے بعد برطانویوں نے شہر پر بھاری توپوں سے تباہ کن گولہ باری شروع کی لیکن وہ زیادہ تر دائیں جانب اپنے مورچے مضبوط کرنے اور باقاعدہ حملے کے انتظامات کرنے میں مصروف رہے۔ اگر وہ [بدلی کی سرائے میں] فتح کو جاری رکھتے اور پہاڑی پر قبضے کے بعد فوراً ہی توپ خانے سوار اور پیادہ فوج کے ساتھ دباؤ بڑھاتے اور فوراً شہر پر حملہ کر دیتے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے بہت سے آدمی ضائع ہو جاتے لیکن وہ یقیناً کشمیری اور لاہوری دروازوں سے اندر گھس جاتے اور شہر میں اس پوری ہمت اور حوصلے سے داخل ہوتے جس کی وجہ سے اب تک ان کی پیش قدمی غیر معمولی تھی۔ باغی سپاہی قلیل التعداد ہونے کی وجہ سے ان کو واپس دھکیلنے کے قابل نہیں تھے اور اپنی شکست سے ایسے حواس باختہ تھے کہ وہ کسی موقع سے بھی فائدہ اٹھانے یا کوئی منصوبہ تیار کرنے کے قابل بھی نہیں تھے۔

محبّ علی خان کی چالاکی:

دہلی شہر میں ایک محبّ علی خان (154) رہتا تھا جو بادشاہ کا بہت قابل اعتماد شخص تھا لیکن طویل عرصے سے بے کار پڑا تھا۔ اب اس نے فیصلہ کیا کہ اگر ممکن ہو تو شہر میں

روزانہ سپاہیوں کے ہاتھوں ہونے والی لوٹ مار کو روکے اور اس کا خیال تھا کہ اگر وہ ان کو انگریزوں سے جا کر لڑنے پر زور دے گا تو وہ جلد ہی اپنا جی اور طاقت ہار جائیں گے اور روزانہ ان کی تعداد کم ہو جائے گی۔ اس لئے اس نے یہ پیش کش کی کہ اگر وہ جائیں اور کافروں کو ختم کر دیں تو وہ ان کو اشیائے خورد و نوش دے گا۔ وہ فوراً ہی اس کی تجاویز پر راضی ہو گئے اور دوپہر کے وقت جبکہ سورج اپنے پورے زور پر تھا اور بلا کی گرمی تھی تو پیادوں کی دو یا تین رجمنٹیں، تین یا چار سوار اور چار توپیں، برطانوی توپ خانوں پر حملے کی غرض سے یہ تاثر دیتے ہوئے نکلیں کہ انگریز اتنی سخت گرمی کی وجہ سے اپنے کیمپ سے نہیں نکلیں گے۔ وہ چار دیواری سے تھوڑی ہی دور گئے اور پہاڑی پر (بندوقیں اور توپیں) داغنا شروع کر دیں جبکہ سپاہیوں نے توڑے دار بندوقوں سے گولیاں چلائیں جو کہ مکمل طور پر بے ضرر تھیں، گولیاں ہرگز برطانوی مورچوں تک نہیں پہنچتیں جبکہ یورپیوں نے اپنی نئی قسم کی رائفلوں کا زبردست استعمال کیا اور بلندیوں سے توپ خانے کی فائرنگ بہت تیز اور ٹھیک نشانے پر تھی۔ برطانوی آڑ لے کر لڑ رہے تھے جبکہ سپاہیوں کے پاس یا تو آڑ کم تھی یا پھر تھی ہی نہیں۔ دونوں جانب سے کئی لوگ مارے گئے لیکن اس کاروائی میں اور بعد کے معرکوں میں باغیوں کا نقصان بہت زیادہ ہوا۔ محبوب علی خان نے ایک بار تو سامنے آنے کی خاطر فوجیوں کو اشیاء خورد و نوش دے دیں لیکن بعد میں بیماری کا بہانہ کر کے اپنا وعدہ پورا کرنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ باغی فوج ناگزیر طور پر مغرب کے بعد شہر میں واپس آ گئی اور برطانوی (فوج) لکڑی کی باڑھ وغیرہ کے ساتھ ہمہ وقت محتاط ہو گئے۔

دونوں فریقین کے اصل حالات:

برطانوی مورچوں سے اکثر اوقات یورپیوں کی دو یا تین کمپنیاں باغیوں کی پیش قدمی روکنے اور ان کا جائزہ لینے کی غرض سے بھیجی جاتیں تھیں اور یہ (کمپنیاں) بعض اوقات جھڑپ کرنے کے لئے اپنی پیش قدمی پوشیدہ رکھتے ہوئے اور توپ خانے کو نظر انداز کرتے ہوئے بعض اوقات (باغیوں کی) ٹکڑیوں کے بالکل قریب آ کر ان

کے سامنے آ جاتیں اوران پر حملہ کرتیں۔ باغیوں کے شہر آنے کے بعد سواروں کے درمیان عموماً یہ گفتگو سننے میں آتی: ''ہم نے بہت احتیاط سے پہاڑی کے ہر حصے کا جائزہ لیا ہے اور اب ہمارا خیال ہے کہ جنہوں نے آج ہماری مخالفت کی ہے برطانوی فوج بس انہیں پر مشتمل ہے...... اب 80 یا 100 یورپینوں سے زیادہ باقی نہیں بچے ہیں۔ ارے میرے بھیا! کفار [بے ایمان] کہاں چلے گئے ہیں؟ ان کے پاس تو ہر طرح سے مکمل فوج تھی۔ اب وہ کہاں ہے؟ کہیں نہیں۔ سنو بھائیو اور سوچو...... اگر ان کے پاس مزید فوج ہوتی تو انہوں نے آ کر ہم پر حملہ نہ کر دیا ہوتا؟ وہ تو ضرور ایسا کرتے۔'' یہ کتنے مزے کی بات تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی سوجھ سے ان کی عقل بند کر دی تھی۔ یہاں تک کہ چالیس سال یا اس سے بھی زیادہ عرصے کی ملازمت والے لوگ، جن کی حکومت نے تربیت اور تنظیم کی تھی اور جو بہت سے محاذوں پر لڑ چکے تھے اور فاتح رہے تھے اور برطانیہ کی غیر مرئی ہمت، برداشت اور طاقت سے اچھی طرح واقف تھے وہ بھی ان باتوں کو مان لیتے تھے اور اپنے دل میں ان فضول باتوں کا یقین کر لیتے تھے۔

حقیقت یہ تھی کہ باغی فوج کو برطانوی فوج کی تعداد اور ان کے مورچوں کی کوئی حقیقی قابل اعتماد اطلاع نہیں تھی...... نہ ہی ان کے پاس ایسا کوئی جاسوس تھا کہ جس کی بات پر وہ اعتبار کرتے۔ اس کے برعکس، مقامی افسران جو سپاہیوں کے ساتھ نہیں جاتے تھے وہ عموماً محل کے دیوان خاص میں بیٹھ جاتے اور وقفے کے دوران بادشاہ کے ہرکاروں [جاسوسوں] کو جنگ کی خبروں کے لئے بھیجتے۔ (سپاہیوں کے) وہ ساتھی دروازوں سے صرف کچھ فاصلے تک جاتے اور محل میں واپس آنے پر یہ اطلاع دیتے: ''حضور والا کی غازیوں [مذہبی جنگوں میں مصروف مسلمان] کی فوج نے (پہاڑی کی) چوٹیوں کو بس گھیر ہی لیا ہے اور جلد ہی فاتح طور پر واپس آئیں گے۔'' اس پر مجلس کردہ افسران میں (ایک دوسرے کو) مبارک بادیں دی جانے لگتیں اور وہ زنانے میں بادشاہ کو مبارک بادوں سے بھرے ہوئے پیغامات بھیجتے جس سے یہ اثر پیدا ہوتا کہ تھوڑی ہی دیر میں وہ خود کو حقیقی بادشاہ خیال کرنے لگے گا۔

اس طرح کی چیزیں باغی فوج میں روزانہ ہوتیں۔

برطانویوں کی پیش قدمی:

برطانویوں نے اب اپنے توپخانوں کو دھکیل کر آگے کیا اور ان کو پہاڑی کے سامنے اور نیچے لے آئے اور توپوں کو ایسی زنجیروں سے باندھ دیا جو زمین میں نیچے تک دبی ہوتی تھیں تا کہ کسی بھی مصیبت کی صورت میں باغیوں کو انہیں لے جانے سے روکا جا سکے۔اس طرح سے انہوں نے علی پور اور ایک دوسرے مقام [؟] پر مورچے قائم کر لئے جبکہ شہر کی فصیل کے باہر باغیوں کا کوئی مورچہ نہ تھا۔

نصیر آباد بریگیڈ کی آمد (18 جون 1857ء) اور انگریز کے حمایتوں کے حالات:

اسی دوران دو مقامی پیادہ فوجیں' (جن کے نام) 'ڈو' اور 'میکڈونلڈ' تھے وہ توپخانے کے ذخیرے کے ساتھ نصیر آباد (155) سے آئیں اور مرحوم کرنل اسکنر کے گھروں اور میدانوں میں کشمیری دروازے کے پاس خیمہ زن ہو گئیں اور پھر جلد ہی ان کے پیچھے مہدی پور کا تنجنٹ (156) آ گئی۔ باغیوں فوج میں اس زبردست اضافے نے بادشاہ کے بیٹوں مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان کے حوصلے بڑھا دیئے لیکن اس سے حکیم احسن اللہ خان کے لئے مشکلات پیدا ہو گئیں جو کہ باغی رجمنٹوں کی دہلی آمد کی روک تھام کے لئے ذرائع تلاش کرنے کے لئے بیتاب تھا۔لیکن اگر وہ اپنی خواہشات کسی کو بتاتا تو وہ فوراً ہی مار ڈالا جاتا (157) ایک موقع پر وہ اتنا طیش میں آ گیا اور یہ کہتے ہوئے سپاہیوں کی توہین کی کہ ''تم یہاں لوٹ مار کرنے کیوں آئے ہو؟ اگر تم لڑنا چاہتے ہو تو باہر جاؤ اور وہاں لڑو؟'' اس پر دہلی کے سارے باشندے یہ شبہ کرنے لگے کہ وہ دل سے انگریزوں کا دوست ہے (158) اسی طرح سے نواب امیر الدین خان (159) اور ضیاء الدین خان پسران نواب احمد بخش' (160) جو لارڈ لیک (161) [ہندوستان میں کمانڈران چیف 7-1801] کا پرانا جاگیردار [عطیہ کی گئی اراضی کا مالک] تھا' دراصل برطانوی حکومت کے خیر خواہ تھے لیکن ان کے اندرونی خیالات اور احساسات کس طرح سے جانے جا سکتے تھے؟ لوگوں کا صرف ظاہر اعمال سے اندازہ کیا جا سکتا ہے ان لوگوں نے تو کبھی باغیوں کا ساتھ نہیں دیا اور پھر بادشاہ کے بیٹوں سے نہیں ملے۔اور برطانوی فوج کی فتح دہلی کے بعد ان کی وفاداری صاف طور پر ثابت ہو گئی تھی' (162) اسی درجے

میں مفتی صدرالدین، رئیس [مقامی جج] (163) شہر کو رکھا جاسکتا ہے جس سے کئی بار، شہزادوں اور فوجیوں نے ایک فتویٰ [شرعی فیصلہ یا حکم] جاری کرنے کو کہا کہ جس مذہبی جنگ میں وہ لوگ مصروف ہیں وہ قانونی اور درست ہے اور خدا کو خوش کرنے کیلئے ہے۔ مفتی نے ہمیشہ ایسا کرنے سے احتراز کیا۔ (164) بلاشبہ ایسا کوئی فتویٰ دینا ممکن نہیں تھا کیونکہ قرآن میں یا دین محمدیؐ میں کسی بھی جگہ اس طرح کے اعلان کی کوئی قسم نہیں ملتی۔ (165) بلاشک فوج کو ایک نئی خبر یہ بھی ملی کہ [شاہی خاندان کے دو اراکین بھی] (166) برطانویوں کے دوست ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کو باغیوں ......کو اٹھا پھینکنے کی شدید خواہش تھی۔ لیکن اس کہانی پر صرف جزوی یقین کیا جا سکتا تھا۔ اگر شہزادے یا سپاہی محاصرے کے دوران اس پر واقعی یقین کر لیتے تو وہ ان کی پوری بنیاد اور شاخ تباہ کر دیتے اور نہ تو عمر کا خیال کرتے اور نہ جنس کا...... (یعنی) عورتوں اور بچوں کا، ان سے تعلق رکھنے والا ہر شخص مار دیا جاتا۔ شہر کی فتح کے بعد ان لوگوں کا کردار معلوم ہو گیا۔ (167)

شہر میں کھاتے پیتے لوگ خود کو بے طاقت پاتے تھے۔ ان سے جتنا ہوسکتا وہ [پہاڑی پر] انگریزوں کو باغیوں کے منصوبوں کی مخبری کر دیا کرتے... لیکن سوار ہو کر جانے پر سپاہی انکو قتل کر دیتے اور ایسا بالکل واضح طور پر ناممکن تھا، کیونکہ ان (سپاہیوں) کا قبضہ ہر گلی، ہر لین پر تھا اور چونکہ وہ طاقتور تھے لہٰذا جو انہیں اچھا لگتا وہ کرگزرتے تھے۔ جس شہری یا باہر کے باشندے نے دارالخلافۃ میں پناہ لی تھی اس کے پاس کوئی طاقت نہ تھی اور اگر کوئی یورپی ان سپاہیوں کے ہاتھ لگ جاتا تو وہ اسے موقع پر ہی مار دیتے۔ اس بات کی صداقت اس سے واضح طور پر ثابت ہوئی ہے کہ دہلی میں کوئی یورپی، سول یا فوجی شخص، باقی نہ بچا تھا۔ انگریز تو اپنے بیانات پر یقین کر لیتے ہیں لیکن [ایک ہندوستانی کی] کہانی پر کون بھروسہ کرے گا؟... ذرا سے پیسے اور غالباً تصوراتی فوائد کے حصول کی غرض سے وہ [مجسٹریٹ] کے روبرو جھوٹ بولتا ہے اور ایسا کرکے ہزاروں کو ناجائز طور پر سزا دلواتا ہے۔ عام اصول کے تحت تو [ہندوستانی] اس بات کو بہت معمولی نوعیت کا جرم خیال کرتے ہیں کہ جھوٹی گواہی دے کر کسی معصوم شخص کو سزا دلوائی

جائے لیکن جیسا کہ فردوسی (168) [فارسی شاعر 1020-930 سن عیسوی] نے لکھا ہے:
''ہر آدمی کوئی حقیقی آدمی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عورت مکمل عورت ہے۔ سب ایک جیسے نہیں ہیں خدا نے پانچوں انگلیاں مختلف بنائی ہیں۔'' یہ تمام (ہندوستانی) بھی ایک جیسے نہیں ہیں۔ کچھ اچھے ہیں' بہت سے برے ہیں۔ مزید یہ کہ لڑائیاں' رقابتیں' شدید دشمنیاں تو سب کے درمیان ہوتی ہیں خواہ شریف ہو یا سادہ ہو' رشتہ دار ہوں یا اجنبی ہوں۔ (169)

نواب جھجھر کا سپاہ روانہ کرنا:

اب باغیوں کے سرداروں نے نواب جھجھر کو بادشاہ کی جانب سے ان الفاظ میں دوسری بار [حکم] بھیجا۔ ''آؤ اور منصوبے میں شامل ہو جاؤ اور ہماری فوج میں سردار اور راہ نما بن جاؤ'' نواب نے جواب کے طور پر ایک سو سپاہی اپنے سسر (170)...... کی سرکردگی میں روانہ کر دیئے تاکہ سطحی طور پر باغیوں کی مدد کرے لیکن دراصل اسے اپنے دادا (171)...... کا تحفظ درکار تھا جو دہلی میں تھا اور وہ برطانویوں کا خیر خواہ تھا۔

نصیر آباد برگیڈ کا پہاڑی پر حملہ اور حکیم احسن اللہ کی غداری (20/21 جون 1857ء):

نصیر آباد بریگیڈ کی آمد کے چار روز بعد ان کے سرداروں نے جارحانہ حملے کرنے کا فیصلہ کیا اور غروب سورج کے بعد 'ڈو' اور 'میکڈونلڈ' رجمنٹیں اپنی تمام توپوں کے ساتھ شہر سے نکلیں اور یورپیوں کے قبضے میں موجود پہاڑی کے گرد چکر لگایا' پرانی چھاؤنی کے پریڈ گراؤنڈ کے بالکل قریب آئیں اور اپنی توپیں وہاں پر نصب کیں۔ ساری رات دونوں فوجوں کے درمیان بھاری گولہ باری ہوتی رہی اور پیادے توتفریباً دست بدست لڑتے رہے۔ یہ لوگ آپس میں فی الحقیقت اس حد تک مل جاتے تھے کہ ایک دوسرے پر حملے سے کشتوں کے پشتے لگ جاتے۔ دونوں جانب سے بہت سے مارے گئے۔ برطانویوں کا نقصان بہت زیادہ ہوا۔ نصیر آباد کے توپ خانے نے یورپیوں کے بہت سے خیمے جلا ڈالے۔ دن نکلنے لگا تو باغیوں نے اسلحہ کی کمی کی وجہ سے نکلنا شروع کر دیا۔ حکیم احسن اللہ خان نے بامقصد انداز میں مزید (اسلحہ کی) فراہمی بند کر دی تھی۔ نتیجہ یہ

نکلا کہ نصیر آباد کے فوجیوں کو مجبوراً واپس آنا پڑا اور شہر میں پھر سے داخل ہونا پڑا۔ اگر ان کو یہ (اسلحہ) مل جاتا تو پورا امکان تھا کہ وہ اپنے توپ خانے کو آگے بڑھا لیتے اور اتنی شدت و بہادری سے لڑتے کہ برطانوی لائنوں میں اپنے لئے راستہ بنا لیتے۔ سلیم گڑھ اور شہر کی دیواروں سے بھی گولہ باری پہاڑی پر لگاتار ہو رہی تھی۔ جس کا جواب شیل اور فائرنگ سے دیا جا رہا تھا۔ اوّل الذکر نے عمارتوں کو تو بہت نقصان پہنچایا لیکن جانی نقصان بہت کم ہوا...... البتہ ان سے کئی عورتیں زخمی ہوئیں۔ (172)

باشندگانِ دہلی کے حالات:

باشندگانِ دہلی دو خاص اسباب سے مایوس اور چڑچڑے پن کا شکار تھے۔

پہلا: باغی سپاہیوں کے ہاتھوں عام لوٹ مار

دوسرا: پہاڑی پر برطانوی توپ خانوں کی طرف سے گولہ باری اور فائرنگ۔

بلا امتیاز' خواہ وہ اچھے تھے یا برے' خواہ انگریزوں کے دشمن تھے یا دوست تھے' وہ سب یہ محسوس کرتے تھے کہ وہ ایک ایسے پنجرے میں بند ہیں جس سے فرار ممکن نہ تھا۔

برطانوی توپ خانے کی پیش قدمی:

اب برطانویوں نے اپنے توپ خانے کو آگے بڑھا کر تین توپیں ایک دوسرے سے تھوڑے فاصلے پر نصب کر دیں تاکہ اگر ایک پکڑی جائے تو باقیوں کو قبضہ کرنے والوں پر چلایا جائے۔ باغیوں نے یہ دیکھ کر خود بھی یہی طریقہ اختیار کیا اور دو توپیں [؟] کو بھیج دیں جن کے ساتھ ایک پیادہ رجمنٹ کی امداد بھی تھی اور پھر دائیں اور بائیں جانب توپ خانے تیار کئے جس میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک رجمنٹ تھی۔

مصنف (سید مبارک شاہ) کی بطور کوتوالی شہر تقرری (جون 1857ء):

دریں اثناء کوتوال (شہر) (173) بیمار پڑ گیا اور بادشاہ نے یہ سن کر کہ منڈھ کا تھانیدار [سید مبارک شاہ] شہر میں آ گیا ہے اس کو اپنے روبرو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ [کوتوال کے] فرائض سرانجام دے۔ اس بات کو تھانیدار نے اس بنیاد پر ماننے سے انکار کر دیا کہ وہ اتنے اہم عہدے کے لئے موزوں نہیں ہے۔ لیکن بادشاہ نے جواب دیا: ''تمہیں [کوتوال کا] صرف خطاب ملے گا لیکن قادر بخش خان (174) جس کی ساس

برطانوی حکومت سے دوسو روپیہ ماہوار پنشن حاصل کرتی ہے وہ تمہارا نائب ہوگا اور تمام دفتری کام کرے گا۔ مزید یہ کہ دیگر تھانیدار بھی اپنے عہدوں پر قائم رہیں گے اور باقاعدہ فرائض سرانجام دیں گے۔ لہذا اس عہدے سے انکار مت کرو۔" تھانیدار کے دوسری بار انکار کرنے پر بادشاہ نے ناراض ہوتے ہوئے کہا: "تمہیں حکم ماننا چاہئے اور ماننا پڑے گا۔" لہذا اس کا تقرر ہوا اور قادر بخش خان اس کا نائب مقرر ہوا۔ سپاہیوں نے جب یہ گفتگو سنی تو انہوں نے تھانیدار پر شبہ کیا کہ وہ برطانویوں کا دوست ہے اور مرزا مغل کی ہدایت پر سپاہیوں کا ایک دستہ [کوتوالی] پر مقرر کردیا تاکہ وہ بظاہر تو قانون نافذ کریں لیکن دراصل [کوتوال کی] نگرانی کریں۔ (175)

مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان کا فوجی انتظامات اپنے ہاتھ میں لینا:

اس وقت تک شاہی شہر میں اتنی بڑی تعداد میں فوجی جمع ہو گئے تھے کہ فوج کے افسران نے یہ طے کیا کہ بادشاہ سے بات کریں اور ان کی نیتوں اور خواہشات کو اس تک پہنچائیں۔ عام طور پر وہ (بادشاہ) ان کی کہی ہوئی بات پر کم ہی توجہ دیتا تھا لیکن اس معاملے میں اس نے کوئی اعتراض نہ کیا اور ایک خاص دن (176) پر افسران کی ساری جمعیت دیوان خاص میں اکٹھی ہوئی اور بوڑھے بادشاہ کو تخت پر بٹھایا۔ ایک شاہی دربار [مجلس] منعقد ہوا اور باغی سرداروں نے خواہش کی کہ بادشاہ دیوانی اور فوجی دونوں انتظامات میں عملی حصہ لے۔ حکیم احسن اللہ خان نے معاملات کا جائزہ لے کر اس کام کو روکنے کی پوری کوشش کی جس میں بادشاہ کی عمر، خراب صحت اور کمزوریوں کا دلیل بنایا۔ اس پر مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان نے اپنی طاقت اور عظمت کو بڑھانے کی غرض سے فوجی انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لئے اور اعلان کیا کہ باغی فوج کے سردار اور راہ نما وہ ہیں۔ (177)

بریلی بریگیڈ اور جنرل بخت خان کی آمد کی اطلاع (28 جون 1857ء):

ایک دن ایک ہندو جو بظاہر ایک سپاہی تھا بلکہ تلوار اور ڈھال سے بھی مسلح تھا وہ چابیوں کا ایک بڑا گچھا لے کر محل میں حکیم احسن اللہ کے گھر گیا اور اس بوڑھے آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "یہ بریلی (178) کی جیل کی چابیاں ہیں۔ اس (جیل کو) توڑ

دیا گیا ہے اور تباہ کر دیا گیا ہے۔ مقامی پیادوں کی چار رجمنٹیں' نمبر 8 بے قاعدہ سوار رسالہ اور گھڑ سوار توپ خانے کی ایک فوج جو وہاں پر تعینات تھے (179) نے بغاوت کر دی ہے اور اس جگہ کے تمام یورپی افسران و باشندوں کو قتل کر دیا ہے۔ انہوں نے خان بہادر خان (180)......کو بریلی اور اس کے ملحقہ علاقوں کا حاکم مقرر کیا ہے......اس کے علاوہ اس فوج کے فوجی سربراہ محمد بخت خان (181) نے ایک بڑی مہر پر یہ کندہ کروایا ہے:''الحکم للہ والملک للہ ''☆☆☆☆☆☆☆(182) ساری فوج' سوار' پیادے اور توپخانہ' ذخیرہ اسلحہ اور خزانے وغیرہ (183) کے ساتھ سرفراز علی (184) کی قیادت میں تین یا چار ہزار غازیوں کی ہمراہی میں یہاں آ رہے ہیں۔ (185) یہ فوج رام پور (186) اور مراد آباد (187) کا دورہ کر چکی ہے اور موخرالذکر مقام پر جیل توڑ چکی ہے (188) اور قیدیوں کو رہا کرالیا ہے۔ اس جیل کی چابیاں بھی یہاں ہیں (189) محمد بخت خان ان کی سربراہی کر رہا ہے اور پوری فوج' فوجی اور غازی دونوں' کی نیت ہے کہ دہلی آئیں اور بادشاہ کے قدموں میں مرمٹیں۔'' یہ تقریر سن کر حکیم احسن اللہ خان بہت ذہنی اضطراب کا شکار ہو گیا اور جواب دیا:''میرے بھائی! میں صرف ایک غریب حکیم ہوں اور صحت یابی کا پیشہ کرتا ہوں۔ مجھے ملک یا بادشاہی کا دعویٰ نہیں ہے جاؤ اور اپنی خبریں بادشاہ کو یا شاہی شہزادوں کو سناؤ۔'' (190)

دہلی میں کان کنوں کی امداد کی آمد (18 مئی 1857ء)

دریں اثناء تقریباً تین سو کان کنوں اور سرنگیں کھودنے والے سپاہیوں کی مزید امداد بھی آ گئی۔ وہ لوگ رڑکی (191) میں تعینات تھے اور کسی جگہ پر بغاوت کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور آخر کار خود بھی بغاوت کر دی۔

مرزا خضر سلطان نے اس بات کی اہمیت کو جانتے ہوئے ان کو اپنے پاس سلیم گڑھ (192) میں رکھا۔ وہ اور مرزا مغل دونوں ہی معاملات کی نوعیت پر بہت خوش تھے اور ان کا خیال تھا کہ بریلی کی عظیم فوج کے آنے سے ہندوستان کو جلد سے جلد حاکمیت اعلیٰ مل سکے گی (193)......جبکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ ہندوستان میں بادشاہت کا ہر نشان اور نشانی فوراً ہمیشہ کیلئے ختم کر دی جائے۔

سرنگ کا کام اور فیروز پور میں بغاوت کے حالات (14 جون 1857ء)

مادی امداد کی وجہ سے کان کنوں اور سرنگیں کھودنے والوں (کی آمد) پر بہت مسرت ہو رہی تھی کہ وہ توپخانوں کی تعمیر اور کاروائی کے لئے کھدائی کرنے میں مدد دے سکیں گے اور یہ خاص کام ان کے ذمہ لگا دیا گیا...... کشمیری دروازے اور کالا برج پر دفاعی انتظامات کو بھی مضبوط کیا گیا کیونکہ یہ برطانوی توپ خانوں کی گولہ باری سے تقریباً زمین بوس ہو گئے تھے۔ ان کو یہ بھی ہدایت کی گئی تھی کہ وہ کشمیری دروازے سے پہاڑی تک جانے والی ایک سرنگ تیار کریں جس کے ذریعے سے باغی کھلی لڑائی کے بغیر ہی تمام یورپینوں کو ہوا میں اڑا سکیں۔ یہ سرنگ جمعدار منیر خان (194) کی نگرانی میں دی گئی۔ یہ کام چند روز تک تو چلتا رہا پھر جب باغیوں کا ایک گروہ اس کا جائزہ لینے گیا تو اس نے محسوس کیا کہ اس کی سمت پہاڑی کی جانب نہیں ہے بلکہ شاہ برج (195) کی جانب ہے۔ اس حقیقت کی اطلاع بادشاہ اور مرزا مغل کو کی گئی جس نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ سرنگ اس طرح سے تیار کی ہے کہ اس سے کسی رات کو شاہ برج کو تباہ کیا جائے اور وہ (جمعدار) ضرور برطانویوں کے ساتھ سازش رکھتا ہے اور اسے مار دینا چاہیے۔ اس پر دونوں شہزادوں نے اسے گھیر لیا اور اسے سرعام قتل کر دیا گیا اور سرنگ تعمیر کرنے کا خیال کچھ دیر کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ (196) اسی روز (197) [مقامی پیادہ رجمنٹ] کا ایک سپاہی جو کہ فیروز پور پر تعینات تھی، اس نے مرزا خضر سلطان کی خبر دی کہ اس کی فوج جلد ہی شاہی افواج میں شامل ہونے آ رہی ہے۔ یہ (رجمنٹ) اور 'لارڈ موئیرا' رجمنٹ ایک ہی چھاؤنی میں تھیں اور دونوں کے سپاہیوں نے عام بدامنی اور بغاوت کے نتیجے میں اس بناء پر نئے کارتوسوں کو لینے یا کاٹنے سے انکار کر دیا تھا کہ وہ گائے کی چربی اور خصی سور کی چربی سے ملا کر تیار ہوئی ہیں۔ اس پر دونوں فوجیوں کے مقامی افسران نے ملاقات کی اور بغاوت پر رضامند ہو گئے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ جلد یا بدیر ان سے ان کارتوسوں کے استعمال کا مطالبہ کیا جائے گا۔ ان کی نیتوں کا یورپی افسران کو شبہ ہو گیا جنہوں نے بڑی چالاکی سے قلعے سے مقامی محافظین کو ہٹا دیا اور ان کی جگہ پر یورپی

رجمنٹ کی ایک کمپنی لگادی۔ دونوں مقامی پیادہ افواج کو حکم دیا گیا کہ وہ چھاؤنی کی مختلف سمتوں میں مقیم ہوں۔ 'لارڈ مویرا' نے دوسری (رجمنٹ) کی ہدایت پر مورچے سنبھال لئے اور ان کو اس بات کا علم ہی نہیں ہوا کہ ان کے اپنے افراد پر مشتمل پرانے دستے کی جگہ قلعے میں یورپی ہیں' اور انہوں نے دروازوں پر حملہ کیا لیکن بھاری نقصان کے ساتھ واپس ہوئے اور رات کو انہوں نے کلیسا' افسران کے بنگلے جلا ڈالے اور ہر قسم کا تشدد کیا۔ اگلے روز وہ اپنی لائنوں میں واپس چلے گئے اور اپنے لئے کھانا پکانا شروع کیا لیکن ان پر یورپینوں نے فائرنگ کی جس پر وہ اس مقام سے نکل کر لدھیانہ کے راستے دہلی کی جانب آ گئے۔(198)

بریلی فوج کے لئے پل جمنا درست کرنا (یکم جولائی 1857ء):

اب ایک اونٹ [سوار فوجی] بادشاہ کے پاس بخت خان کا ایک خط لے کر آیا جس میں بریلی بریگیڈ کی آمد کا بتایا گیا اور نمبر 8 بے قاعدہ سوار دستے کے محمد شفیع (199) کی جانب سے درخواست بھیجی گئی کہ جمنا پر موجود [کشتیوں کا پل] مضبوط کر دیا جائے۔ یہ (دونوں خطوط) مرزا خضر سلطان اور (مرزا) مغل کے پاس بھیج دیئے گئے جنہوں نے یہ سفر مینا (سرنگیں کھودنے والے سپاہی) کے (نگران) قادر بخش خان کو پل کا جائزہ لینے بھیجا۔ اونٹ (سوار) نے مزید اطلاع دی کہ ہزاروں غازی اور بریگیڈ کا بڑا حصہ دریا عبور کرنے کے فوراً بعد پہاڑی پر حملہ کرنے اور اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے...... جس کے بعد وہ بادشاہ کے حضور پیش ہوں گے۔

برطانویوں کی پل اڑانے کی ناکام سازش اور بریلی بریگیڈ کا دہلی میں داخلہ (یکم و دو جولائی 1857ء):

جب برطانویوں کو پتہ چلا کہ بریلی کے باغی بہت قریب آ گئے ہیں تو انہوں نے ایک پیپے کو بارود سے بھرا اور اس کو پل کی جانب پانی میں ڈال دیا اس نیت سے کہ یہ تب پل تک پہنچ جائے جب بریگیڈ پل عبور کر رہی ہو تب اس کو اڑا دیا جائے گا اور پل معہ اس پر موجود افراد کے تباہ کر دیا جائے گا۔ [ملاحوں] نے اسے دیکھ لیا اور اسے کنارے پر لے آئے۔ بعد ازاں اس کو مرزا خضر سلطان کے پاس لے گئے جس نے یہ

شخص کو پانچ روپے (انعام) دیئے۔ صبح 7 بجے (200) بریلی کی فوج شہر میں داخل ہوگئی اور بخت خان نے بریگیڈ کے دیگر افسران کے ساتھ بادشاہ کو یہ پیغام دیتے ہوئے درخواست کی کہ جب سب سلامی پیش کریں تو بادشاہ ایک دربار منعقد کرے۔

اتنے بڑے مجمع کے لئے شہر میں کوئی وافر جگہ نہ تھی لہذا بریگیڈ دہلی دروازے کے باہر جیل کے پاس خیمہ زن ہوا۔ اس چیز کی اشد ضرورت تھی (یعنی باہر قیام کرنے کی) کیونکہ شہر میں سپاہیوں کا مجمع پہلے ہی گھروں اور بہت سی دوکانوں میں بھرا پڑا تھا...... پوری نمبر 73 مقامی پیادہ فوج اجمیری بازار میں تھی...... پانچ یا سات سپاہی ہر دوکان میں تھے۔ ان بدتمیزوں نے...... عمارتیں خراب کردی تھیں اور جو کچھ ملا وہ لوٹ لیا تھا۔ انہوں نے یورپی مردوں' عورتوں اور بچوں کے خون سے بھی پیاس بجھائی اور ہر طرح کی عیاشی سے تفریح کیا کرتے تھے اور اپنا وقت گزارتے تھے۔ (201)

بریلی بریگیڈ میں قید یورپیوں کے حالات:

ایک یورپی حوالدار جسے وہ عبداللہ کہہ کر پکارتے تھے' (202) بریلی بریگیڈ کے ہمراہ تھا' نیز دو تین عیسائی بھی تھے جو کہ غریب ترین طبقے کی کم تر ذات کے تھے۔ (203) مسٹر جان پاول ابن مسٹر پاول سہارن پوری (204) جس کو انہوں نے مرادآباد سے گرفتار کیا تھا اور یہاں لے آئے تھے وہ بھی ان کی ساتھ تھا لیکن وہ قید تھا۔ نمبر 29 مقامی پیادہ فوج (205) نے ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ ان لوگوں کو بڑی خوبی سے پکڑ لیا تھا اور کوئی ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرسکتا تھا کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ انہیں مسلمان کرلیا گیا ہے۔ بلاشبہ رجمنٹ نے ان کی بہت نگہداشت کی تھی۔ ان کو ضروری اشیاء فراہم کیں اور دیگر فوجوں کے سپاہیوں یا شہریوں کو ان کے پاس جانے کی اجازت نہ تھی۔

بخت خان کی محل میں جانے کی تیاری:

چند گھنٹے بعد بخت خان اپنے توپخانے [کے آفیسر] کی وردی میں اور باقی تمام افسران بھی پوری وردی میں کہ جن کی تعداد تقریباً ڈھائی سو تھی' سب محل جانے کے لئے تیار ہوئے تاکہ بادشاہ کو نذر [تحائف] دے سکیں۔ بخت خان نے فوراً ایک اونٹ سوار [سید مبارک شاہ] کو طلب کرنے کے لئے بھیجا تاکہ وہ فوراً اسے شہر کی حالت کی

اطلاع دے۔

جب اونٹ [سوار] نے اعلان کیا کہ کوتوال آ گیا ہے تو اسے بلایا گیا اور وہ گھوڑے سے اتر کر احکامات کا انتظار کرنے لگا...... بخت خان نے اس سے ان الفاظ میں خطاب کیا: ''مجھے بتایا گیا ہے کہ تم برطانیہ کی نوکری میں رہے ہو لہٰذا تم پر بالکل اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔'' [کوتوال نے] جواب دیا: ''میں اس ملازمت میں صرف ایک سال سے 30 روپے ماہانہ پر ہوں۔ جناب والا تو 80 روپے ماہوار پر [افسر] تھے اور انگریزوں سے چالیس یا پچاس سال سے ملازم رہے ہیں۔'' (206) اس پر بخت خان چلایا: ''بکواس بند کرو ورنہ اسے (منہ کو) گولیوں سے بھر دوں گا۔'' اس پر [سید مبارک شاہ نے] کہا: ''میں [کوتوال کے] عہدے کے لئے مناسب (آدمی) نہیں ہوں۔ اپنی مرضی کے خلاف لیکن بادشاہ کی خواہش پر میں کام کر رہا ہوں...... لیکن شہر کی حفاظت کرنے میں ناکام ہوں۔'' بخت خان نے جواب دیا: ''میں سمجھ گیا ہوں تم شہر سے باہر جانا چاہتے ہوتا کہ جا کر انگریزوں کو شہر کے اندر کے حالات سے خبردار کرو'' اس لمحے بادشاہ کے [ایک درباری] نے کہا: ''جنرل صاحب! یہاں [کوتوالی] پر سپاہیوں کی ایک کمپنی تعینات ہے۔'' بخت خان نے جواب دیا: ''بہت اچھا! میں یہاں پر [25 سپاہی] مزید مقرر کروں گا تا کہ وہ میرے کیمپ تک چیزیں لا اور لے جا سکیں اور [کوتوال کے] کردار پر نظر رکھیں اور مجھے اس کی خبر دیں۔ اس کے بعد اس نے [سید مبارک شاہ کی جانب] مڑتے ہوئے کہا: ''میرے خیمے میں صبح اور شام آیا کرو اور ہر طرح سے میرے احکامات کا اطلاق کرایا کرو۔ اب تم جا سکتے ہو'' (207) اس کے بعد وہ اور باقی مجمع محل میں داخل ہو گیا۔ (208)

جنرل بخت خان کی قلعہ میں حاضری:

اس روز بادشاہ نے تخت پر براجمان ہو کر دربار منعقد کیا۔ سب نے نذر [تحائف] پیش کی، تخت کو بوسہ دیا اور چلّانے لگے: ''صدیوں بعد ہماری خواہشیں پوری ہوئی ہیں۔ خدا نے ہندوستان کی [بادشاہت] بحال کر دی ہے۔ بلاخوف و تردد حکمرانی کیجئے۔ جو کچھ بھی ضروری ہو گا ہم کریں گے۔'' (209)

بخت خان نے اسی وقت نشاندہی کرتے ہوئے بادشاہ سے درخواست کی کہ تمام فوجی افسران کو جمع کیا جائے تاکہ وہ ان میں سے ہر ایک کو احکامات جاری کرنے کے قابل ہو سکے: ''روزانہ باہر جا کر لڑنے اور واپس آ جانے کا طریقہ کار بالکل بے سود ہے۔فوجی میرے مقرر کردہ دن اور گھنٹے پر باہر جائیں گے اور میری اجازت کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھائیں گے۔ اگر کوئی اور سردار یا راہنما' اعلیٰ قیادت کا دعوے کرتا ہے تو فوج کی تمام ذمہ داریاں اسے ہی لے لینے دیجئے ورنہ میں ابھی لیتا ہوں''
(210)

بادشاہ نے جواب دیا: ''آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ میں نے سن لیا۔ مگر افسوس! میری رائے میں تو خانوادۂ تیمور [مغل خاندان] کے آخری دن آ گئے ہیں...... اگرچہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ میرے تخت و سلطنت کی قیمت پوری ہونے کا وقت بھی آن پہنچا ہو۔ صداقت تو یہ ہے کہ قبل ازیں میں آرام و سکون میں تھا اور کسی پریشانی سے کسی طرح خوفزدہ نہ ہوتا تھا...... اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور جب سے فوجیوں کی یہ اتنی بڑی تعداد آئی ہے تب سے ہی بے سکونی اور پریشانی کے عالم میں ہوں۔ میں نہ صرف ذہنی کرب میں مبتلاء ہوں بلکہ میری زندگی کا بھی کوئی بھروسہ نہیں ہے کیونکہ مجھے آپ پر بالکل اعتماد نہیں ہے کیونکہ اس ساعت تک آپ کے آدمی میرے دارالخلافۃ کے لوگوں کی لوٹ مار' قتل' بے عزتی اور ہر طرح کی بدعملی میں مصروف ہیں۔ (211) اس وجہ سے میں نے [شکایت کی ایک فہرست] تحریر کر دی ہے اور آپ کے تمام افسران کو کل بھرے دربار میں پڑھ کر سناؤں گا...... آپ تب لوگوں پر رحم کھائیں گے اور اس استبدادیت اور ظلم کو روک دیں گے جس کے بوجھ تلے وہ (شہری) دبے ہوئے ہیں۔''

بادشاہ کی تقریر سن کر بخت خان' محمد شفیع اور نور داد علی (212) نے قرآن منگوایا اور اس کتاب پر قسم کھاتے ہوئے کہا: ''خدا ہمیں غارت کرے اگر ہم اس تخت اور حضور والا کی حفاظت کو غارت کریں۔ حضور والا ہمارے بادشاہ ہیں۔ ہم یہ قسم حلفاً اس قرآن کو اٹھا کر کھاتے ہیں جو کہ ہمارے ایمان کی علامت ہے۔''

بادشاہ خاموش ہو گیا۔ پھر سب نے اجازت لی اور اپنے اپنے مقاموں پر چلے

گئے۔(213)

بخت خان اور محمد شفیع کی بادشاہ سے تنہائی میں ملاقات:

اسی شام بخت خان اور محمد شفیع کسی بھی سپاہی کو ساتھ لئے بغیر بادشاہ کے پاس گئے......اور اول الذکر نے کہا: ''اگر حضور والا مجھے پوری فوج کا سپہ سالار اعظم مقرر کردیں گے اور تمام فوجیوں کو ہدایت دیں گے کہ وہ احکامات بجالائیں اور میرے لئے سپہ سالار کی مہر کندہ کروادیں گے تو میں اپنی جانب سے محمد شفیع کو جنرل اور نوردادعلی کو کیپٹن مقرر کردوں گا اور حضور والا ان کی ان کے عہدوں پر توثیق فرمادیں گے۔'' اس بات کی بادشاہ نے منظوری دے دی۔(214)

مولوی سرفراز علی کی بادشاہ سے ملاقات:

اس کے بعد مولوی سرفراز علی' غازیوں کے سردار' بخت خان کی نصیحت پر حاضر ہوئے اور بادشاہ سے ملاقات کی......[اور] بادشاہ نے' کیونکہ وہ بہت بڑے عالم تھے'(215) ان سے بیٹھنے کی خواہش ظاہر کی۔سرفراز علی نے فرمایا: ''حضور والا! میں یہاں پر ایسا کوئی شخص نہیں پاتا جو کہ آپ کے اعتماد و بھروسہ کا مستحق ہو۔اگر آپ مناسب خیال کریں تو میرا تقرر [بطور وزیر اعظم] کیجئے۔اس کے بعد آپ کو کوئی مشکل یا پریشانی نہیں ہوگی......اور میں آپ کو سلطنت کے معاملات سے باخبر رکھوں گا۔'' بادشاہ کچھ دیر خاموش رہا اور اس کے بعد صرف سے کہا: ''ہم اس بارے میں دیکھیں گے۔'' (216) اس پر وہ دونوں افراد چلے گئے۔(217)

مرزا مغل کی ناراضگی اور جنرل بخت خان کے قتل کی سازش:

مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان جو کچھ عرصے سے سلطنت کو صرف اپنا خیال کرتے تھے اور بریلی بریگیڈ کی آمد کے وقت سے خود کو ہندوستان کا مالک سمجھتے تھے، وہ بخت خان اور مولوی سرفراز علی کی بادشاہ کے ساتھ اس گفتگو سے سخت ناخوش تھے۔انہوں نے یہ طے کیا تھا کہ ان کا اختیار' نہ کہ بریلی کے سربراہان کا' بڑھنا چاہئے اور یوں ہونا چاہئے کہ لوگ انہیں ریاست کے حقیقی سربراہوں کے طور پر دیکھیں۔انہوں نے دہلی آنے والی سب سے پہلی رجمنٹوں کے افسران سے سازش کی اور بادشاہ کی اجازت

کے بغیر یا پھر اس کے علم میں لائے بغیر مہریں کندہ کروالیں۔ مرزا خضر سلطان کی مہر پر ''کرنل افواج'' کندہ تھا (218) جبکہ مرزا مغل کی (مہر) پر......سپہ سالار (درج تھا) (219) دونوں شہزادے اس حوالے سے بہت بے تاب تھے کہ بادشاہ کی جانب سے بخت خان یا سرفراز علی کو اتنے اعلیٰ عہدے دینے یا خاص اعزاز عطاء کرنے سے روکیں ...... بلاشبہ مرزا مغل نے اوّل الذکر کی جان کے خلاف بھی سازش کی اور کچھ مخصوص سپاہیوں سے طے کیا کہ (وہ) راستے میں بیٹھ جائیں اور اس کو قتل کردیں۔ لیکن بخت خان کی پوزیشن بہت مضبوط تھی اور وہ اتنی بڑی تعداد میں گھڑسوار، پیادہ اور توپخانے کی افواج میں گھرا رہتا تھا کہ یہ ارادہ کبھی عملی جامہ نہ پہن سکا۔ (220)

بادشاہ کا فوج کو شکایات سنانا (4 جون 1857ء):

باغیوں کے سرداروں میں آپسی لڑائیاں اور جھگڑے روزانہ بڑھنے لگے کیونکہ وہ سب ایک دوسرے سے کم و بیش خار کھاتے تھے۔ بادشاہ اور بخت خان کے درمیان مذکورہ بالا گفتگو کے دو روز کے بعد بادشاہ نے ایک بڑا شاندار دربار منعقد کیا اور کسی واضح خواہش پر شہر کے تمام [سرکردہ افراد] اور فوج کے افسران حاضر ہوئے۔ بادشاہ دیوان عام میں تخت پر بیٹھا اور [شکایت کی فہرست] منگوائی جو کہ کئی دنوں سے تیار ہو رہی تھی۔ یہ بہت ہی اچھی تھی اور اچھے خط میں تحریر تھی جو کہ طول میں کم از کم [18 انچ] تھی اور اتنی ہی عرض میں تھی۔ بادشاہ نے یہ حکیم احسن اللہ خان کے سپرد کی اور اس سے خواہش ظاہر کی کہ اسے بآواز بلند پڑھا جائے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کا متن یوں تھا:

''جب نادر شاہ [ایرانی] (221) نظام الملک [وزیر اعظم] (222) کے بلاوے پر شاہ دہلی محمد شاہ (223) کے پاس اصفہان (224) سے دارالخلافۃ (225) (دہلی) آیا [1739ء میں] (226) اور اس علاقے کے لوگوں کے قتل عام اور لوٹ مار کا حکم دیا تو اسے چند گھنٹوں کے بعد روک دیا۔ (227)

''دوبارہ سے شاہ عالم [بادشاہ] (228) کے دور میں جب غلام قادر خان (229)......نے بادشاہ کی آنکھیں نکال لیں۔ [1788ء] (230)، تو اس نے کچھ دیر کے لئے شہر کی تخت و تاراج کا حکم دیا اور پھر تمام روہیلوں (231) اور پٹھانوں

(232)کو ہر طرح کا تشدد روکنے کا حکم دیا۔(233)

''ایک بار پھر فرخ سیر (234) کے دور میں جب حسین علی خان (235) ......نے بادشاہ کو قید کرلیا[719ء](236) کہ اس کی گردن کے گرد ایک آہنی زنجیر ڈال دے تب بھی شہر کی لوٹ مار تھوڑی دیر کے لئے کی گئی تھی۔(237) مزید یہ کہ جب احمد شاہ درانی (238) اصفہان (239) سے آیا اور تقریباً تین [لاکھ] مرہٹہ سوار دکن سے آئے (240) اور شہر میں داخل ہوئے تب بھی شہر کی غارت گری زیادہ دیر تک جاری نہ رہی تھی۔ پوری دنیا میں خاندان کی تبدیلی کے دوران اگر چہ حکمران' خواہ مثالی طور پر یا پھر خوف ڈالنے کے لئے' قتل و غارت گری کی ایک وقت مقررہ تک کے لئے اجازت دے دیتے ہیں......اس وقت بھی ان کے اندر ایک لازمی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس جیسے بھی ممکن ہو جلد سے جلد اسے روک دیں اور امن و امان بحال کر دیں۔ لیکن یہ بات یہاں پر نہیں ہوئی ہے۔ یہ تعجب اور بلاشبہ حیرت کی بات ہے کہ آپ لوگوں نے ابھی تک قتل اور ڈاکہ زنی جاری رکھی ہوئی ہے حالانکہ اب تک دو ماہ سے زائد عرصہ گزر گیا ہے حالانکہ آپ نے ایمان کے لئے لڑنے کی بات کی تھی اور مجھے اسلام کا حکمران بنانے آئے تھے......آپ لوگوں میں رحم اور ترس بالکل نہیں ہے۔ اس شہر میں ہر بازار میں ڈاکے اور قتل ہو رہے ہیں۔''

ایک پرچونیے کا قتل:

بادشاہ نے ایک بہت ہی طویل دستاویز تیار کی تھی جو کہ مذکورہ بالا حوالے سے تھی......اور اس نے وہ پوری ہی مجمع [کے سامعین] کے آگے پڑھوائی۔ یہ سن کر سب نے شرم سے اپنے سر جھکا لئے اور چلے گئے۔ لیکن سپاہیوں نے ڈاکہ زنی کا وہی طریقہ کار جاری رکھا اور اس حد تک بڑھ گئے کہ جب ان میں سے ایک پرچونئے کی دوکان پر گیا تو اس نے کہا: ''مجھے ایک سیر [تقریباً IB 2 1/2] مٹھائی ایک پیسے [کم درجے کا تانبے کا سکہ] کے عوض دے دو۔'' جس پر بے چارہ تاجر نے جواب دیا: ''اے مہاراج [مالک......] ایک سیر مٹھائی وہ بھی ایک پیسے کے عوض۔ کوئی بھی اتنی زیادہ نہیں مانگتا۔ جمعدار صاحب! یہ بات جناب والا کے وقار کے خلاف ہے۔''(241) اس پر

جواباً سپاہی نے اپنی توڑے دار بندوق اٹھائی اور اس غریب کو مار ڈالا۔ کسی نے پوچھ نہ کی کہ یہ کام کس نے کیا۔ کوئی شکایت سننے والا نہیں تھا۔ اس وقت ہر سپاہی اپنی دانست میں بادشاہ تھا اور ہر [فوجی] [وزیر اعظم] تھا۔

غازی آباد نگر کی حکمرانی:

[غازی آباد نگر کے دو زمیندار] بادشاہ کے بہت چہیتے تھے جس نے وہ دونوں ضلع ان کو یہ سمجھ کر دے دیئے تھے کہ ان کے علاقے سے برطانوی کیمپ میں کوئی ذخیرہ اسلحہ یا شئے گزر کر نہیں جائے گی۔ (242)

فیروز پور لہاری کے جاگیردار کی معذرت:

لارڈ لیک (کے دور) کے ایک جاگیردار کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ بادشاہ سلامت کی جانب سے فیروز پور لہاری میں انتظامات کرے...... لیکن اس نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ وہ اتنے مشکل فرض کو سرانجام دینے کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہ بہت ہی ناکارہ شخص ہے اور مرگی کا مریض ہے (243)

مولانا فضل حق خیر آبادی کی دہلی آمد (16 اگست 1857ء):

مولوی فضل حق خیر آبادی (244) جو کہ الور (245) کے راجہ کی ملازمت میں 450 روپے ماہوار تھے' اب دہلی میں آ گئے۔ چونکہ مولوی (صاحب) اپنی فہم وفراست کی بناء پر پورے ہندوستان میں مانے جاتے تھے لہذا بادشاہ نے ان کو اپنے معاونین میں شامل کر لیا۔ (246) ان کی آمد سے حکیم احسن اللہ خان انتہائی ناخوش تھا کیونکہ اتنے مشہور مولوی ضرور بادشاہ پر اثر انداز ہوں گے۔ لیکن فضل حق نے [جہاد] کا کوئی [فتوی] جاری نہ کیا اور نہ ہی کسی طرح سے بادشاہ کو غلط مشورہ دیا (247) گرچہ وہ اس کی مجلسوں میں ہوتے تھے۔

شاہی مجلس کا قیام:

اب میدان جنگ میں فوج کی کمان بخت خان کے پاس تھی۔ لیکن مرزا مغل' مرزا خضر سلطان...... اور مرزا ابوبکر سب نے اپنے اپنے طریقوں سے فوجی انتظامات کر لئے۔ شاہی مجلس (248) بخت خان' سرفراز علی اور کسی حد تک فضل حق پر مشتمل تھی۔

لیکن بادشاہ کی خواہش پر بھی موخر الذکر کو مجلس میں آنے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔(249)

شاہی فوج میں نفاق:

کچھ دیر کے لئے بخت خان اور دیگر سرکردہ افسران سابقہ [فوجی] کوارٹروں کے بالمقابل ایک خیمہ گاہ میں اکٹھے ہوئے اور تمام فوجی انتظامات طے کر لئے لیکن ان کی اکثریت ان (انتظامات) کو ناقابل اطمینان جان کر دہلی دروازے کے پاس عمارتوں میں چلی گئی۔ لیکن نہ تو بخت خان اور نہ ہی مرزا مغل نے ان کا دورہ کیا۔ حالانکہ دوسرے ان کو بلاتے رہے۔ بخت خان ان پر اپنے کیمپ کی حدود سے چلے جانے پر ناراض تھا جبکہ مرزا مغل اس بات کو اپنے رتبے کے خلاف توہین خیال کرتا تھا کہ وہ شہر میں کسی گھر میں بیٹھے اور یہ چاہتا تھا کہ جمعیت اس کے اپنے محل میں ملاقات کیا کرے۔(250)

والیان ریاست کو خطوط کی روانگی:

اسی دوران بخت خان اور سوار و پیادہ فوج کے بعض افسران نے شاہی دربار کے انعقاد کے دوران بادشاہ سے سفارش کی کہ وہ ہندوستان کے مختلف راجاؤں کو [ایک شاہی خط] اس ضمن میں ارسال کرے: ''اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ وہ سو سال گزرنے کے بعد ہندوستان [یعنی مغل سلطنت] کی حاکمیت کو بحال کرے۔ اس لئے یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ سب اپنے مختلف علاقوں پر احتیاط کے ساتھ حکمرانی کریں......اور نذر [رسمی تحائف] لانے کی قدیم رسم ادا کریں اور بادشاہ کو خراج ادا کریں اور تب تک پیسہ اور افراد کی شکل میں امداد دیں جب تک کہ شاہی افواج برطانویوں کو شکست نہ دے دیں اور ان کو پہاڑی سے نکال دیں۔ خود کو غازیوں کی اس فوج میں شامل جانئے اور بادشاہ کے تخت کو قائم کرنے کیلئے اپنی جانیں تک پیش کیجئے۔ لہٰذا زیادہ دیر سست نہیں رہئیے اور اگر سو گئے ہوں تو جاگ جایئے اور خود کو اٹھایئے۔''(251)

رام پور سے نذر آنا:

ان [خطوط] میں سے ایک کشمیر (252) راجہ گلاب سنگھ (253) کو بھیجا گیا' دوسرا مہاراجہ پٹیالہ (254) کو...... تیسرا مہاراجہ سندھیا کو گوالیار (255) میں چوتھا [اودھ

کے معزول نواب] کو(256)......[اور دیگر] نواب ٹونک (257) کو اور...... جے پور کے راجہ (258) کو۔ یہ سب باغی فوج کے اونٹ [سواروں] یا بادشاہ کے [پیغام رساؤں] کے ذریعے روانہ کئے گئے۔ جموں' پٹیالہ اور جے پور والے (خطوط) کو حکیم احسن اللہ کے ہاتھ لگ گئے جس نے ان کو پھاڑ دیا اور کہہ دیا کہ اس نے انہیں بھیج دیا ہے۔ دریں اثناء محمد یوسف علی نواب رام پور (259) نے کمشنر بریلی (260) سے مشورہ کر کے بادشاہ کو اپنے [کارندے] کے ذریعے ایک عرضی بھیجی جس میں اپنے اتحاد کا اظہار کیا اور نذرانے [رسمی تحفہ] میں سونے کی ایک مہر [سکہ] پیش کی۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور عرضی لانے والے (261) کی بہت عزت افزائی کی۔

پہاڑی پر حملہ:

بریلی بریگیڈ کی آمد کے تقریباً تین ہفتے کے بعد (262) برطانوی لائینوں پر ایک حملے کا منصوبہ بنایا گیا اور باغی فوجیں تیلیواڑہ (263) [کابلی دروازے کے بالکل باہر] میں اپنے توپخانے سے باہر نکلیں جن کے ساتھ دو بھاری توپیں بھی تھیں جو بیلوں سے کھینچی جاتی تھیں۔ برطانوی توپ خانے سے گولہ باری شروع ہوگئی اور اڈ جوٹنٹ کی سرکردگی میں گورکھوں کی کچھ کمپنیاں باغیوں کی مخالفت کرنے آگے بڑھیں۔

متوقع طور پر دونوں جانب سے توڑے دار بندوقوں سے زبردست فائرنگ ہونے لگی اور سخت جانی نقصان ہوا۔ جب ایڈ جوٹنٹ نے اپنے گورکھوں کے ساتھ توپوں پر اچانک دھاوا بول دیا' افسر نے بڑی بہادری سے سامنے جا کر باغیوں کی ایک توپ پر ضرب لگائی لیکن بہت شدید زخمی ہو گیا...... البتہ گورکھوں نے اپنا مفاد پورا کر لیا' توپ پر قبضہ کر لیا اور باغی فوجوں کو منتشر کر دیا جو شدید بدحواسی میں بھاگ نکلے۔ بعض اپنے توپ خانوں پر واپس آ گئے' باقی شہر میں آ گئے جبکہ فاتح مقبوضہ توپ اپنی لائینوں میں لے گئے۔ اگلے دن بخت خان اور دیگر سرداروں نے بادشاہ کا انتظار کیا اور توپوں کا نقصان چھپاتے ہوئے اس بات کی نشاندہی کی کہ یہ تباہی اور شکست اس بات کا نتیجہ تھی کہ سپاہی اس [بخت خان] کی اجازت کے بغیر گئے تھے۔ (264)

دونوں جانب سے گولہ باری میں شدت:

پہاڑی پر موجود توپ خانے سے گولیوں کی بوچھاڑ' گولہ باری اور باڑھ مارنا بہت بڑھ گئی۔ باغیوں کی جانب سے بھاری طاقت کے گولے برسائے گئے لیکن وہ انگریزوں کے (گولوں کے) مقابلے میں کم (طاقت) کے تھے' البتہ گولیاں ایک جیسی ہی تھیں۔ اس توپ خانے کی فائرنگ کے نتیجے میں قابل ذکر موتیں ہوئیں اور زخمی ہوئے۔

بخت خان کی بریلی فوج کا بہادری سے حملے کرنا:

بعض اوقات محمد شفیع جو نمبر 8 بے قاعدہ کا تھا یا نوردادعلی' سواروں کا ایک دستہ باہر لے جاتا اور اپنے مورچوں سے آگے نکل کر برطانویوں کے پاس کافی قریب چلا جاتا تھا۔ ایک بار تو [150 سپاہیوں] کے ساتھ وہ برطانویوں کی توپوں کے پاس پہنچ گئے اور یورپیوں کو حیران کر دیا جو کہ کام کرنے میں لگے ہوئے تھے اور چائے پی رہے تھے۔ انگریز اٹھے اور اپنی توپوں کی جانب بھاگے جہاں پر دست بدست لڑائی ہوئی لیکن محمد شفیع کے سپاہیوں کی اکثریت لوٹ مار کرنے میں لگ گئی اور جب افسروں کا ایک گروہ اور چند ایک سوار یورپی ان کے مقابلے پر آئے تو وہ بھاگ نکلے۔ ان کے فرار کے دوران توردادعلی کی ایک انگریز افسر [لیفٹنٹ جیمز ہل] (265) سے لڑائی ہوئی جس (انگریز) نے اپنی پستول استعمال کرنے کی کوشش کی لیکن نشانہ خطاء گیا۔ پھر اس نے اس (پستول) کو نوردادعلی کے منہ پر ضرب مارنے کو پھینکا۔ اس پر نوردادعلی فرار ہو گیا اور جب وہ واپس اپنے کیمپ میں آیا تو اپنی شجاعت کا اعلان کیا اور اپنی کالی آنکھوں کی جانب اشارہ کر کے کہا: ''دیکھو! میرے چہرے پر گھمسان کی جنگ کا ثبوت موجود ہے۔ اگر فوجی لوٹ مار میں نہیں لگ جائے تو چوٹیوں پر پوری طرح سے قبضہ ہو جاتا۔ لیکن جب فوجی حکم نہ مانیں تو کیا کیا جا سکتا ہے۔'' (266)

مشتبہ لارنس انگریز کا قتل (29 مئی 1857ء)

اس کے کچھ دنوں بعد ایک شخص ایک فقیر [مذہبی بھکاری] کے روپ میں اسلحہ خانے اور محل کے درمیان دو یا تین بار آتا جاتا دیکھا گیا۔ وہ پاگل معلوم ہوتا تھا۔ اسے

جاسوس سمجھ کر گرفتار کرلیا گیا اور محل میں لایا گیا اور بڑی تعداد میں سپاہی اسے پہچاننے کی غرض سے بھیجے گئے کہ ممکن ہے کہ وہ کوئی یورپی افسر ہو۔ مجمع میں سے ایک شخص چلا اٹھا: ''میں اسے جانتا ہوں۔۔۔ میں برسوں تک افغانستان میں اس کے ساتھ رہا ہوں۔۔۔ دیکھو کہ کیا اس کی کمر کے پاس زخم کا نشان ہے'' (267) ایسا ایک نشان مل گیا۔ سپاہی نے کہا: ''یہ لارنس صاحب (268) ہے...... میں نے اسے پوری طرح پہچان لیا ہے۔'' اس پر وہ لوگ اس فقیر کو محل کے لاہوری دروازے پر لے گئے اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اس آدمی کے بارے میں مزید کچھ معلوم نہیں تھا لیکن سپاہیوں نے ایک اطلاع پھیلائی کہ انہوں نے (فقیر کے) جسم کا ایک حصہ دھویا تو رنگ غائب ہو گیا اور ایک یورپی کی سفید کھال نظر آ گئی۔ البتہ بہت سوں نے اس کہانی پر بالکل اعتبار نہیں کیا۔

اسلحہ کی کمی اور اسلحہ ساز کارخانے کا قیام (جولائی 1857ء):

بارود اور گولوں کی کمی محسوس ہونے لگی' جو کہ بدامنی کے آغاز میں ہی اسلحہ خانے کی بلا امتیاز تباہی کا فطری نتیجہ تھا...... علاوہ ازیں بہت بڑی مقدار تو ان لڑائیوں میں خرچ ہوگئی جو پہاڑی پر برطانویوں کی آمد کے بعد سے روزانہ چل رہی تھی۔ بہت سے سپاہی کارتوسوں کی بڑی مقدار لیتے اور فصیل سے باہر توپ خانے کی جانب جاتے۔ نیچے بیٹھتے اوران کو ریت میں دبا دیتے اور اپنے بھائیوں کے پاس آ کر کہتے: ''بھائیو! میری ساری گولیاں ختم ہوگئیں میں مزید (گولیوں) کے لئے شہر جا رہا ہوں اور فوراً واپس آ جاؤں گا۔'' سینکڑوں بلکہ ہزاروں سپاہیوں نے ایسا کیا...... تو پھر کس طرح سے ممکن تھا کہ رسد آخر تک چلتی؟

مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان نے فوجی سرداروں سے کہا کہ اسلحہ خانے کے گودام ختم ہو رہے ہیں اور مزید رسد کے لئے بلا تاخیر انتظامات کرنے چاہئیں۔ دونوں شہزادوں نے تیلی واڑہ میں بارود بنانے کیلئے ایک مناسب عمارت دیکھی۔ ایک من کے گولے [تقریباً IB25] کے ایک چوتھائی کے ساتھ تین من [تقریباً IB3000] روزانہ بنتے تھے اور صحیح طریقے سے محفوظ کر لئے جاتے یا مختلف رجمنٹوں میں تقسیم کر دیئے جاتے۔

اکبر خان میرٹھی کی خدمات:

اکبر خان (269) ساکن میرٹھ' شہزادوں کے پاس گیا اور اتنی بڑی قامت اور طاقت کا ایک گولا بنانے کی پیشکش کی کہ جس سے آدمیوں کا پورا ایک گروہ تباہ کیا جا سکتا ہے۔ اس کی ایسا کرنے کی قابلیت پر یقین کر کے انہوں نے اسے اخراجات کے لئے 4000 روپیہ پیشگی دے دیا اور اسے حکم دیا کہ وہ فوراً محل میں کام شروع کر دے۔ اسلحہ خانے میں ہزاروں راکٹ پہلے ہی تھے اور لوگ دیگر اسلحہ بنانے میں مصروف تھے۔

معاشی مشکلات اور جاگیردار پٹودی سے تصادم:

اسی دوران باغی فوج نے تنخواہ کے لئے چلانا شروع کر دیا اور زور زور سے بادشاہ' حکیم احسن اللہ' زینت محل' بخت خان اور مرزا مغل کی توہین کرنے لگے اور کہنے لگے کہ: ''جب ہم بھوکے ہوں تو کیسے لڑ سکتے ہیں؟'' بریلی بریگیڈ کے علاوہ باقی سپاہیوں اور افسران میں سونے کی مہروں اور روپوں کی ایک چھوٹی سی مقدار تقسیم کر دی گئی اور کوٹ قاسم (270) [کے افسر مالیہ] کو فوری حکم نامہ جاری کیا گیا جس میں ہدایت کی گئی کہ وہ فوراً خزانہ بادشاہ کے پاس لائے۔ [ضلع] کوٹ قاسم کا مالیہ برطانویوں نے ایک لاکھ پچیس ہزار روپوں [Rs.125,000] کی حضور والا کی ماہانہ پنشن کے ساتھ اضافے کے طور پر مختص کر دیا تھا۔ افسر مالیہ نے بدامنی کی وجہ سے مالیہ اکٹھا کرنے کی اپنی نااہلیت کی اطلاع کی لیکن تازہ احکامات بھیجے گئے اور بخت نے اس کام میں امداد کیلئے مزید کچھ آدمی اور افسران بھیجنے کا وعدہ کیا۔ نتیجتاً شیر خان' (271) ساکن کیرانہ [ضلع مظفر نگر] پچیس [سپاہیوں] کے ساتھ مقرر کیا گیا۔ پٹودی (272) پہنچنے پر اس جمعیت کی (وہاں کے) نواب اور جاگیردار عبدالعلی خان (273) نے خاطر کی جس کے باپ کو لارڈ لیک کے ساتھ میدانِ جنگ میں امتیازی خدمات کے صلے میں جاگیر ملی تھی۔ شیر خان نے رات کا کھانا کھانے سے انکار کر دیا' اور ان دونوں بیٹوں کو روک لیا جن کو نواب نے یہ (کھانا) پیش کرنے کے لئے بھیجا تھا' اور ایک بڑی رقم کا مطالبہ کیا اور انکار کی صورت میں کیمپ میں موجود بیٹوں کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔ نواب نے پانچ ہزار روپے بھیجے لیکن ان کو رہا نہیں کیا گیا۔ اس پر اس

نے اپنے خادموں کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا کہ اگر ضروری ہو تو ان [سپاہیوں] کو قتل کردو لیکن کسی بھی طرح اس کے بیٹوں کو بچالو۔ انہوں (خادموں) نے اپنا کام پورے پرامن طریقے سے سرانجام دینے کی کوشش کی۔ لیکن بے سود۔۔ اس پر وہ سپاہیوں پر ٹوٹ پڑے بیٹوں کا قبضہ لے لیا اور ان کو ان کے باپ کے پاس واپس بھیج دیا۔ [سپاہیوں کی] اس تعداد میں سے صرف دو بھاگ کر دہلی جاسکے اور وہ بھی بہت شدید زخمی ہو گئے تھے۔ جب یہ خبر شہر میں پہنچی تو باغی سرداروں میں سخت سکوت چھا گیا۔ نواب کے بارے میں اعلان کیا گیا کہ وہ برطانیہ کا دوست ہے اور اسے ختم کر دینا چاہیے۔ یہ بھی طے ہوا کہ بلا تاخیر ایک فوج اس کے خلاف روانہ کی جائے لیکن حکیم احسن اللہ نے بادشاہ پر زور دیا کہ وہ اس طرح کے کام کے خلاف اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے اور بعد ازاں یہ مہم ترک کر دی گئی۔ (274)

نیمچ بریگیڈ کی بغاوت (3 جون 1857ء):

اب نیمچ بریگیڈ (275) کی آمد کی اطلاع آئی۔ وہاں پر نمبر 72 مقامی پیادہ' توپ خانے' باقاعدہ سواروں کے ایک دستے اور [بیرونی] دستوں۔۔۔ اور نمبر 7 رجمنٹ' گوالیار رجمنٹ نے میرٹھ اور دہلی کے حالات کا سن کر بغاوت کر دی تھی۔۔۔۔ اس فوج نے توپیں چھیننے سے اپنی کارروائیوں کا آغاز کیا اس کے بعد خزانہ لوٹ لیا اور جیل توڑنے کے بعد مجرموں کو رہا کرالیا اور دارالخلافہ کی جانب چل پڑے۔

مہد پور فوج کی بغاوت (4 جون 1857ء):

[برطانوی] افسر جو کہ پڑوس میں مہد پور چھاؤنی (276) میں کمان کر رہا تھا' نے اپنی ہندوستانی رجمنٹوں کو نیمچ کے سپاہیوں کے خلاف اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ وہ توپیں چھین لائیں لیکن یہ دستے بھی یہاں آمد پر باغیوں کے ساتھ مل گئے۔ ان کا اگلا مقام اجمیر (277) ہونا تھا جسے لوٹنے کا انہوں نے ارادہ کیا تھا لیکن انہیں [دہلی کے ایک آدمی نے] اس سے باز رہنے کا کہا اور اس نے انہیں بتایا کہ انہیں [دیولی میں] دو توپیں اور ایک بہت بڑا اسلحہ اور قابل ذکر خزانہ مل جائے گا جبکہ صرف پچیس سپاہی ان کی مزاحمت کریں گے۔ (278)

نیچ فوج کا فتح پور سیکری کی جانب جانا:

جب لارنس صاحب [کرنل جارج لارنس] '(279) اجمیر کے ریزیڈنٹ' نے باغیوں کی نیتوں کے بارے میں سنا تو اس نے جودھپور (280) کے سواروں کے ایک دستے کو [برطانوی] عورتیں اور بچے لانے پر مقرر کیا۔ یہ لوگ ان کی حفاظت سے [؟] گاؤں میں لے گئے اور ان کو [مقامی جاگیردار] کے سپرد کر دیا۔ جب وہ دیولی میں داخل ہوئے تو انہوں نے...... وہاں پر فوجیوں کی ایک کمپنی کو تعینات دیکھا اور باقاعدہ پیش قدمی کرتے ہوئے فتح پور سیکری (281) چلے گئے۔

الور کے فوجیوں کا باغیوں سے ملنا:

اجمیر کے ریزیڈنٹ نے نیچ کی فوج کو حیران کرنے کی غرض سے الور کے راجہ (کی فوج) کا ایک دستہ اور چار توپیں روانہ کیں لیکن ان کی آمد کا سن کر انہوں نے میزیں الٹ دیں اور اپنے بھیجنے والوں (مالکوں) کو اس وقت حیران کر دیا جب پوری رجمنٹ اور توپیں باغیوں سے مل گئیں جن کو جلد ہی کوٹہ کی رجمنٹ معہ 240 گھڑ سواروں کے مل جانے سے مزید قوت ملی۔ (282)

نیچ فوج کا آگرہ پر قبضہ (5 جولائی 1857ء):

نیچ رجمنٹ مذکورہ بالا طریقے سے مزید مضبوط ہو کر آگرہ سے تقریباً ساڑھے سات میل [ایک جگہ پر] آ گئی جہاں پر نمبر 3 یورپینز کی پانچ کمپنیوں اور گھڑ سوار توپ خانے کا ایک دستہ ان کی مزاحمت کے لئے آ رہا تھا۔ جنگ توپ خانے اور توڑے دار بندوقوں کی زبردست فائرنگ سے شروع ہو گئی۔ جلد ہی یورپی فوج اور توپ خانہ پسپا ہونے لگا اور باغی آگے بڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ یورپی آگرہ پہنچ گئے اور درجہ بندی کے ساتھ قلعہ بند ہو گئے۔ باغیوں نے شہر بھر میں بلکہ قلعہ کے دروازوں تک ان کا تعاقب کیا۔ جب کم ذات والوں نے سنا کہ انگریزوں کو شکست ہوئی ہے تو انہوں نے شہر میں عیسائیوں کا قتل عام شروع کر دیا۔

بورڈ آف ریونیو کا [ہیڈ کلرک] فیض احمد (283) قلعے کے دروازے کے پاس

مسجد میں تھا۔ اس نے نیچ کی فوج کو پکارا: ''آہستہ آہستہ جاؤ اور خبردار رہو بہت احتیاط کرو سامنے کے میدان میں بارودی سرنگیں ہیں۔ بڑھتے ہوئے باغی ایک دم سے رک گئے۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا ہوتا تو قلعے کے دروازے بند نہ ہوئے ہوتے۔ لوگوں کا ہجوم اتنا تھا کہ وہ اس جگہ [قلعہ] کا قبضہ حاصل کر لیتے اگر چہ بلاشبہ ان کا نقصان بہت ہوتا۔

برطانوی توپوں کی جانب سے آنے والے گولوں نے [باغیوں کے سربراہ] کا ہاتھ اور دوسرے کی 4 انگلیاں اڑادیں اور اس کو اپنی باگیں چھوڑنی پڑیں۔ باغی فوج اپنے [سربراہ] کو زخمی اور لاچار دیکھ کر حواس باختہ ہوگئی اور پرانے کیمپوں میں چلی گئی۔۔۔۔ لیکن یہ سن کر کہ یورپی نئی توپوں کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں وہ لوگ متھرا کی جانب چلے گئے کیونکہ گولیوں کی کمی تھی۔(284)

انگریزوں کا آگرہ والوں پر مظالم ڈھانا اور اہل آگرہ کا دہلی آنا (6 جولائی 1857ء):

جب نیچ کی فوج [آگرہ] کے نواح سے نکل گئی تو یورپی باہر نکلے اور شہر کے لوگوں کو سخت ترین سزائیں دیں اور بہت سوں کو مار ڈالا۔(285) مجسٹریٹ جس کی برداشت حد سے زیادہ تجاوز کر گئی تھی اس نے مارشل لاء کے اعلان کے ساتھ ہی تمام سرکاری ملازمین کے لئے یہ تجویز دی تھی کہ اگر ہو سکے تو وہ سب نکل جائیں۔ اکثریت نے یہی کہا اور باغیوں کے ساتھ شامل ہو کر ان کے ساتھ دہلی آ گئی۔ ان میں بوڑھا فیض احمد بھی تھا۔ وہ نیچ بریگیڈ کے ہمراہ دارالخلافہ پہنچا اور اس کو بادشاہ نے فوراً صدر الصدور فوجداری مقرر کر دیا'(286)[کوتوال اور اس کے ماتحتوں کو] ہدایت کی گئی کہ وہ اپنی اطلاعات احکامات حاصل کرنے کی غرض سے اس کے پاس بھیجا کریں۔ فیض احمد نے بہت بوڑھا ہونے کے باوجود آخر تک اپنی ہمت قائم رکھی۔(287)

متھرا کے مجسٹریٹ کی آگرہ آمد (5 جولائی 1857ء)

متھرا کا مجسٹریٹ (288) نیچ کی فوج کی آمد کا سن کر آگرہ کے لئے فرار ہو گیا جس کے ساتھ چار سپاہی بھی تھے اور خیریت سے وہاں پہنچ گیا۔ اس نے ہر شخص کو 100 روپے انعام دیا اور سب سے وعدہ کیا کہ خوف و ہراس ختم ہونے پر انہیں ترقی دی

جائے گی اوران کو جانے دیا جائے گا۔ نیمچ کے آدمیوں کو متھرا میں چالیس سرکاری ہاتھی ملے اوران پر قبضہ کرلیا گیا۔ اپنے سات روزہ قیام کے دوران انہوں نے ساہوکاروں اور تاجروں سے [ایک لاکھ] اور ستاون ہزار روپیہ وصول کیا اور بادشاہ سے فوری احکامات حاصل کرنے کی غرض سے دہلی روانہ ہوئے اور بلب گڑھ کے راستے چلے لیکن وہاں کے راجہ نے کوئی مداخلت نہ کی کیونکہ وہ سوسواروں کا ایک دستہ شاہی فوج کیلئے بھیج چکا تھا۔

سربراہان نیمچ بریگیڈ کی تعریف:

نیمچ کی فوج نے بریلی کی فوج کے جنوب میں خیمے لگائے اور اگلے دن ان کے سربراہان سردھانہ سنگھ (289) ہیرا سنگھ (290) اور غوث محمد خان (291) دیگر تمام افسران کے ہمراہ محل گئے تا کہ بادشاہ کو سلامی اور عام نذرانہ [رسمی تحائف] پیش کریں۔ سردھانہ سنگھ ایک بے وقوف اور جاہل شخص تھا لیکن باقی دو اشخاص بہت قابل شخص تھے اور حقیقی راہنما تھے اور اس کاروائی کے اہل کارساز تھے۔ (292)

عزت مآب نے ان کو آگرہ میں ان کے کارناموں پر مبارک باد دی۔۔ لیکن ان افسران نے بریلی بریگیڈ کی طرح سے نہ تو تخت کو چوما اور نہ ہی اس کی حمایت کرنے کی قسم کھائی۔ (293) نیمچ کی پوری فوج کا تخمینہ آٹھ ہزار افراد کا تھا جو سب ہی مسلح تھے۔

بخت خان کی مولانا فضل حق خیرآبادی کو گورنر دوآبہ مقرر کرنے کی تجویز:

بخت خان اپنے سپہ سالار مقرر ہونے کے بعد روزانہ باغی فوج کے دیگر افسران اور [کوتوال] اور شہر کے تھانیداروں کو احکامات جاری کیا کرتا تھا۔ وہ مولوی سرفراز علی جنہوں نے خود کو وزیراعظم بنایا ہوا تھا' کے ساتھ علاقے کے دیگر انتظامات بھی سنبھالتا تھا۔ اوران دونوں نے (مولوی) فضل حق (خیرآبادی) کو دوآبہ [وہ علاقہ جو دریائے جمنا اور گنگا کے درمیان ہے] میں [گورنر] مقرر کیا' البتہ موخرالذکر کرنے اس تقرری کو رد کر دیا اور بادشاہ جس سے اس حوالے سے مشورہ نہ کیا گیا تھا اس نے یہ جواز پیش کیا کہ جنگ کے آغاز سے ہی اس (بادشاہ) نے یہ عہدہ مالاگڑھ کے ولی داد خان (294) کو دے دیا ہے...... جو تب سے ہی وہاں پر فرائض سرانجام دے رہا ہے۔ اس

بیان سے جو کہ بلاشبہ بالکل درست ہے' یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بادشاہ نے دہلی میں میرٹھ کے باغیوں کی آمد کے فوراً بعد سلطنت کے خاکے تیار کر لئے تھے۔(295)

شاہی دربار میں دو ناظمین کا جھگڑا:

بخت خان اور سرفرز علی نے شاہی اجازت حاصل کر کے بنارس اور الہ آباد کے [گورنروں کے طور پر اودھ کے] دو ان پڑھ اور جاہل اشخاص کو مقرر کیا جو کہ دربار کے انعقاد کے دوران ہی لڑ پڑے اور بادشاہ کی موجودگی میں ہی گتھم گتھا ہو گئے۔ (296) جس پر موجود امراء میں ایک اسکینڈل بن گیا جو کہ ان میں سے [موخر الذکر کی] بیہودہ باتوں پر بحث کرنے لگے جس نے ان دونوں کو امتیازی افراد قرار دیا تھا جن کو بخت خان اینڈ کمپنی (297) نے ناظم [گورنر] بنایا تھا۔

بخت خان کا برطانوی امداد لوٹنے کا منصوبہ اور بادشاہ کی غفلت (جولائی 1857ء)

بخت خان کو خبر ملی کہ برطانیہ کی معاہدہ کرنے والی فوج جو نو سو گاڑیوں پر مشتمل ہے وہ پہاڑی کی جانب باجیوتا د کے راستے آ رہی ہے۔(298) اور ایک دوسری خبر کے مطابق یہ انبالہ اور کرنال کے راستے آ رہی ہے اور راؤ سرائے (299) پہنچ چکی ہے۔ اس پر اس نے بادشاہ کو تین الگ الگ اطلاعات بھیجیں لیکن کوئی جواب نہ پا کر بذات خود حضور والا کے پاس گیا اور کہا: ''مجھے ایک ہزار رضا کارانہ گھڑ سوار دیجئے اور میں جاؤں گا اور اس [محاصرہ کرنے والی فوج] کو یا تو لوٹ لوں گا یا تباہ کر دوں گا۔'' کسی نے بھی اس کی بات نہیں سنی کیونکہ گو کہ وہ بادشاہ کے احکامات سے بظاہر سپہ سالار ہو گیا تھا لیکن بادشاہ نے اس کے ساتھ کبھی ایسا سلوک نہیں کیا تھا کیونکہ اس کے بیٹے مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان اس کے شدید مخالف تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ (محاصرہ کرنے والی فوج) حفاظت سے برطانوی کیمپ میں آ گئی۔(300)

جنرل بخت خان کا انگریزی حملے میں بال بال بچنا:

برطانوی اور باغی توپ خانوں کے درمیان گولہ باری دن رات ہوتی رہتی تھی۔

بعض اوقات باغی' انگریزی توپ خانے کے بالکل قریب چلے جاتے تھے......دوسری جانب یورپی پہاڑی سے نیچے اتر آتے اور باغیوں کی توپوں کے قریب جنگ کرتے تھے۔ اکثر دنوں میں بخت خان مختلف مورچوں کا گھڑ سواروں کے ساتھ معائنہ کرتا تھا اور ایک بار تو وہ بہت مشکل سے بچ نکلا۔ (توپ کا) گولہ اس کی [پگڑی] میں جالگا اور اس میں ایک یادوانچ تک آگ لگ گئی اور وہ دن اس کا آخری دن ہونا تھا۔ (301)

بقر عید پر بخت خان کی احتیاطی تدابیر

اور ہندوؤں کی دل جوئی (یکم اگست 1857ء):

اب بقر عید کے تہوار میں چند روز رہ گئے تھے۔ اس لئے بخت خان نے [کوتوال] اور شہر کے دیگر افسران کو حکم دیتے ہوئے ہدایت کی کہ وہ دارالخلافہ کی ساری ہندو اور مسلم آبادی کو جمع کرے کیونکہ وہ ان سے خطاب کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بخت خان اپنے وعدے کے مطابق آیا اور یوں خطاب کیا: ''میرے بھائیو! میری بات سنو۔ میں ہندو اور مسلم مذاہب کو ایک جیسا ہی سمجھتا ہوں۔ اس شہر میں مختلف رجمنٹوں میں ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد شامل ہے...... لہٰذا عید آنے پر کوئی مسلمان [ایک بھی گائے یا بیل] ذبح نہ کرے...... جو بھی ایسا کرے گا وہ مار ڈالا جائے گا۔ میرے ہندو بھائیو! بتاؤ' کیا تم اس حکم کی توثیق کرتے ہو؟'' سب نے جواب دیا: ''ہم بہت شکر گزار ہیں۔ جناب والا کی پالیسی بہت بہترین ہے اور آپ بہت زیرک و دانش کی حامل شخصیت ہیں'' پھر وہ سب خاموشی سے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ (302)

[کوتوالی] میں تعینات سپاہیوں کے دستے جائزے کے لئے موجود رہتے تھے اور [سید مبارک شاہ] کو ان کی موجودگی میں اطلاع دی گئی کہ اگر شہر میں کوئی ایک بھی گائے یا بکری ذبح ہوئی تو اس کو ماردیا جائے گا۔ بخت خان نے [کوتوال اور اس کے نائب] کو ایک اور محافظ دستہ فراہم کیا اور شہر کے چار ڈھنڈھورچیوں کو ہر گلی' سڑک اور شہر کے ہر کونے میں ڈھول پیٹ کر اس حکم کی تشہیر کرنے کا حکم دیا۔

''مخلوق خدا کی...... ملک بادشاہ کا...... حکم سپہ سالار افواج بخت خان کا۔ اگر

کوئی اعلیٰ یا ادنیٰ شخص کوئی گائے یا بکری ذبح کرے گا تو وہ مارا جائے گا۔"

نتیجہ یہ نکلا کہ کوئی میمنا بھی عید پر ذبح نہ ہوا(303)۔ بلاشبہ یہ احتیاطات بہت ضروری تھیں کیونکہ سپاہی پہلے ہی ایسے بہت سے [مسلمان] قصائیوں کو مار چکے تھے جنہوں نے اپنے [گائے کے] گوشت فروخت کے لئے برملا لٹکائے تھے۔(304)

اودھ سے سفارت کی آمد (5 اگست 1857ء):

تقریباً اسی وقت الطاف حسین (305) لکھنو (306) کی بیگم [حضرت محل] (307) کی جانب سے بادشاہ کے لئے تحائف اور عائد شدہ ٹیکس لیکر آیا' جس (بیگم) نے پورے اودھ میں انگریزوں کے قتل عام کا حکم دے دیا تھا اور اب وہ ان کے ساتھ لکھنو میں لڑ رہی تھی۔ زینت محل کے تحائف میں ہیروں کا ایک لمبا گلے کا ہار تھا۔ جواہرات کے بازو بندوں کا ایک جوڑا تھا اور ایک اور چھوٹا سا گلے کا ہار تھا۔ بادشاہ کے لئے جواہرات کا تاج' جو تقریباً [ایک لاکھ] مالیت کا تھا' قرآن کا نسخہ اور سونے کی ایک سو ایک مہریں تھیں۔ بادشاہ کو بیگم کی جانب سفارت کی اطلاع ملنے پر بہت خوشی ہوئی جس کی ریاست لمبے عرصے سے تخت دہلی سے اتحاد و یگانگت رکھتی تھی (308) اور اس (بادشاہ) نے ہدایت دی کہ اس کو یہ سب چیزیں اگلے دن بھرے دربار میں پیش کی جائیں۔ جیسا کہ انتظام کیا گیا تھا' بادشاہ اگلے دن دربار میں آیا اور اپنے اجداد کے تخت پر تخت نشین ہونے کے بعد [سفارت] کی آمد کے لئے بے تاب ہو گیا اور ان کو جلد بلوالیا۔ بادشاہ کے درباریوں نے حضور والا کو بتایا کہ نواب علی خان (309) جو اودھ [کا ایک صوبائی گورنر] اور وہاں کا بہت طاقتور امیر ہے' اس سفارت کے ساتھ آ رہا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ اتنا خوش ہوا کہ اس نے جلدی سے [ایک نظم] تیار کر لی...... اور مرزا خضر سلطان اور احمد قلی خان' ملکہ زینت محل کے والد کو پڑھ کر سنائی۔ احمد قلی خان نے بآواز بلند اس کی تعریف کی جس پر مرزا خضر سلطان نے اس میں اپنے بھی تین اشعار کا اضافہ کیا اور بادشاہ کو پڑھ کر سنایا۔

اس طرح سے وقت گزرنے لگا لیکن ابھی تک [سفارت] پیش نہ ہوئی۔ بادشاہ غصے میں آ گیا اور چھچھورے پن سے کہا: "وہ کیوں نہیں آتا؟" اور مختصر طور پر

دربار برخاست کر دیا۔ اگلے دن نواب حامد علی خان بادشاہ کے پاس سفارت لایا جبکہ اول الذکر نے سلامی پیش کی اور [دیوان] میں نذرانے [رسمی تحائف] دیئے۔ بعدازاں یہ راز کھلا کہ گزشتہ روز کی تاخیر حامد علی خان کی وجہ سے ہوئی جوان بیش قیمتی جواہرات کو دیگر انتہائی کم تر مالیت والوں سے بدلنے کے لئے بے تاب تھا جو کہ بادشاہ کو پیش کرنے تھے...... لیکن اس توہین آمیز تبدیلی کے لئے وقت نہیں نکل پایا......

نانا صاحب کی سفارت کا آنا (اگست 1857ء)

بیگم [کی سفارت] کی روانگی کے بعد جلد ہی انگریزوں کے قاتل نانا صاحب (310) کا بھائی بالا راؤ (311) مالاگڑھ سے ہوتا ہوا آیا جہاں پر اسے بادشاہ کے داماد (312) ولی داد خان نے چند روز کے لئے روک لیا تھا جس نے بلند شہر (313) کے نزدیک اپنے قلعے میں اس کی ضیافت کی۔

مشتبہ شخص کی کوتوالی آمد:

جولائی کے بالکل آخری دنوں میں ایک حقیر سا شخص جو افسوس ناک حالت میں تھا اور کوئی [لٹیرا] لگتا تھا' [کوتوالی] آیا اور [کوتوال] کا پوچھا۔ محافظ سپاہیوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے اور [کوتوال سے] کیوں ملنا چاہتا ہے۔ اس پر وہ اتنا خوفزدہ ہوا کہ اس نے ہکلا کر بے وقوفانہ جوابات دینا شروع کر دیئے کہ ان کو شبہ ہو گیا اور انہوں نے اسے قید کر دیا اور [سید مبارک شاہ] کی آمد پر اسے کہا کہ وہ اسے [شخص کو] برطانوی کیمپ کا ایک جاسوس خیال کرتے ہیں...... لیکن بعدازاں بڑی چھان بین کے بعد بھی انہیں اس سے کوئی خط یا کاغذ نہیں ملا۔ [کوتوال] نے اسے تنہائی میں لے جا کر پوچھا کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اس نے اسے بتایا کہ ضلع مظفر نگر کے ایک [جج] محبوب علی خان (314) کے بھتیجے عنازت علی خان (315) نے اسے بادشاہ کے راز دار پیر (316) ...... کی طرف بھیجا ہے۔ لیکن وہ اسے نہیں ملا اور یہ سن کر کہ [کوتوال] بھی [اسی ضلع کا رہنے والا ہے] اس سے مطلوبہ معلومات لینے چلا آیا تھا۔ اس پر [کوتوال] نے سرگوشی کی: ''کیا تمہارے پاس کوئی خط ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''ہاں! میری چھڑی میں

ہے...... ایک بادشاہ کے لئے اور اس کے پیر اور محمد نقی (317) کے لئے اور بلاشبہ ایک مجھے آپ کے لئے بھی دیا گیا ہے کیونکہ لکھنے والے جانتے ہیں کہ آپ یہاں [کوتوال] ہیں" اس پر [سید مبارک شاہ] نے سپاہیوں کو بتایا کہ اس آدمی کو [محبوب علی خان نے بادشاہ کے پیر] کے پاس بھیجا ہے جس سے وہ مطمئن ہو گئے اور انہوں نے اسے جانے دیا۔ اور اسی وقت [کوتوال] کو کہا کہ اگر اس نے انہیں دھوکا دیا ہے تو اسے اس کی قیمت اپنے سر سے چکانی پڑے گی۔ سپاہیوں کے نیچے جانے کے بعد [کوتوال] نے چھڑی کو ایک اکیلے کمرے میں کاٹ کر کھولا اور اس میں خطوط پائے جیسا کہ بیان کیا گیا تھا۔

بادشاہ کے نام درخواست میں اس سے آدمیوں کی مدد چاہی گئی تھی اور لکھنے والے کی جانب سے ہتھیار اٹھانے کی تیاری کی وضاحت کی گئی تھی۔ دیگر دو افراد کے نام خطوط میں ان سے التجا کی گئی تھی کہ وہ بادشاہ سے اس کی درخواست پوری کرنے کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں۔ [کوتوال نے] کاغذ پھاڑ ڈالے اور ان کے حامل کو بتایا کہ چھڑی میں صرف ایک خط تھا۔ وہ شخص سپاہیوں سے بہت ڈرا ہوا تھا اور ان سے جانے کی اجازت حاصل کر کے اور بریلی کیمپ میں کچھ...... آدمیوں کو دیکھ کر موقع ملتے ہی شہر سے فرار ہو گیا......

سبزی منڈی کی جنگ (14 تا 18 جولائی 1857ء):

ایک موقع پر تیز موسلا دھار بارش ہو گئی اور سبزی منڈی میں تیلی واڑہ کے تقریباً دو سو سپاہی پانی سے بچ کر چھپروں میں بیٹھے ہوئے تھے جبکہ باقی لوگ توپ کے مورچے میں ہی تھے۔ یورپینوں نے اس کو خالی گردان کر یا پھر تقریباً خالی سمجھ کر اپنی ایک کمپنی کے ساتھ فائرنگ کرتے ہوئے اتنے قریب آ گئے جتنا کہ وہ آ سکتے تھے تقریباً 80 سپاہی ایک گولے سے جہنم واصل کر دیئے۔ (318) جبکہ باقی سب نے اپنی توپیں چھوڑیں اور بھاگ گئے۔ یورپینوں نے تعاقب کیا تو چھپروں میں اندر بیٹھے ہوئے سپاہی جو اس فرار کو دیکھ رہے تھے باہر نکل آئے اور ایک گولہ برسایا جس سے تیس سے چالیس کے درمیان (انگریز) سپاہی اور افسران مارے گئے جس پر انگریز اپنے مورچوں میں واپس چلے گئے۔

شہر کے کم درجے کے لوگ، ہندو، مسلم اور غازی جو مورچوں کے قریب کافی تعداد میں رکے کھڑے تھے اب وہ آگے کی جانب لپکے اور کچھ مردہ یورپینوں کے سر قلم کر دیئے اور سروں کو نیزوں پر لگانے کے بعد شہر کے اندر آ گئے جن کے پیچھے بہت مجمع تھا۔ ہر سر لانے والا بادشاہ کے پاس لایا گیا اور پانچ روپے انعام پایا۔ جوان (سروں) کو مرزا مغل کے پاس لے گئے ان کو تین یا چار روپے ملے۔ مرزا خضر سلطان نے بھی ان کو انعام دیا جو اس کے پاس کوئی سر لے کر آیا......

نیچ بریگیڈ پر مرزا کوبش کی سربراہی:

نیمچ بریگیڈ کے افسران اور اس فوج کی آمد سے قبل جو سرداران دہلی میں موجود تھے ان سب سے مشورے کے بعد یہ طے پایا اس (نیچ) فوج کو مرزا کوبش (319) جو کہ تخت کا وارث خیال کیا جاتا تھا، کی زیر کمان رکھا جائے اور اس نے ان کے ساتھ برطانیوں کے خلاف ہر مہم پر جانے کی نیت ظاہر کی...... کیونکہ شاہی افواج کی ناکامی کو عوام اور سپاہی دونوں ہی اس بات سے منسوب کرتے تھے کہ شاہی خاندان کے کسی بھی شہزادے نے کبھی ان کی کمان نہیں کی یا پھر جنگوں کے دوران موجود نہ ہوا ہے۔ مرزا کوبش نے اپنا وعدہ پورا کیا اور وہ برطانوی مورچوں پر حملہ کرنے اکثر فوج کے ساتھ جاتا تھا اور شام کو شہر واپس آتا تھا۔ تباہ کن گولہ باری گھنٹوں تک جاری رہتی تھی لیکن کوئی فیصلہ کن نتیجہ سامنے نہیں آتا تھا۔

ٹونک سے غازیوں کی آمد (21و31 جولائی 1857ء):

اسی عرصے میں تقریباً پانچ سو افراد ٹونک سے آئے (320) جہاں کا [حاکم] ان کو روکنے کے قابل نہیں تھا۔ ان کا بیان کردہ مقصد کفار کے خلاف جہاد تھا جو ان کا (دشمن کو) غارت کرنے کے واحد حقیقی (مقصد) تھا۔ اس طرح سے مختلف علاقوں سے پورے پانچ سو افراد دہلی میں غازی کے طور پر آئے جن کی اکثریت محض [کلہاڑوں] سے مسلح تھی۔۔ انہوں نے سبز چغے اور سبز پگڑیاں پہنی ہوئی تھیں۔ یہ سب غازی بشمول ٹونک کے آدمیوں کے بادشاہ سے روانہ دو آنہ وصول کیا کرتے تھے عموماً وہ برطانوی لائنوں پر حملوں میں شامل ہو جائے اور فوجی کے ساتھ واپس آتے۔ ان میں سے اکثر انتہا پسند

دست بدست لڑائی میں مصروف ہوتے تھے اوران کی بڑی تعداد یورپیوں کے ہاتھوں ماری گئی۔

رام پوری خواتین کی بہادری کے حالات:

اکثر اوقات رام پور کی دو بوڑھی ضعیف مسلمان عورتیں (321) باغیوں کی سربراہی کرتیں اور برہنہ شمشیر کے ساتھ کافی آگے چلی جاتیں اور جب سپاہی پیٹھ دکھاتے تو وہ بہت سختی سے ان پر طنز و تشنیع کرتیں' ان کو بزدل کہتیں اوران پر للکارتیں کہ دیکھو عورتیں کس طرح سے آگے جاتی ہیں جہاں پر وہ ڈرتی نہیں ہیں...... ''ہم بغیر پیچھے ہٹے گولیوں کی بوچھاڑ میں چلے جاتے ہیں۔ جب کہ تم بھاگ جاتے ہو۔'' سپاہی ان سے یہ کہتے ہوئے معذرت کرتے تھے: ''ہم گولیاں لینے جاتے ہیں'' لیکن عورتیں جواب دیتیں: ''تم رکو اور لڑو اور ہم تمہارے لئے گولیاں لاتے ہیں۔'' یہ (دونوں) عورتیں اکثر اوقات میں مورچوں میں آدمیوں کو کارتوس فراہم کرتی تھیں اور گولیوں کی بوچھاڑوں میں بھی بے دھڑک چلا کرتی تھیں لیکن خدا کے فضل سے کبھی زخم نہ کھایا۔ آخر کار ان دونوں میں سے ایک پکڑی گئی اور سول کمشنر مسٹر گریتھڈ کے روبرو لائی گئی جس نے شہر کی حالت اور باغی فوج کی باز پرس کرنے کے بعد اس کو پانچ روپے دیئے اور رہا کر دیا۔ اور ساتھ ہی اتنے سخت احکامات بھی جاری کئے کہ کوئی مرد اس پر دست درازی نہ کرے گا۔ چونکہ وہ باغیوں کے پاس پھر کبھی واپس نہ آئی (322) لہذا کئی لوگوں نے یہ خیال کیا کہ وہ برطانوی جاسوس ہوگی۔ جب غازیوں کے دستے حملے کرنے جاتے تو عورتیں ناگزیر طور پر ان سب سے آگے ہوتیں تھیں۔ (323)

قدسیہ باغ میں شاہی توپ خانے کا بندوبست (7 اگست 1857ء):

تقریباً اسی وقت نصیرآباد' نیمچ اور بریلی بریگیڈوں نے ایک جنگی کونسل بلائی اور یہ طے کیا کہ ایک توپ خانہ قدسیہ باغ (324) میں لگانا چاہئے کیونکہ یہ انتظام بہت ضروری ہے کیونکہ برطانوی توپ خانے اب ریکٹ کورٹ (325) تک آ گئے ہیں۔ غازیوں کی ایک بڑی تعداد' سواروں کی ایک رجمنٹ' نصیرآباد پیادہ فوج کی دو رجمنٹیں...... میرٹھ کی نمبر 20 مقامی پیادہ فوج کے تقریباً 250 سپاہی' اتنی ہی تعداد میں

نمبر 72 پیادہ فوج کے سپاہی' 5 توپوں کے ساتھ وہاں پر تعینات ہوئے۔ برطانوی مورچوں سے گولوں اور گولیوں کی بارش جواب شہر میں ہونے لگی تھی اس نے لوگوں اور باغی فوج دونوں کو خوف زدہ کر دیا تھا۔ بہت سے مارے گئے تھے اور گولوں کی طاقت اتنی تھی کہ وہ ان پرانی...... عمارتوں سے گزر جاتے اوران کو بالکل تباہ کر دیتے جو بہت مضبوط تھیں اور پتھر کی تین تہوں پر مشتمل چھتوں سے بنی ہوئی تھیں۔

قلعے میں برطانوی گولوں کا گرنا:

ایک صبح تقریباً 8 بجے (326) بادشاہ کے اپنے کمرے سے باہر آنے سے قبل تقریباً تیس یا چالیس امراء محل کے چوک میں ہیروں والے ٹینک کے گرد بیٹھے ہوئے اس کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ جیسے ہی بادشاہ اپنے خلوت خانے سے باہر آیا تو تین گولے براہ راست اس کے آگے اور پیچھے گرے اور پھٹ گئے لیکن کوئی نقصان نہ ہوا۔ بادشاہ فوراً واپس چلا گیا اور دیگر تمام جو وہاں پر بیٹھے تھے اٹھ کر چلے گئے۔ اسی شام کو بادشاہ نے فوج کے اعلیٰ سربراہان کو بلایا اوران کو یوں مخاطب کیا: ''میرے بھائیو ......تمہارے یا شہریوں کے لئے بلکہ میرے لئے بھی بیٹھنے کی کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے ......نہ تھمنے والی گولہ باری نے پہلے ہی تمام جگہیں روک دی ہیں...... کیونکہ جیسا کہ آپ دیکھ سکتے ہیں کہ اس [تالاب] کے پاس بھی جہاں مجھے ہر روز بیٹھنے کی عادت تھی اب گولے اور گولیاں گر رہی ہیں۔ تم کہتے ہو کہ تم یہاں پر لڑنے آئے ہو...... کیا تم اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ گولیوں اور گولوں کی اس بوچھاڑ کو محل میں آنے سے روک سکو؟''

فوجی افسران کا اجلاس:

یہ سن کر نیچ' نصیرآباد اور بریلی بریگیڈوں کے سالاروں نے ایک دوسرا جنگی اجلاس طلب کیا اور یہ طے کیا کہ جب بارشیں کسی حد تک رک جائیں گیں تو ایک فوج دشمن پر حملہ کرنے کی غرض سے نجف گڑھ بھیجی جائے گی جبکہ ایک دوسری ٹکڑی پہاڑی پہ قبضہ کر لے گی جہاں پر اس وقت بہت کم یورپی فوج رہ جائے گی کیونکہ اصل فوج نجف گڑھ سے پیش قدمی روکنے کی غرض سے پہلے ہی روانہ ہو چکے گی۔

ان منصوبے پر اتفاق ہو گیا اور افسران کے ایک گروہ نے بادشاہ کا جا کر

انتظار کیا اور حضور والا سے عرض کیا کہ وہ ایک ہفتہ یا دس روز تک انتظار کریں اور پھر وہ دیکھیں گے کہ ان کی وفادار فوج ان کی خاطر کیا نمایاں کارنامے سرانجام دیتی ہے۔

قدسیہ باغ پر انگریزی فوج کا شب خون (8-اگست 1857ء) اور شاہی فوج کا بدلہ (12-اگست 1857ء):

اسی عرصے میں قدسیہ باغ کے مورچے میں درج ذیل حادثہ رونما ہوا۔ تقریباً آدھی رات کو سپاہیوں کی اکثریت اپنی توپوں کے ساتھ سو رہی تھی جبکہ باقی سپاہی ٹکڑیوں میں بکھرے ہوئے لیٹے تھے جن کے پاس اس وقت ہتھیار بھی نہیں تھے...... دراصل وہ اتنے لاپرواہ اور اپنی حفاظت سے غافل تھے کہ گویا وہ سوئے ہوئے ہی تھے...... جبکہ جنگل میں موجود فوجی بھی اسی حالت میں تھے۔ یورپی افسران کے ملازمین میں سے ایک نے یہ حالت دیکھ کر انگریزوں کو اطلاع دی۔ جس پر کیپٹن صاحب نے ریکٹ کورٹ کے توپ خانے سے یورپینوں اور گورکھوں کی ایک جمعیت لی اور ان کو بغیر شور و پکار کے اور دبے پاؤں قدسیہ باغ کی جانب بڑھنے کا حکم دیا۔ کچھ گورکھوں نے آگے بھاگتے ہوئے۔۔ سوتے ہوئے سپاہیوں پر دھاوا بولا اور ان پر اپنی ککریوں [چاقو] سے حملہ کر دیا۔ آنکھیں کھولنے پر سپاہیوں نے خود کو موت کے منہ میں پایا تو جھوٹ موٹ سونے لگے اور گورکھوں نے ان کے سر قلم کرنے شروع کر دیئے اور تقریباً ایک سو کو مار ڈالا۔ جب توپ خانے کے دیگر باغی اُٹھ گئے اور اپنے ہتھیار اٹھا لئے تو گورکھے اپنی جمعیت میں واپس جا ملے اور یورپینوں نے ایک گولہ فائر کیا اور تقریباً ایک سو پچاس باغی اور اُڑا دیئے جبکہ برطانویوں میں سے کسی کو خراش تک نہ آئی۔ اس کے بعد موخر الذکر مورچے میں موجود پانچ میں سے تین توپیں اٹھا لے گئے لیکن باغی چند روز (327) کے بعد ان کی جگہ دوسری لے آئے اور گھات لگانے کا منصوبہ بنایا۔ اس غرض سے وہ سڑک کے دونوں جانب چھپ گئے۔ توپخانہ خالی نظر آیا۔ برطانویوں کو پھر سے اطلاع دی گئی کہ اگرچہ دوسری توپیں آ گئی ہیں لیکن سارے سپاہی ان کی حفاظت سے غافل ہیں...... چنانچہ ریکٹ کورٹ سے یورپینوں کی دو کمپنیاں اور گورکھوں کی ایک کمپنی فوراً روانہ ہوئے لیکن جب وہ قدسیہ باغ کے قریب آئے تو سپاہیوں نے تباہ کن گولے فائر

کئے اور تقریباً چالیس کے قریب (انگریز) مارڈالے یا زخمی ہوگئے۔اس پر وہ جمعیت اپنوں کی لاشیں اٹھا کر واپس چلی گئی۔
نجف گڑھ میں برطانویوں سے جنگ کا منصوبہ کئی بار زیر بحث آیا لیکن کچھ کاروائی نہ ہوئی۔

مرادآباد کے انگریزوں کی آزادی کی کوشش:

چیف کمشنر کی عدالت میں مسٹر فریز رکا [چیف کلرک] عبدالوحید (328) ایک روز [سید مبارک شاہ] کے پاس آیا اور اس کو بتایا کہ مرادآباد کے پوسٹ ماسٹر مسٹر پاول خلف بوڑھے مسٹر پاول جو سہارن پور کا تھا' کو تین دیگر عیسائیوں اور ایک یورپی حوالدار کے ہمراہ نمبر 29 مقامی پیادہ فوج دہلی لائی ہے اور فوجیوں نے ان قیدیوں کی حفاظت بھی کی ہے۔لیکن اسی وقت اس سے یہ بھی پوچھا کہ کیا وہ مسٹر پاول کی رہائی کے لئے کوئی منصوبہ بنا سکتا ہے۔آپس میں مشورے کرنے کے بعد انہوں نے یہ طے کیا کہ وہ اس کو رہا کرنے کیلئے بخت خان کو ایک رقم کی پیش کش کرتے ہیں۔البتہ اس افسر (بخت خان) نے دس ہزار روپے نقد ادا کرنے کا مطالبہ کیا جس کے بارے میں اس نے بتایا کہ وہ یہ (رقم) افسران اور نمبر 29 کے سپاہیوں میں تقسیم کردے گا۔۔۔لیکن اس نے یہ بھی اضافہ کیا کہ مسٹر پاول کی زندگی کو کوئی خطرہ نہیں ہے اور ان کو ایسا تصور بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ رجمنٹ نے اس کو مسلمان کرلیا ہے اور بلا شبہ اس کو آخرکار رہا کردیا جائے گا' فوجی دیگر رجمنٹوں کے افراد سے اس کی حفاظت کرتے ہیں بصورت دیگر (دوسرے فوجی) یقیناً اس کو قتل کردیتے۔(329)

مرادآباد کے انگریزوں کی بریلی کیمپ سے کوتوالی میں منتقلی:

چند روز (330) کے بعد نمبر 29 کے افسران نے بخت خان کو بتایا کہ ان کی لائینوں میں موجود صاحبان (انگریز) موسم برسات کی وجہ سے بہت پریشانی محسوس کررہے ہیں اور اس کو یہ کہلوایا ہے کہ وہ ان کو شہر کے کسی مکان میں منتقل کرنے کا انتظام کرے کیونکہ وہ پہلے ہی مسلم عقیدہ اختیار کرچکے ہیں۔ بخت خان نے شہاب الدین (331) جو کہ [کوتوالی] میں بریلی بریگیڈ کی ضروریات نمٹانے کی غرض سے تعینات تھا'

سے بات کی اور اس نے ان کو غازیوں کی سخت نگرانی میں ایک خالی کمرے میں رکھ دیا اور عمارت کی نچلی منزل میں سپاہیوں کو رکھا گیا۔ صرف نمبر 29 کے سپاہیوں اور غازیوں کو ان قیدیوں سے کوئی بات کرنے کی اجازت تھی۔۔ لیکن عبدالوحید اور [کوتوال] کبھی نہ کبھی محافظوں کو رشوت دے کر ان تک مٹھائی اور دیگر آرائشیں پہنچادیا کرتے تھے لیکن ان کو ان کے اتنے نزدیک جانے کی اجازت نہ تھی کہ کوئی بات کر سکتے۔ البتہ ایک روز مرزا مغل [کوتوالی] آیا اور اپنے ملازم کے ذریعے [کوتوال] کو ہدایت کی کہ وہ بادشاہ کے بیٹے کے طور پر ان کو تحفہ پیش کرے گا۔ کوتوال نے کوئی تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے [ملیشیاء کے آدمیوں] میں سے ایک سے دو روپے لے لئے اور ان کو شہزادے کو دے دیا اور پھر وہ اس (شہزادے) کے ساتھ ہو گیا تا کہ صاجبان کو دیکھ سکے۔ [شہزادہ] ایک جانب بیٹھا تھا اور [کوتوال] نے مسٹر پاول کے قریب ہونے کا موقع پالیا جس نے ہلکے سے کہا: ''مبارک شاہ! کیا میں سہارن پور دوبارہ دیکھنے کے لئے زندہ رہوں گا۔'' جس پر اس نے اسی طرح ہلکی آواز میں جواب دیا: ''صرف خدا ہی جانتا ہے' لیکن خاطر جمع رکھئے' کیونکہ میں اور عبدالوحید آپ کے یہاں سے واپس جانے کا منصوبہ کر رہے ہیں اور ان دیگر صاحبان کی آزادی کی بھی کوشش کر رہے ہیں۔'' غازیوں نے یہ ادراک کر کے کہ کیا بات ہو رہی ہے (گفتگو) روک دی اور کہا کہ ہر طرح کی گفتگو کی ممانعت ہے اور [کوتوال] کو صرف اس وقت قیدیوں کے پاس جانے کی اجازت ہے کہ جب شہزادہ ساتھ ہو۔

جب دیگر باغی رجمنٹوں کے سپاہیوں نے سنا کہ [کوتوالی] میں یورپی لوگ ہیں تو انہوں نے [کوتوال] پر انگریزوں سے ملی بھگت کا اور عیسائی ہونے کا الزام لگایا اور دھمکی دی کہ وہ حملہ کریں گے اور اس کو اور قیدیوں کو ہلاک کر دیں گے وہ ان دھمکیوں کو پورا کرنے کی غرض سے کئی بار آئے لیکن ان کو بتایا گیا کہ یہ لوگ نمبر 29 (فوج) کے تحفظ میں ہیں۔ فوجیوں نے اور پولیس آفس میں موجود دیگر لوگوں نے ان کو واپس کر دیا۔

جنگ نجف گڑھ (25-اگست 1857ء):

تقریباً 26 اگست (332) کو اجلاس میں یہ بات قطعی طور پر طے ہوگئی کہ

پورے نیچ بریگیڈ معہ اس کی توپوں اور نصیر آباد بریگیڈ معہ توپ خانے پر مشتمل ایک فوج نجف گڑھ بھیجی جائے جبکہ بخت خان کی سرکردگی میں ایک باقی ماندہ فوج دو پیادہ رجمنٹوں' 4 سو سواروں اور 4 توپوں کے ساتھ عقب میں رہے گی۔ یہ فوج 27 تاریخ (333) کو روانہ ہوئی جمنا ندی پہنچنے پر پتہ چلا کہ پل کو برطانویوں نے تباہ کر دیا ہے لیکن بخت خان نے اس کی مرمت کر دی لیکن یہ (مرمت) اتنی غیر موثر تھی کہ سپاہیوں کو اس پر سے گزرنے میں وقت لگا۔ اسی دوران جبکہ اس کی مرمت کی جارہی تھی تو باغی فوجیوں کو پورا ایک دن اور ایک رات (334) موسم کی خرابی برداشت کرنی پڑی اور سب کے سب بارش میں پھنسے رہے۔ ایک لمبا پل اب محفوظ ہو گیا تھا اور فوج ایک دیہات...... کی جانب شہر سے تقریباً [12 میل] نکل گئی اور دریا کے کنارے دلدل میں ایک لمبا سفر کیا اور بریلی بریگیڈ' حفاظت کے طور پر عقب میں تھی۔

نجف گڑھ میں باغی فوج کی آمد سے قبل' اس حرکت کی اطلاع برطانویوں کو پہنچ گئی جنہوں نے بلا تاخیر مقابلتاً چھوٹی فوج جو توپ خانے کے دو دستوں اور پیادوں کے ایک دستے پر مشتمل تھی روانہ کی جو کہ دلدل کے خشک حصے کے ساتھ باغیوں کی مزاحمت کرنے کے لئے تیار تھی۔

نیچ فوج کو دلدل میں آنے سے سخت پریشانی ہوئی...... لیکن ان کے پاس آرام کرنے یا دم لینے کا وقت نہیں تھا۔ اس کے علاوہ توپ کھینچنے والے چھکڑوں کے پہیئے دلدل میں مسلسل چلنے کی وجہ سے اتنے پھٹ گئے کہ پیش قدمی بہت آہستہ تھی اور سپاہیوں کو ایسے پانی سے گزرنا تھا جو کہ ان کے گھٹنوں سے بھی اوپر تھا۔ جب وہ اس دلدل میں جدوجہد کر رہے تھے تو برطانوی توپوں نے ان پر فائرنگ کھول دی اور بخت خان نے ان (توپوں) کو سن کر اپنی محافظ فوج روک دی۔ (335) حقیقت یہ ہے کہ اس (بخت خان) کے اور نیچ کی فوج کے افسران کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ وہ (افسران) اس کو سپہ سالاری دینے پر ناخوش تھے اور وہ ان کی جانب سے عدم اطمینان دکھائے جانے پر غصہ تھا۔ اس وجہ سے ایک گروہ دوسرے کو تباہ و برباد اور ذلیل وخوار کرنے کا خواہش مند تھا۔ ہر سربراہ یہ چاہتا تھا کہ صرف اس کا نام مشہور ہو اور فاتح کی حیثیت سے اس کی

بجے بجے کار ہو۔(336)

اب بارہ توپوں سے نیچ کی فوجوں پر جو گولے برسنے لگے تو پیادہ فوج اور توپ خانہ بالکل بے بس ہو کر دلدل میں پھنس گئے......وہ نہ تو آگے بڑھ سکتے تھے اور نہ پیچھے جا سکتے تھے اور بڑی تعداد میں مر کر گرنے لگے۔ مزید حالات یوں بدتر ہو گئے کہ وہ ان برطانوی توپوں کو بھی دیکھنے کے قابل نہ تھے جو ان کی صفوں میں تباہی پھیلا رہی تھیں کیونکہ وہ درختوں اور اونچی فصلوں میں چھپے ہوئے تھے۔ لیکن اپنی اسی شدید مشکل حالت کے باوجود باغی توپ خانے اور سپاہیوں نے بھی بار بار فائرنگ کی۔

جب آدمی نہ آگے بڑھ سکے اور نہ پیچھے ہٹ سکے تو اس کے لئے کوئی مدد نہیں ہو سکتی۔۔۔ اس وقت بزدل اور بہادر (دونوں) کے لئے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ وہ رک جائے اور مر جائے۔ اس روز نیچ بریگیڈ کے 470 گھڑ سوار، پیادے اور توپ خانے والے صرف گولیوں سے مارے گئے۔

دریں اثناء نصیر آباد بریگیڈ دائیں جانب بڑھی اور اس کی فائرنگ سے سو سے زائد برطانوی مارے گئے جس کی وجہ سے نیچ کے آدمیوں کا باقی ماندہ حصہ اس قابل ہو گیا کہ دلدل سے نکل سکے۔ (337) اگر ایسا نہ ہوتا تو اس بریگیڈ کا ایک بھی آدمی بلکہ ایک جانور بھی زندہ بچ کر نہ جاتا۔ ان کی چھ توپیں برطانویوں کے ہاتھ لگیں اور باغی فوج انتہائی بدحواس ہو کر بھاگ نکلی جبکہ گولیوں کی بوچھاڑ نے ان کی فرار کے دوران ان کو خوف زدہ بھی کر دیا۔ یہاں تک کہ تھک ہار کر اور مکمل طور پر بدنظمی سے وہ بخت خان کے تازہ دم دستوں تک پہنچے اور ان کے ساتھ واپس چلے گئے۔ جبکہ یورپینوں نے توپوں کو حصے کر کے ان کو ہاتھیوں پر رکھ دیا اور ان کو اپنے کیمپ میں پہاڑی پر لے گئے۔

شکست خوردہ فوج کی دہلی واپسی اور ان کی خوراک کا مسئلہ:

باغی فوجی اس مہم پر تین روز تک عملاً بھوکے پیاسے رہے تھے اس لئے بخت خان نے مرزا مغل اور جمعدار شاہ بہادر کے پاس ایک دستہ بھیجا کہ وہ جتنی جلدی ہو سکے ان سپاہیوں کو بھنی ہوئی گندم اور مٹھائی وغیرہ بھیجے۔ [شہزادے] نے جمعدار سے اس کام کیلئے کہا۔ موخرالذکر نے تجویز دی کہ [کوتوال] اور [گندم کے بھوننے والوں] کو حکم

دیا لیکن شہر کے تھانیداروں نے حکم ماننے سے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ رسد فراہم کرنا ان کا کام نہیں ہے...... جب معاملات اس نہج پر تھے تو سپاہیوں کے قریب آنے کی اطلاع دی گئی جس پر مرزا مغل...... نے تھانیداروں کو خبردار کیا کہ سپاہیوں کی اس بھوک برداشت کی صورت میں اگر رسد نہ دی گئی تو وہ سب کے سب قتل کر دیئے جائیں گے۔ شہزادے نے مزید اعلان کر دی کہ [کوتوال] دراصل ایک غلط آدمی ہے اور واجب القتل ہے، نتیجتاً ہریانہ رجمنٹ کا ایک سالار ......ایک کمپنی لے کر اس غرض سے [کوتوالی] آیا۔[کوتوال] اپنی زندگی کے خلاف اس منصوبے کو اچانک دیکھ کر [کوتوالی] سے ایک تاریک عقبی راستے سے فرار ہو گیا اور بحفاظت عبدالوحید کے گھر پر پہنچا جس کو پہلے ہی یہ بات بتا دی گئی تھی۔ سپاہیوں نے [کوتوال] کو تلاش کر پانے میں ناکامی پر [نائب کوتوال](338) کو پکڑ کر بری طرح سے مارا اور اس کو محل میں لے گئے...... وہ لوگ اس کو جان سے مار ڈالتے لیکن شاہ بہادر نے ان کو روک دیا۔ تب (مولوی) فضل حق نے مٹھائیاں اور دیگر اشیاء اکٹھی کیں (339) اور ان کو فصیل شہر سے باہر فوجیوں کو بھیج دیا۔ آخر کار شکست خوردہ فوج اپنے خیموں میں پہنچ گئی لیکن ان کا درد اتنا شدید تھا اور ان کی شکست اتنی کامل تھی کہ تین روز تک ان کے حواس مکمل طور پر بحال نہ ہوئے۔ نجف گڑھ کی شکست سے قبل تو باغی فوج کی شہرت مادی طور پر تھکی ہوئی تھی لیکن اس کے بعد یہ مکمل طور پر اور ہمیشہ کیلئے تباہ ہو گئی۔

کوتوال پر انگریزوں سے سازش کا شبہ:

سپاہیوں نے اپنے الزامات [کوتوال] کے خلاف لگانا شروع کر دیئے اور یہ اعلان کیا کہ وہ ان کے مقصد کو نقصان پہنچا رہا ہے اور برطانویوں کے ساتھ ملا ہوا ہے، لہذا اس نے اپنا دفتر چھوڑا ہے اور حکیم احسن اللہ خان کی پناہ لی ہے جس نے چند روز تک اسے پوشیدہ رکھا۔ یہاں تک کہ معاملہ اس حد تک بڑھ گیا کہ یہ کہا گیا کہ وہ (کوتوال) اپنی غیر حاضری کی وجہ بتائے۔ بخت خان نے یہ سن کر ایک دستہ اس کو لانے کو بھیجا کیونکہ اس کے چھپے رہنے سے اس پر یہ شبہ ہو رہا تھا کہ وہ دشمنوں سے سازش کر رہا ہے۔ اور اسی وقت اس کو یہ بھی کہا کہ اگر وہ واقعی میں بیمار ہے تو بھی وہ کسی اور جگہ کی نسبت صرف

[کوتوالی] میں رہے گا اور اگر وہ مر گیا تو وہ 'بخت خان' اس کو عزت کے ساتھ دفن کر دے گا۔اس لئے محافظ [کوتوال] کو واپس [کوتوالی] لے گئے۔(340)

جنگ علی پور(29-اگست 1857ء)

نجف گڑھ کی لڑائی کے 4 روز کے بعد کچھ [ڈاکوؤں](341) نے بخت خان کو اطلاع دی کہ برطانوی کیمپ کی رسد پر مشتمل کچھ گاڑیاں علی پور (342) کے پاس [مسافروں کی سرائے میں] رکی ہوئی ہیں۔اس نتیجے میں اس نے پانچ سو رضا کار گھڑ سواروں کے ساتھ ساتھ نیچ سوار فوج' پیادہ کی دو رجمنٹوں اور تین توپوں کو علی پور روانہ کیا۔ یہ فوجی رات (343) کو آئے اور بہت سے محافظوں کو قتل وزخمی کیا اور باقیوں کو منتشر کر کے رسد کو لوٹ لیا اور کسی بھی دشمن کو نہ دیکھ کر رات کو وہیں رکنے اور اگلی صبح گاڑیاں دہلی لے جانے کا فیصلہ کیا۔البتہ محافظین میں سے ایک جو بھاگ گیا تھا اس نے برطانوی کیمپ کی تباہی کی اطلاع دی۔جس پر یورپی سواروں کے دو دستے' توپوں کا ایک دستہ اور گورکھوں کی ایک رجمنٹ فوراً علی پور روانہ ہوئی اور طلوع آفتاب سے قبل ہی پہنچ کر فائر کھول دیا۔(344) باغی اور انگریزوں کے درمیان ایک گاؤں تھا' انہوں (باغیوں) نے زبردست فائرنگ کی یہاں تک کہ ان کا اسلحہ ختم ہو گیا......لیکن جب باغی گھڑ سواروں نے فوراً بھاگنا شروع کیا تو برطانوی توپوں نے گولہ باری شروع کر دی۔اس پر ان کی پیادہ فوج نے ان کی زوردار آواز سے ہتک کی اور چلائے: ''تم بزدل' کمینو اور سؤرو تم کہاں جارہے ہو......[یورپی] تمہارا کیا کر سکتے ہیں؟ بزدلو! ہماری طرف دیکھو......ہم تب تک واپس نہیں جائیں گے جب تک کہ ہمارے گلوں میں ایک بھی سانس ہے۔'' کسی نے کوئی توجہ نہ دی اور جلد ہی پیادوں نے بھی سواروں کی اتباع کی۔ برطانوی آگے بڑھے اور [مسافروں کی سرائے] کا قبضہ حاصل کر لیا جسے انہوں نے تباہ پایا اور فوری طور پر رسد کے چھکڑوں کو پہاڑی پر اپنے کیمپ میں پہنچانے کا انتظام کیا۔باغی فوج کا نقصان اگرچہ بہت کم ہوا تھا لیکن وہ مکمل بدحواسی میں دہلی میں داخل ہو گئے۔ یورپیوں نے صرف تین یا چار کو مارا تھا وہ بھی گولیوں سے۔فاتح فوج کی کیمپ میں واپسی

پر برطانویوں نے ریکٹ کورٹ کے توپخانے کو آگے قدسیہ باغ تک بڑھادیا اور وہاں پوزیشن سنبھالی۔ اس پر باغی فوج بالکل ہمت ہار گئی کہ ایک بار برطانوی جہاں پر قبضہ کر لیتے ہیں وہاں پر باغیوں کی دوبارہ قبضے کرنے کی کوشش کامیاب نہیں ہوتی۔

اسلحہ ساز کارخانے کی تباہی (7-اگست 1857ء):

[قدسیہ باغ] سے چھ توپوں کو واپس بلانے سے فصیل کے باغی توپچیوں میں تیزی سے خوف وہراس پھیل گیا اور ان کی حالت یہ ہوگئی کہ وہ اپنی توپوں پر کام بھی نہیں کر سکتے تھے۔ بلاشبہ باغیوں کے لئے یہ بات عمومی ہوگئی کہ جلد ہی برطانوی شہر میں داخل ہو جائیں گے۔ حکیم احسن اللہ خان نے اس مایوس فضا کو دیکھ کر ایک [عورت] جو کہ اسی کے ملازمین میں سے تھی (345) کو رشوت دی کہ وہ کچھ متصادم مصالحے کو گندھک اور دیگر اجزاء سے ملادے جو کہ وہ بارود کو بنانے میں پیس رہی تھی۔ یہ عورت سپاہیوں کے لیے بارود بنانے والے بڑی تعداد میں موجود افراد میں ملازم رکھی گئی تھی۔ اس نے شام کے وقت اس کی ہدایات پر اس وقت عمل کیا جبکہ دن میں بنایا جانے والا بارود ایک بڑے کڑھاؤ میں اکٹھا کیا جاتا تھا۔ اس کی چکی سے ایک شعلہ بھڑک کر اس پر گرا اور سارا ذخیرہ اڑ گیا جس سے چار سو پچاس افراد مارے گئے اور پڑوس کے تمام گھر تباہ ہو گئے۔ (346)

حکیم احسن اللہ خان پر حملہ (7-اگست 1857ء):

مرزا مغل نے اپنے سپاہیوں کو باور کرایا کہ اس کام کی تہہ میں حکیم احسن اللہ خان تھا اور ان کو تجویز دی کہ وہ اسے قتل کر دیں۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح شہر میں پھیل گئی اور ہر گلی لین اور کوچے سے سپاہی نکل کر پوری طرح سے مسلح ہو کر محل پر چڑھ دوڑے۔ اس وقت بادشاہ احسن اللہ خان کے ساتھ لیلن گڑھ (347) سے واپس آ رہا تھا۔ لیکن سپاہیوں کی اکثریت حکیم کو شکل سے نہ پہچانتی تھی۔ انہوں نے شاہی پالکی کو گھیر لیا جو کہ تخت کی طرح سے لوگوں کے کندھے پر ہوتی ہے اور ان میں ایک احسن اللہ کو پہچان کر اسے بس کاٹ ڈالنے والا ہی تھا کہ بادشاہ نے اس کا اسلحہ چھین لیا اور راستے روک دیا۔ اس پر بادشاہ کے اردلیوں میں سے ایک شاہ صمد خان (348) نے حکیم کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور مجمع

سے نکال کر اسے بادشاہ کے ایک کمرے میں لے گیا جہاں سے وہ ایک خلوت خانے میں لے جایا گیا' جبکہ مشتعل سپاہی [شاہی خزانے] میں اپنی توڑے دار بندوقوں کے ساتھ گھس گئے اور شاہی پالکی پر زور دے کر چلانے لگے: "ہم تب جائیں گے جب آپ احسن اللہ خان کو ہمارے حوالے کریں گے۔ ورنہ ہم نہیں ہٹیں گے۔"

سپاہیوں کی دیگر ٹکڑیاں حکیم کے گھر (349) کی جانب بھاگیں اور عمارت کو آگ لگا دی اور جائیداد کا ایک بڑا حصہ لوٹ لیا' پھر تباہ کر دیا' خاندان کی عورتیں بھاگ نکلیں اور پڑوس کے گھروں میں چھپ گئیں۔

جب بادشاہ نے اپنے دوست کے گھر کے لٹنے اور آگ لگنے کا سنا تو چار سو افغان سواروں (350) پر مشتمل اپنے محافظ دستے کو بھیجا جن پر وہ پورا بھروسہ کرتا تھا کہ وہ لوٹ مار اور آگ زنی کو روکیں۔ یہ لوگ ہدایت کے مطابق چلے تو گئے لیکن وہاں پہنچ کر عام لوٹ مار میں سپاہیوں اور شہریوں کے ساتھ مل گئے۔ (351) دریں اثناء مرزا مغل نے ایک فوج بھیجی کہ وہ [کوتوال] کو محل میں لائے اور اس کو سخت نگرانی میں رکھنے پر زور دے کیونکہ وہ [بارود] کو اڑانے میں شامل تھا۔ (352)

جب 8 بج گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ جب تک حکیم کو ان کے حوالے نہ کیا جائے گا تب تک سپاہیوں کے محل سے نکلنے کی کوئی امید نہیں ہے تو اس نے مرزا مغل اور مرزا خان سلطان کو بلا کر ان سے قسم لی کہ وہ اس بوڑھے آدمی کو قتل نہ کریں گے کیونکہ یہ مرزا مغل تھا جس نے الزام لگایا تھا...... جب اس نے اپنے باپ' بادشاہ کو اس طرح سے گڑگڑاتے دیکھا تو اس کا دل پسیج گیا اور ان سپاہیوں کو قسم لینے پر آمادہ کیا جس کے بعد وہ مرزا خضر سلطان اور مرزا ابوبکر کے ہمراہ احسن اللہ خان کو لے آیا اور اسے سپاہیوں کے سپرد کر دیا اور [کوتوال] کو بھی ایک دستے کے ساتھ [کوتوالی] واپس بھیج دیا۔

حکیم احسن اللہ خان کا رہا ہونا:

باغیوں نے حکیم کو اس کمرے میں رکھا جس میں وہ عموماً رہتا تھا اور اس پر ایک محافظ تعینات کر دیا۔ وہ 4 روز تک یوں ہی قید رہا اور اس پورے عرصے میں بادشاہ کبھی بھی اپنے خلوت خانے سے نہیں نکلا۔ اور وہ باغی افسران کی جانب ہر طرح سے استفسار

کا جواب یہ دیتا: ''میں بیمار ہوں اور بخار میں ہوں...... احسن اللہ خان میرا طبیب تھا۔ تم نے اسے قید کر دیا...... میرے لئے اب جینا بہت مشکل ہے۔' اس پر سر کردہ فوجی افسران نے باہم مشورہ کیا اور آخر کار حکیم کو سپاہیوں سے لیا اور اس کو بادشاہ کے پاس لے آئے جو اپنے دوست کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کچھ دیر روتا رہا۔ اسکے بعد اس نے اپنے معمولات کے مطابق اپنی اقامت گاہ چھوڑی اور سرکاری دربار منعقد کیا۔ اس کے ختم ہونے کے بعد مرزا مغل اور مرزا ابوبکر احسن اللہ خان کو [اپنے ہاتھی] پر بٹھا کر حفاظت سے اس کے جلے ہوئے گھر پر لے گئے جہاں پر سونے کی دو مہریں انعام میں ملنے کے بعد اسے چھوڑ دیا۔

مہاراجہ پٹیالہ کے چچا کے گھر پر حملہ:

سپاہیوں نے راجہ جیت سنگھ' پٹیالہ کے [حکمران] کے چچا (354) کے گھر پر بھی حملہ کیا اور اسے لوٹا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ وہ مہاراجہ کو شہر کے راز پہنچاتا ہے۔ اس کے محل کو لوٹنے کے بعد انہوں نے اسے بے عزت بھی کیا اور اسے شاہی محل کے بازاروں میں ننگے پیر بھی پھرایا۔ بادشاہ جو دیوان خاص میں بیٹھا تھا نے راجہ کو سپاہیوں کے ساتھ اس طرح جلدی جلدی جاتے دیکھا تو فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے دلی دوست کو ہاتھ [سے پکڑا] اور اپنی پوری قوت سے اسے تسلی دی وراس کے ساتھ جو سلوک ہوا اس پر افسوس کیا۔ اس نے اپنی بیچارگی کا بھی ذکر کیا اور فوج کی طاقت اور ان کے بے پناہ اختیارات کا بھی ذکر کیا۔ پھر بادشاہ نے مرزا مغل اور مرزا ابوبکر کو راجہ کے ساتھ روانہ کیا جو اسے محل سے پوری عزت واحترام کے ساتھ 'اکلا محل' میں لے گئے۔

ایک عیسائی کی گرفتاری:

اگلے دن (355) سپاہیوں نے ایک عیسائی کو گرفتار کر لیا جس کا نام معلوم نہ تھا اور قتل کرنے کی نیت سے اسے قلعے میں لے آئے۔ [کوتوال] نے اس امید پر کہ شاید وہ اس کو ان کے جنونی اور خونی پنجوں سے نکال لے تو اس کی زندگی بچانے میں کامیاب ہو جائے گا' ان سے التجا کی کہ وہ اسے ذرا دیر کو چھوڑ دیں تو وہ پہاڑی پر موجود دشمن کے

حالات اس سے پوچھ سکے گا۔ساتھ ہی یہ بھی کہا: ''اگر چہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ تم مجھے دشمن خیال کرتے ہو لیکن جو بات میں نے کہی ہے اسے بہترین خیال کرتا ہوں۔اب یہ تم پر ہے کہ تم میری نصیحت مان لیتے ہو یا اسے رد کر دیتے ہو۔'' گال کی بے قاعدہ فوج (356) کے دفعدار حیات محمد خان (357) جو کہ قریب ہی کھڑا تھا' اس نے کہا: ''ہاں بھائیو! اس کو یہاں چھوڑ دو۔ہم اسے مسلمان کرلیں گے۔اسے کوتوالی میں رکھو جہاں ہر چیز تمہارے سامنے ہے۔'' سپاہی اس تجویز پر راضی ہو گئے۔ہر دوسرے یا تیسرے روز ان کی ٹکڑیاں آتیں اور کہتی: ''تمہیں اس آدمی کو مار دینا چاہئے' جس پر [کوتوال] اور دفعدار جواب دیتے: ''ہم اسے دین محمدی کی تعلیم دے رہے ہیں اور جلد ہی وہ تابع دار ہو جائے گا۔'' اس پر وہ اس آدمی کو بلاتے اور اس کو کہتے کہ اسے بلا تاخیر مسلمان ہو جانا چاہئے لیکن وہ ناگزیر طور پر انکار کرتا اور [شہر کی جیلوں میں سے ایک میں] واپس بھیج دیا جاتا' شہر کے ان چوروں اور اچکوں کے ساتھ جو کہ وہاں پر قید تھے۔[کوتوال] اور دفعدار دونوں ہی یہ زور دیتے کہ 10 یا 15 روز میں وہ مسلمان ہو جائے گا جبکہ دل میں وہ یہ سوچتے تھے کہ اسی دوران شہر پر حملہ ہو جائے گا اور اس افراتفری میں قیدی بھاگ جائے گا۔اللہ تعالی کی رضا تھی کہ ایسا ہی ہوا اور اس روز وہ فرار ہو گیا۔اس کا نام معلوم نہیں ہے لیکن اگر وہ کبھی واپس آ گیا تو اس بات کی تصدیق ضرور کر دے گا۔

فصیل شہر کی توپوں کی خاموشی:

اس وقت تک قدسیہ باغ میں برطانوی توپ خانے نے شہر کی فصیل کو زبردست نقصان پہنچایا تھا اور باغیوں کی اکثر توپوں کی نال کے منہ کو نقصان پہنچایا تھا اور ان سب کو ناکارہ کر دیا تھا اور تقریباً تمام توپچی مارے گئے تھے۔کالا برج پر توپیں مکمل طور پر خاموش تھیں۔توپچی ڈر کے مارے اپنے سر منڈیر سے نہیں اٹھاتے تھے بلاشبہ گولہ باری اتنی مسلسل تھی کہ ناکارہ توپوں کو ہٹا کر انکی جگہ دوسری (توپیں) نہ لائی جا سکتی تھیں۔

(357-A)

غازیوں کی جہاد پر روانگی:

اسی روز جمعہ کو (358) غازی بڑی تعداد میں اکٹھے ہوئے' جنگ کے لئے تیار ہوئے اور بہت سوں نے قسم کھائی کہ وہ باہر جائیں گے اور لڑیں گے اور اگر ضروری ہوا تو مر جائیں گے لیکن بھاگ کر واپس کبھی نہیں آئیں گے۔ اس بڑے مجمع نے بہت بہادری دکھائی اور جب [کوتوالی] سے گزرے تو پکارے: ''اگر [کوتوال] سچا مسلمان ہے تو وہ ہمارے ساتھ آ جائے۔ ہم مرنے جا رہے ہیں۔'' [سید مبارک شاہ] نے یہ کہتے ہوئے معذرت چاہی کہ اس کے فرائض شہر کے اندر ہیں اور وہ باہر جا کر جنگ نہیں کر سکتا لیکن انہوں نے جواب دیا: ''نہیں...... آج ہم تمہارا امتحان لیں گے اور اگر تم کافروں کے خلاف ہمارے جہاد میں شامل نہیں ہوتے تو ہم تمہیں بھی [جہاد] میں شامل کر لیں گے اور تمہیں قتل کر دیں گے'' آخری حل کے طور پر وہ جانے پر راضی ہو گیا اور کہنے لگا: ''میں غسل کرتا ہوں اور لباس پہنتا ہوں۔ تم چلو' میں فوراً آتا ہوں'' اس طرح سے ان کو دھوکہ دے کر اس نے ان کو جانے پر مجبور کر دیا اور خود سے کہا: ''ان میں سے بہت سے ساتھی مارے جائیں گے اور جو بچ جائیں گے ان کو میرے پاس آنا یاد نہ رہے گا۔''

غازیوں نے یہ پکارتے ہوئے چاندنی چوک (359) کے ساتھ پیش قدمی کی: ''شہریو! شہریو! جو ایمان کے لئے شہید ہونا چاہتا ہے وہ آئے اور ہماری اتباع کرے۔'' بہت سے شہری صرف نام کے ملنے ان کے ساتھ ہو گئے لیکن شہر کے دروازے سے واپس آ گئے۔ خدا کے فضل و اختیار سے غازیوں کی پوری جمعیت دو گھنٹے کے بعد واپس آ گئی اور لوگوں کے وجہ پوچھنے پر بتایا: ''نماز کا وقت آ گیا ہے اور شام ہو گئی ہے اس لئے ہم واپس آ گئے ہیں۔'' لیکن اصل وجہ یہ ہے کہ توپ خانے کی گولہ باری نے اور توڑے دار بندوقوں کی مسلسل فائرنگ نے کسی بھی پیش قدمی کو روک دیا۔ صرف چند سپاہیوں نے آگے جانے کی کوشش کی۔ باقی کسی نے ڈرتے ہوئے اپنا سر نہیں اٹھایا۔ اور ایک ہزار لوگوں میں سے صرف دس آدمی لڑنے کے خواہش مند تھے وہ بھلا کیا کر سکتے تھے...... ان کی تو خبر بھی نہ لی جاتی تھی۔

بادشاہ کا فال نکالنا:

جب بادشاہ نے سُنا کہ فصیل شہر کی توپیں خاموش ہوگئی ہیں تو وہ بہت پریشان ہوا اور قرآن لے کر اسے کھول کر دیکھا کہ وہ کیا بتاتا ہے۔ اس کی نظر جس پہلی سطر پر پڑی اس میں یوں تھا: ''نہ تو تم اور نہ ہی تمہاری فوج بلکہ وہ جو سامنے تھے۔'' (360) بوڑھا بادشاہ خاموش ہوگیا لیکن حکیم احسن اللہ خان نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی کہ اس سے اصل مراد یہ ہے کہ وہ آخر میں فتح حاصل کرے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے بخت خان' مولوی سرفراز علی اور (مولوی) فضل حق کے ڈر سے اصل تشریح نہیں کی۔ (361)

شہریوں پر جنگی ٹیکس عائد کیا جانا:

اب جبکہ باغی فوج شدید پریشانی میں مبتلاء ہوگئی تھی اور جانتی تھی کہ برطانوی جلد ہی شہر میں داخل ہو جائیں گے تو انہوں نے کھلم کھلا شہر خالی کرنے کی اپنی نیت کا اعلان کر دیا اور نواحی اضلاع کو اس بنیاد پر لوٹنے کا اعلان کیا کہ نہ تو ان کو تنخواہ ملی ہے اور نہ ہی بادشاہ سے اشیاء خورد ونوش ملیں جبکہ وہ بہت بھوکے ہیں۔ نتیجتاً ریواڑی کے تولی رام سے ملنے والی رقم بتیس ہزار روپے (32,000) سپاہیوں میں تقسیم کی گئی اور مجلس میں یہ طے کیا گیا سپاہیوں کو ادا کی جانے والی باقی ماندہ رقم کو ہر گھر پر ٹیکس عائد کر کے' [زمینداروں] اور شہر کے کھاتے پیتے لوگوں سے رضا کارانہ رقوم لے کر پورا کیا جائے۔ ...... لیکن ان ٹیکسوں کی وصولی میں کوئی تشدد یا ناجائز دباؤ نہ ڈالا جائے۔ مشہور لوگوں سے [ایک لاکھ روپیہ] اور اعزازی طور پر پچیس ہزار روپیہ کا مطالبہ کیا گیا...... لیکن جن لوگوں پر اس ٹیکس کا تخمینہ لگایا گیا وہ مرزا مغل کے پاس چلے گئے اور اس کو پانچ یا چھ سو روپے کا تحفہ دے کر مطلوبہ (رقم) کو پندرہ سو روپے یا ایک ہزار روپے تک بھی کم کرانے میں کامیاب ہوگئے۔ نتیجہ یہ تھا کہ صرف تقریباً 6,000 روپے عام ٹیکس کے نتیجے میں اکٹھے ہوئے اور اتنی ہی رقم شہر کے [امیر لوگوں] حاصل ہوئی۔ (362)

کشمیری دروازے پر تعمیر کا منصوبہ

اب باغیوں نے قدسیہ باغ اور دیگر مورچوں سے گولہ باری روکنے کی غرض

سے کشمیری دروازے کے اندر ایک بڑا زمینی تعمیراتی کام شروع کیا۔۔۔۔لیکن اس کا بہت کم اثر ہوا کیونکہ برطانوی گولہ باری اتنی مسلسل اور خوف زدہ کر دینے والی تھی کہ زمین ہل جاتی تھی۔(363)

مراد آباد کے انگریز حوالدار کا باغیوں میں شامل ہونا:

نمبر 29 کی مقامی پیادہ فوج (364) کے سپاہیوں نے اس حوالدار (365) کو یاد کیا جس کو وہ مراد آباد سے ساتھ لے آئے تھے اور ان کو امید تھی کہ اس کی مہارت سے کوئی فائدہ حاصل کر لیں گے۔ لہٰذا اسے ایک [ڈولی] میں تیلی واڑہ توپ خانے میں لے گئے اور اس کی جرأت اور اہلیت کی خوشامدانہ تعریف کر کے اس سے پوچھا کہ وہ اپنے توپ خانے کی فائرنگ کو کیسے بہتر بنا سکتے ہیں۔ نتیجے میں اس نے ان کو (کچھ) بتایا اور انگریزی توپ خانوں کے خلاف توپیں فائر کیں۔ نشانہ بالکل ٹھیک اور درست تھا اور اتنا خوش کن تھا کہ سپاہیوں نے حوالدار کو تحائف دیئے جس پر اس نے جواب دیا: ''اب بہت دیر ہوگئی ہے...... اب میں کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔۔اگر تم بالکل آغاز میں میری ہدایت پر عمل کرتے تو برطانوی توپ خانہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھتا۔ اب تمام باتیں بے کار ہیں۔ تم مجھ سے مزید پیش قدمی رکوانا چاہتے ہو۔ یہ ناممکن ہے لیکن میں تمہارے ساتھ ہی مر جاؤں گا۔(366)

برطانوی توپ خانے کی پیش قدمی:

اب تیلی واڑہ پر صرف تین توپ خانے رہ گئے۔ فصیل شہر سے گولہ باری بند ہو گئی تھی اور اب انگریز اپنی گولہ باری زیادہ تر کشمیری دروازے اور اس کے بالکل قریبی نواح پر مرکوز کیے ہوئے تھے۔ انہوں نے فصیل کے قریب بھی توپوں کا ایک جوڑا نصب کر دیا تھا جو کہ قدسیہ باغ (کی توپوں سے) آگے لگائی گئی تھیں۔ اور ان کی (تنصیب) مکمل ہو چکی تھی اور اس نئے توپ خانے کو مضبوط بھی کر چکے تھے باوجود اس کے کہ باغیوں کی جانب سے زبردست مزاحمت ہو رہی تھی جو کشمیری دروازے سے بار بار نکل کر حملے کرتے تھے۔(366-A)

دہلی پر انگریزوں کا حملہ (14-ستمبر 1857ء):

جب انگریز مطمئن ہو گئے کہ حملہ کا مناسب وقت آ گیا ہے (367) تو انہوں نے طے کیا کہ (حملہ) 14 ستمبر کو صبح 4 بجے ہوگا...... اس گھڑی (368) ایک ڈویژن نے تیلی واڑہ پر باغی توپ خانے کی جانب پیش قدمی کی۔ جس میں وہ کامیاب ہو گئی حالانکہ اسے گولوں' گولیوں اور توڑے دار بندوقوں کی فائرنگ کا زبردست سامنا کرنا پڑا۔ تمام بھاری جنگی توپیں برطانویوں کے ہاتھ لگ گئیں...... لیکن باغی گھڑ سوار توپ خانے کی تمام اشیاء لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ بریلی اور نیمچ کے کیمپوں سے جلدی سے غازیوں کا ایک مجمع تیلی واڑہ پہنچا اور وہ برطانویوں پر ٹوٹ پڑے جو (برطانوی) مساوی (تعداد) نہ ہونے کی وجہ دو توپوں اور اپنی کارتوسوں کی گاڑیوں کے نقصان پر واپس چلے گئے۔ اس جنگ میں ہر جانب تقریباً تین سو آدمی مارے گئے۔ واپس ہونے کے بعد برطانوی کالا برج کی طرف بڑھے اور حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ جبکہ باغیوں نے تلیواڑہ میں اپنے مورچے خالی کر دیئے (369)

کالا برج پر حملہ:

کالا برج [مفتوحہ برج] پر حملہ اس طرح سے تھا۔

فوجیوں نے اس کے ساتھ سیڑھی لگائی اور ایک یورپی افسر (370) سب سے پہلے اس پر چڑھا۔ وہ اسی وقت مارا گیا اور اس کی لاش خندق میں گر پڑی۔ اس کے بعد برج کے دونوں جانب دس یا بارہ سیڑھیاں پھر لگائی گئیں جس پر کئی دوسرے افسران' یورپی سپاہی اور گورکھے چڑھے اور مدافعین پر ٹوٹ پڑے اور توپیں چھین کر انہیں قتل کر دیا' توپوں پر قبضہ کر لیا جس پر سپاہی برج انگریزوں کے ہاتھ میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔

قدسیہ باغ اور کشمیر دروازے پر حملہ:

انگریزوں کا دوسرا ڈویژن جو کہ قدسیہ باغ سے پیش قدمی کر رہا تھا وہ اب پیمائشی سیڑھیوں سے شہر میں داخل ہو چکا تھا...... جبکہ تیسری ڈویژن جو کہ کشمیری دروازے کی جانب چلی گئی تھی اس نے اسے (دروازے کو) بند اور فوجیوں کی قطاروں سے بھرا ہوا پایا۔ جس پر بعض یورپی افسران نے اس کے آگے بارود کے بستے باندھے

اور پورے دروازے کو اس کے مدافعین کے ساتھ اڑا دیا۔ جس پر فوجی آگے بڑھے اور یوں شہر میں داخل ہو گئے۔

کشمیری دروازے پر نصیر آباد بریگیڈ کی مزاحمت:

نصیر آباد بریگیڈ کی [دو] رجمنٹیں، نمبر 20 مقامی پیادہ فوج کے کچھ حصے اور دو توپوں کے ساتھ کشمیری دروازے کے اندر کرنل اسکنر کے مکان میں تھیں، وہ بڑھتی ہوئی انگریزی فوج کے اتنے زبردست مزاحم ہوئیں اور توڑے دار بندوقوں اور گولیوں کے اتنے زبردست فائر کئے کہ ساٹھ سے زائد افسران سمیت تین سو اور چار سو کے درمیان (انگریز) آدمی مارے گئے۔ (انگریز) فوج پریشان ہوگئی اور جزوی طور پر واپس ہوگئی لیکن افسران حیرت انگیز بہادری سے اپنے میدان میں جمے رہے اور اس ہلاکت خیز فائرنگ کے عین وسط میں آپس میں مشورہ کیا کہ اب کس طرف جانا چاہئے۔ (371)

نصیر آباد بریگیڈ کی پسپائی:

تھوڑی ہی دیر میں افسران نے اپنے آدمیوں کو بتا دیا کہ آگے بڑھنا ہے اور وہ اپنے ساتھ لائی ہوئی میدان جنگ کے توپ خانے کی دو توپوں سے ہر جانب گولہ باری کرتے ہوئے راستہ صاف کر کے آگے بڑھنے لگے۔ برطانوی فوج کی بہادری سے پیش قدمی دیکھ کر نصیر آباد کے فوجی اپنی توپوں کے ساتھ پیچھے ہٹ گئے اور بعض اتنے حواس باختہ ہو کر بھاگے کہ وہ غلط راہ پر نکل گئے اور مختلف گھروں کو پاگلوں کی طرح عبور کرتے ہوئے فصیل شہر سے کود گئے۔ تب انگریزوں نے کرنل اسکنر کے گھر اور میدان کے خالی مورچوں کو فتح کر لیا اور ایک توپ خانہ وہاں پر لگا دیا۔

اندرون شہر اور قلعے اور کوتوالی پر حملہ:

یورپی سواروں کا ایک دستہ نہایت ہی بہادری سے نواب خان کے دروازے تک آگے بڑھ گیا لیکن ملحقہ گھروں میں چھپے ہوئے فوجیوں نے ان پر زبردست گولوں کی برسات کی۔ بہت سے سپاہی مارے گئے اور باقی واپس چلے گئے۔ دس یا بارہ ایک گھر کے

٦

تباہ شدہ دروازے سے گزرتے ہوئے چاندنی چوک میں وارد ہو گئے جہاں پر باغی سوار بڑی تعداد میں اپنے گھوڑوں پر جمع تھے۔ ان کی انہوں نے وہاں پر کونچیں کاٹ دیں اور واپس چلے گئے۔ دریں اثناء ایک کیپٹن کی سرکردگی میں یورپی پیادوں کا ایک دستہ غیر مرئی بہادری سے محل کی جانب بڑھا (372)...... جبکہ ایک دوسرا دستہ [کوتوالی] کی جانب گیا (373)...... ایک تیسرا دستہ بیگم سومرو کے محل کے اردگرد باغات میں داخل ہو گیا۔ (374)...... اور ایک چوتھے دستے نے بڑی مشکل سے جامع مسجد کی جانب اپنا راستہ بنایا۔ (375) اس آخری دستہ پر جو کہ اپنے باقاعدہ اسلحہ کے علاوہ ایک چھوٹا مارٹر (martar) بھی رکھتی تھی جن کے ساتھ گولوں کی وافر مقدار تھی' اس پر سپاہیوں' غازیوں اور شہریوں نے بہت تباہ کن شدت سے حملہ کیا اور چالیس یورپینوں کے نقصان کے ساتھ انہیں بغیر کسی مدد کے واپس جانے پر مجبور کر دیا۔ [بیگم سومرو کے باغات] میں موجود دستے کے تقریباً پندرہ مارے گئے۔ وہ جو [کوتوالی] کی جانب گئے تھے وہ دیواروں پر سیڑھیاں لگا کر اندر داخل ہو گئے۔ تین یورپی کلرک' جن کے بارے میں قبل ازیں تذکرہ ہو چکا ہے کہ انہیں نمبر 29 مقامی پیادہ فوج مراد آباد سے ساتھ لائی تھی' وہ ابھی تک غازیوں کے ایک محافظ دستے کی قید میں تھے۔ اس جگہ داخلے پر دو شہری جو [حوالات] میں تھے ان کو ان یورپینوں نے مار دیا جنہوں نے رحم کے لئے ان کی التجا پر دوسروں سب کو گھونسے مار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ تینوں عیسائی کلرک بھی مارے گئے لیکن یہ نہیں پتہ کہ کس نے مارا...... ایک بیان یہ ہے کہ غازیوں نے خود لڑنے سے قبل ان کو مار ڈالا ...... (376) [سید مبارک شاہ] خوش قسمتی سے اس روز غیر حاضر تھا کیونکہ وہ اپنے ایک بیمار دوست کو دیکھنے بخت خان کے کیمپ میں گیا تھا۔ (377) غازیوں کی بڑی تعداد مختلف مقامات سے اکٹھی ہو کر [کوتوالی] کی جانب بڑھی جس پر یورپی نیچے آئے اور ان سے جنگ کی لیکن وہ اتنی زیادہ تعداد میں تھے کہ وہ قابل ذکر نقصان کے بعد کشمیری دروازے پر اپنی بڑی فوج کی جانب چلے گئے۔ وہ عیسائی' یہ بھی یاد رکھنا چاہئے' جس کو سپاہیوں نے مورچوں میں گرفتار کر رکھا تھا اور جس کی زندگی [کوتوال] اور دفعدار حیات محمد خان کی مداخلت سے بچ گئی تھی وہ اس ہلڑ میں بغیر زخمی ہوئے بھاگ نکلا۔ (378)

دہلی سے باغی فوج کے اخراج کا آغاز:

اس وقت باغی اور سرکشی کرنے والے مکمل طور پر بدنظمی کا شکار ہو گئے تھے وہ شہر سے نکلنا شروع ہو گئے علاوہ نصیر آباد بریگیڈ کے۔ باقی سپاہیوں نے دروازے بند کر دیئے لیکن ان پر شہریوں نے بار بار حملے کئے کیونکہ وہ ان کے زیر عتاب رہے تھے۔ اب ان سے ہتھیار چھینے' ان کو جوتوں سے مارا اور ان کو ہر طرح سے ذلیل کیا اور چلانے لگے: ''تمہاری بہادری کہاں گئی؟ تمہاری طاقت کو کیا ہو گیا کہ اب تم ہم پر ظلم و تشدد نہیں کرتے؟'' (379)

برطانویوں نے اب کشمیری دروازے کے علاقے کے تمام گھروں کے حصے پر قبضہ کر لیا تھا اور وہاں ایک توپ خانہ لگا دیا تھا۔ شاہ برج بھی ان کے ہاتھ میں تھا۔ شہر کا ایک حصہ جو ایک جانب کشمیری دروازے سے شروع ہو کر اسلحہ خانے کو جاتا تھا اور دوسری جانب شاہ برج تک جاتا تھا اس پر ان کا قبضہ تھا جبکہ پہاڑی پر ان کے پرانے کیمپ سے ہر قسم کا چھوڑا ہوا ذخیرہ وہاں لایا جا رہا تھا۔

محل پر حملہ:

جب حملے کی خبریں محل میں پہنچیں تو دروازے بند کر دیئے گئے اور صدر دروازے پر دو بڑی توپیں جو گولوں سے بھری ہوئی تھیں نصب کر دی گئیں۔ الفاظ میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ یورپینوں کا جو پہلا دستہ محل کی جانب گیا اس کی ہمت اور برداشت کی وضاحت یا تشریح کی جائے۔ ان کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ تقریباً سارے ہی مارے گئے اسی طرح سے درست ہے جس طرح سے ان کے بارے میں کہ جو جامع مسجد گئے تھے..... آدمی کا قلم اس کو ضبط تحریر میں نہیں لا سکتا۔ کیونکہ دہلی میں تقریباً ساٹھ ہزار باغی' غازی اور باغی فوجیں تھیں اور اتنی ہی تعداد میں شہر کے باشندے تھے۔ یہ درست ہے موخر الذکر سب دشمن نہیں تھے لیکن اس وقت برطانوی ان کے بارے میں ایسا ہی سوچتے تھے۔ افسران اور فوجیوں نے اپنی مخالفت کرنے والی بے پناہ تعداد پر زور لگایا اور صرف یہ سوچا کہ وہ محل میں داخل ہوں گے اور اگر ضروری ہوا تو اس کے اندر جا کر اپنی جانیں دے دیں گے۔ اس روز شہر میں تقریباً تین سو سپاہی اور غازی مارے گئے۔

جب یورپینوں نے اپنے داخلے کو مکمل کرلیا تو پھر ان کی اتباع سکھوں اور گورکھوں نے کی جن کا نقصان 150 افراد پر مشتمل تھا۔ یورپینوں کی ایک کمپنی اور گورکھوں کے ایک دستے نے شاہ برج پر قبضہ کیا اور وہاں پر توپوں کے ایک جوڑے کے ساتھ سکھوں کو تعینات کیا' تین ہزار باغی فوجیوں نے دو توپوں کے ساتھ اس کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ان پر اتنی خوفناک فائرنگ ہوئی کہ وہ جلدی سے پسپا ہو گئے۔ (380)

میگزین پر مزاحمت:

دن کے 12 بجے تمام باغی فوج اپنے خیموں میں چلی گئی لیکن نصیر آباد کی دو رجمنٹیں ...... اسلحہ خانے پر مضبوطی سے ڈٹی رہیں۔ اس وقت تک بادشاہ کو یہ باور کرایا گیا کہ لڑائی شہر کے ایک کونے میں کشمیری دروازے پر ہی ہو رہی ہے۔

باغی فوج کی مایوسی:

اب دہلی کے اندر اور ہر جگہ باغی فوج پر مایوسی چھا گئی۔ اب ان کو نہ تو کامیابی کی کوئی امید تھی اور وہ ہی علاقے سے انگریز کو نکال پانے کی اور اب صرف یہ فکر تھی کہ وہ اپنی زندگیاں کیسے بچائیں۔

یورپینوں نے اب جنگی اجلاس منعقد کیا کہ یہ طے کریں کہ اسلحہ خانے پر کس طرح سے حملہ کیا جائے۔

باغیوں کے آخری مقبوضہ علاقے:

تقریباً ایک بجے مختلف رجمنٹوں اور غازیوں کا ایک ملا جلا مجمع اکٹھا ہو گیا لیکن اس (گروہ) کیلئے کسی بھی گلی سے گزرنا مشکل تھا کیونکہ تمام جگہوں پر برطانوی تھے اور جو بھی کوئی ان کو بہادری دکھانے کی کوشش کرتا وہ اس کو فوراً مار دیتے۔ اب انہوں نے گھروں کی چھتوں سے شدید فائرنگ شروع کی جس کو وہ شام کے دھندلکے تک جاری رکھ سکے لیکن اس کا کوئی مقصد نہ تھا ...... جب رات ہو گئی تو وہ کسی کو نقصان نہ پہنچا پائے۔ اب باغیوں کے پاس صرف دو توپیں رہ گئی تھیں اور چاندنی چوک کا پورا علاقہ بلکہ لاہوری دروازے تک (کا علاقہ) ان کے پاس تھا جہاں پر سپاہیوں اور غازیوں کے صرف پراگندہ دستے ہی دیکھے جا سکتے تھے ...... باقی تمام فرار ہو چکے تھے۔

میگزین سے نصیر آباد بریگیڈ کی واپسی:

[نصیر آباد کی دو] رجمنٹوں کا بڑا حصہ جو کہ اسلحہ خانے پر قابض تھا اس نے یہ خیال کر کے کہ یورپی ان کے عقب پر آ گئے ہیں اور رات کو حملہ کر دیں گے' جب ان کو کوئی بھی امداد ملنا ممکن نہ ہوئی تو انہوں نے جگہ خالی کر دی اور منتشر ہو گئے۔

15 ستمبر 1857ء کی صورت حال:

اگلے دن بھی یہی صورت حال چلتی رہی۔ یورپی جہاں کہیں بھی موقع پاتے وہ بڑی گلیوں اور بازاروں میں داخل ہو جاتے اور جو ان کی مزاحمت کرتا اس کو مار ڈالتے۔ اب باغیوں کا جوش مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا اور وہ شہر کو مکمل طور پر خالی کر چکے تھے۔

16 ستمبر 1857ء کی صورت حال:

تیسرے دن انگریزوں نے اسلحہ خانے کی دیوار میں ایک سوراخ بنایا جہاں سے وہ اندر داخل ہو گئے اور سپاہیوں پر غلبہ پا کر...... اس جگہ کا قبضہ لے لیا جس کے بعد انہوں نے باہر کی جانب توپوں کو حملے کی پوزیشن میں کھڑا کر دیا۔

دہلی میں باغیوں کی آخری مزاحمت:

آخری کوشش کے طور پر باغی فوج کے سرکردہ افسران سرفراز علی اور مولوی فیض احمد (381) کے ہمراہ بادشاہ کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ وہ آگے آئے اور فوجوں کی اس یقین دہانی کے ساتھ سالاری کرے کہ پوری فوج' باشندگان دہلی اور نواحی علاقے کے عوام سب کے سب اس کی اتباع کریں گے' اس کے لئے لڑیں گے اور مر جائیں گے اور برطانویوں کو نکال باہر کریں گے۔ بادشاہ اپنی جان کے خوف سے ہچکچانے لگا۔ جس پر انہوں نے زیادہ بے تابی سے یہ کہتے ہوئے اس کو آمادہ کیا: ''اب آپ کا آخری وقت آ رہا ہے...... آپ کو گرفتار کر لیا جائے گا...... کیوں شرمندگی اور ذلت کی موت مرنا چاہتے ہیں؟ لڑتے ہوئے کیوں نہیں مرتے اور ایک لافانی نام کیوں نہیں پیدا کر جاتے؟'' بادشاہ نے جواب دیا کہ وہ اس روز بارہ بجے (دوپہر) (382) خود فوج کی سربراہی کرے گا۔

جیسے ہی جنگ کے لئے فوج کی سربراہی کی شاہی نیت کا علم ہوا تو باغیوں کے

گروہ در گروہ، غازی اور شہری محل کے سامنے اکٹھے ہوئے جو ستر ہزار افراد سے کم نہیں تھے۔ اس وقت شاہی [پالکی] بڑے دروازوں سے بہت آہستہ آگے آتے ہوئے دیکھا گیا...... جس پر فوجی اور شہری اسلحہ خانے کی جانب بڑھے۔لیکن اس سے دوسو گز کے فاصلے پر رک گئے کیونکہ جو بھی آگے جاتا وہ برطانوی گولیوں سے مر کر گر جاتا جو نیچے گلی میں بارش کی طرح برس رہی تھیں۔ اس وقت تک بادشاہ کی [پالکی] محل کے دروازوں میں سے ایک دوسرے (دروازے) تک پہنچ چکی تھی اور وہ یہ یقین کرنے کیلئے مسلسل اپنے (آدمی) بھیج رہا تھا کہ اس کی فوج کہاں تک آگے بڑھی ہے۔لیکن وہ اسلحہ خانے کے قریب ہرگز نہیں تھے...... اس وقت حکیم احسن اللہ خان نے اپنے شاہی آقا تک زبردستی اپنا راستہ بنایا اور اس کو بتایا کہ اگر وہ آگے جائے گا تو وہ یقیناً مارا جائے گا کیونکہ یورپی بندوق بردار مختلف گھروں میں چھپے ہوئے ہیں۔(382-A) حکیم نے یہ بھی کہا: ''مزید یہ کہ اگر آپ فوج کے ساتھ لڑنے جاتے ہیں تو میں کل کو برطانویوں سے آپ کے کردار کی وضاحت کیسے کرسکوں گا۔ باغیوں کے ساتھ جنگ میں آپ کے شامل ہونے کے بارے میں کیا بہانہ پیش کروں گا؟'' یہ الفاظ سن کر بادشاہ نے مجمع کو چھوڑ دیا اور شام کی نماز کے بہانے محل میں واپس چلا گیا۔ (383) اب عوام اور فوج کا ہجوم پریشان ہوگیا۔ان کو خطرہ محسوس ہوا اور آخرکار پراگندہ ہوگئے۔(384)

بادشاہ کا ہمایوں کے مقبرے پر جانا:

رات کو انگریزوں نے محل میں اور فصیل سے باہر باغی کیمپوں میں گولے گرائے۔اسی رات کو بادشاہ نے دریا والے عقبی راستے سے محل چھوڑ دیا، (385) کشتی میں (دریا) عبور کیا اور شہر سے تقریباً دومیل کے فاصلے پر ہمایوں کے مقبرے چلا گیا اور وہیں رک گیا لوگوں کا ہجوم، ہندو اور مسلمان (سب ہی)، شہر سے نکلنے لگے لیکن صرف باغی افسران کو بادشاہ کے فرار کا پتہ تھا۔(386) یورپی سپاہیوں کا ایک دستہ جو نشے کی حالت میں دھت تھا۔رام جی داس مہاجر کے گھر میں اس گھر کی عورتوں کے تحفظ کا بہانہ کر کے داخل ہوگیا۔لیکن ان کے ساتھ بہت ہی شرمناک سلوک کیا۔(387)

بادشاہ کا بخت خان سے محافظ طلب کرنا اور باغی فوج کی روانگی:

رات(388) کو بادشاہ نے بخت خان کو دوسو [سوار فوجی] ذاتی محافظ کے طور پر بھیجنے کا کہلوایا اور 20 ستمبر 1857ء کو علی الصبح 3 بجے...... وہ مولوی نوردادعلی کی سربراہی میں روانہ ہو گئے (389) جبکہ باقی رجمنٹ نے گھوڑوں کی زین کستے دیکھ دیکھ کر شک کیا کہ سب کچھ ٹھیک نہیں ہے اور وہ بھی تیار ہو گئے۔ سواروں کو دیکھ کر پیادوں نے بھی چلنے کی تیاری کر لی' اور باغیوں کی اتباع کی...... جبکہ توپ خانے نے یہ سن کر کہ سپاہی بالکل تیار ہیں اور روانہ ہونے والے ہیں' انہوں نے بھی فوراً فرار ہونے کے انتظامات کر لئے اور کہنے لگے: ''خدا جانتا ہے کہ اب ہوا میں کیا ہے۔'' جب نیچ بریگیڈ نے بریلی والوں کو (390) جانے کے لئے تیار دیکھا تو انہوں نے بھی انہی کی طرح کیا۔۔ ایسا ہی نصیرآباد کی فوج نے بھی کیا(391)...... نتیجہ یہ تھا کہ جب 200 فوجی بادشاہ کی جانب جانے کی نیت سے آگے بڑھے تو پوری باغی فوج کے گھڑ سوار' پیادے اور توپ خانہ بھی ان کے پیچھے اپنا تمام اسباب اور خیمے چھوڑ کر پریشان دل ہجوم کی شکل میں چل پڑا۔ کسی نے ان کو روکنے کی کوشش نہیں کی...... کسی ایک شخص نے بھی اپنے ساتھ والے سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں...... سب ہی ہمت اور حوصلہ ہار گئے تھے۔ (392) کیونکہ ہر شخص کے دل میں بس فرار ہونا ہی سب سے بڑی بات تھی۔ باغی فوج سیدھے راستے سے بلب گڑھ اور فرخ آباد(393) کی جانب چل پڑی۔ ہمایوں کے مقبرے پر آکر بخت خان اور محمد شفیع [بادشاہ] کے پاس گئے (394) اور اس سے ان کے ساتھ ہونے کو کہا۔ وہ ایسا کرنے پر تیار ہو گیا لیکن اس کو حکیم احسن اللہ خان نے روک لیا(395) جس نے کہا: ''یاد رکھئے کہ آپ بادشاہ ہیں آپ کے لئے جانا مناسب نہیں ہے۔ انگریزوں کی فوج نے اپنے آقاؤں کے خلاف بغاوت کی ہے' ان کے ساتھ جنگ کی ہے اور بری طرح سے تباہ و برباد ہو گئی ہے۔ حضور والا کو ان سے کیا سروکار؟ اچھی طرح سے ہمت کیجئے۔ انگریز آپ کو گنہگار نہیں پائیں گے۔'' ان الفاظ کے ساتھ اس نے بادشاہ کو فوج کے ساتھ فرار ہونے سے روکا' جس پر بخت خان اور محمد شفیع چلے آئے اور اس (فوج) میں بلب گڑھ کی جانب پھر سے شامل ہو گئے۔ (396) یہ متھرا کے راستے گئی اور دریائے جمنا عبور کر کے ایسی جگہ پہنچ گئی جو کہ علی گڑھ (397) سے اور

نہ تھی۔ وہاں پر وہ دو ڈویژنوں میں تقسیم ہوگئی' سوار فوج بریلی کی جانب چلی گئی' پیادہ فوج مشرق کی جانب چلی گئی لیکن جہاں بھی یہ فوج گئی اسے شکست ہوئی اور بکھر گئی اور خدا کی ناراضگی کے مقصد کے طور پر دوزخ بھیج دی گئی(398)

اہل دہلی کو جزا و سزا:

جب پہاڑی پر انگریزوں نے یہ دیکھا کہ ساری باغی فوج اپنا سامان چھوڑ گئی ہے اور بدحواسی اور پریشانی میں یہ سوچ کر بھاگی جارہی ہے کہ صرف اپنی فضول جانیں بچائیں' اور بدنظمی اور بے عزتی سے پیچھے ہٹ رہی ہے اور جہنم کی راہ پر جلدی سے جارہی ہے' تو انہوں نے برطانوی حکومت کے دوستوں اور خیر خواہوں کو انعام دینا اور غلط کاروں کو سزا دینا شروع کیا۔(399)

بادشاہ کی گرفتاری (21 ستمبر 1857ء):

اگلے دن مرزا الٰہی بخش...... مرحوم وارثِ تخت کا سسر'(400)ہڈسن صاحب سے بات کر کے ہمایوں کے عقبرے پر بادشاہ کے پاس (اس کو) واپس دہلی میں لانے کی نیت سے گیا۔ مقبرے کے باہر اسے ہڈسن صاحب (401)ملا جس نے بادشاہ کو قبضے میں لے لیا اور اس کو محل میں قید میں رکھا۔

شہزادوں کا قتل (22 ستمبر 1857ء):

بعدازاں (402)ہڈسن صاحب مرزا مغل' مرزا ابوبکر اور مرزا خضر سلطان شہزادوں کو ایک [بیل گاڑی] میں قیدی بنا کر لایا اور جیل کے پاس ان تینوں کو گولی ماردی اور ان کی لاشیں [کوتوالی] لے گیا۔(403)

ملکہ کی جانب سے عام معافی کا اعلان (نومبر 1858ء):

ڈیڑھ سال گزرنے کے بعد جب کمپنی بہادر [ایسٹ انڈیا کمپنی] کا معاہدہ توڑ دیا گیا اور ملکہ انگلستان نے ملک کو اپنے اقتدار میں لے لیا تو اس نے عام معافی کا اعلان کیا اور تمام گذشتہ جرائم معاف کر دیئے۔

اللہ تعالی اتنے عظیم اور رحم دل حکمران کی ہمیشہ حفاظت کرے اور امان میں رکھے اور مشرق میں اس کے عوام کو ہر ظلم اور تشدد سے محفوظ رکھے۔

آر ایم ایڈورڈس کے نوٹس

☆ مذکورہ بالا بیان غلط ہے اور آرتھوگالوے سے انصاف کرنے کی غرض سے میں اصل بات بیان کرتا ہوں:

گیارہ مئی 1857ء بروز پیر کو علی الصبح شہر میں بدامنی کی خبر سن کر گالوے خزانے میں اپنے عہدے پر گیا اور صرف کشمیری دروازے پر امداد دینے کی غرض سے ہی اس سے نکلا۔ کیونکہ خزانے کے سپاہی اس وقت تک کھلی بغاوت کر چکے تھے لیکن اس وقت تک نہ تو اس پر حملہ کیا تھا اور نہ ہی مضبوط کمرے کو توڑا تھا۔ افسران کو ان کے ملازمین قتل کر چکے تھے اور بہت سے زخمی ہونے کی وجہ سے کوئی مدد نہ کر سکتے تھے۔ گالوے کو کئی بار کہا گیا کہ وہ وہیں رہے اور ان کے ساتھ قسمت آزمائی کرے کیونکہ خزانے پر واپس جا کر اس کے ساتھ اچھا نہ ہوگا اور وہ ضرور مارا جائے گا۔ اس نے کہا کہ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ کیا نتیجہ ہوگا لیکن یہ اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے عہدے پر واپس جائے...... اس نے ایسا ہی کیا اور خزانے کے دروازے پر ننگی تلوار کے ساتھ کھڑا ہو گیا...... ہمارا مضبوط انگریز ایک مسلح ہجوم اور پرجوش سپاہیوں کے سامنے کھڑا رہا جنہوں نے جلد ہی اس پر حملہ کر دیا اور اس کو غیر مسلح کر دیا جو کہ موت سے مزاحمت کر رہا تھا۔

میں نے یہ معلومات ان افسران سے لی ہے جنہوں نے اس موقع پر کشمیری

دروازے پر گالوے کو دیکھا اور اس سے گفتگو کی...... اور خزانے کا منظر مجھے دہلی کے معزز مقامی باشندوں نے بتایا ہے جنہوں نے اسے سپاہیوں اور دیگر افراد سے سنا تھا۔

☆☆ یہ غلط ہے۔

☆☆☆ جسے بعد ازاں ہڈسن نے گولی ماردی۔

☆☆☆☆ اس تذکرے کا مصنف

☆☆☆☆☆ اس تذکرے کے مصنف نے اپنے لئے ایک اچھی کہانی بنائی ہے...... لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ باغیوں اور سرکشوں سے ملا ہوا تھا اور اس نے برطانیہ کے خلاف سرگرم کردار ادا کیا۔

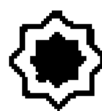
☆☆☆ یہ آدمی سہارن پور میں میرے مقامی دفتر کا سربراہ تھا اور امتیازی طور پر بہت ہی چالاک لیکن بے ضمیر دوست تھا۔ وہ دہلی میں باغیوں سے جا ملا۔ اس کے آخری انجام کا مجھے علم نہیں۔

☆☆☆☆☆ حاکمیت اعلیٰ خدا کی ہے اور ملک خدا کا ہے۔

☆☆

☆☆☆☆ نمبر 29 مقامی پیادہ فوج کا ایک دستہ سہارن پور میں خزانے کا محافظ تھا۔

☆☆☆☆



حواشی

(1) Regular Cavalry یعنی گھڑسوار فوجی

(2) پورب سے مراد ہے مشرق۔ پوربیہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ جو شمال مشرقی ہندوستان یعنی اودھ، بہار، بنگال، اڑیسہ، روہیلکھنڈ وغیرہ کے باشندے ہوں۔ چونکہ انگریزوں نے سب سے پہلے بنگال پر قبضہ کیا تھا لہٰذا شمالی ہند کے ان کے تمام مقبوضات میں فوج کو بنگال رجمنٹ ہی کہا جاتا تھا جس کا صدر مقام کلکتہ تھا۔

(3) میرٹھ میں فوج نے 10 مئی 1857ء کو شام پانچ بجے بغاوت شروع کی تھی۔ سب سے پہلے جیل پر نمبر 3 سوار فوج نے حملہ کیا اور قیدیوں کو رہا کرایا۔ نمبر 20 پیادہ فوج نے پریڈ گراؤنڈ میں بغاوت کردی اور مقامی پیادہ فوج Native Infantry جس کا اختصار N.I ہوتا ہے نے ان کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد انگریزوں کا قتل عام شروع ہوا جس میں نواح کے دیہاتی اور شہر کے عوام بھی شامل تھے۔ (رضوی ص 38-227) میرٹھ کی فوج کے زیادہ سپاہی مسلمان تھے جن میں اکثر پٹھان نسل سے تھے اور ان کے گھر روہیلکھنڈ میں تھے۔ اول یہ رائے ہوئی کہ روہیلکھنڈ کی جانب جایا جائے لیکن پھر اس خیال سے کہ سارے سپاہی اپنے گھروں کو چلے جائیں گے ان کو دہلی کی جانب چلنے کا حکم دیا۔ یہ حکم ان کے اپنے افسران نے دیا۔ بعضے راستے میں اپنے گھروں کو نکل گئے اور پھر جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ اکثریت دہلی چلی گئی (پالمر ص 128-109)

(4) Toll-House یعنی محصول گھر جو دریائے جمنا کے سرے پر تھا اور یہاں پر ستے گزرنے کا ٹیکس ادا کیا جاتا تھا۔

(5) ہندوستان کے تین مشہور دریاؤں میں سے ایک دریا۔ باقی دو دریا، دریائے گنگا اور دریائے سندھ ہیں۔

(6) پرانے دور میں کشتیوں کے پل کا رواج تھا۔ یعنی کشتیاں ایک دوسرے سے بازوں سے ملا کر جوڑی جاتیں اور ان پر تختے لگا دیے جاتے تھے۔ اس طرح سے پل بن جاتا تھا۔

(7) سائمن فریزر (Simon Fraser) دہلی کا کمشنر تھا۔ 11 مئی 1857ء کو قتل ہو گیا۔

(8) اس ٹیلی گرام کے بارے میں مسز ٹیٹلر نے لکھا ہے کہ فریزر نے یہ کھول کر پڑھا نہیں تھا۔ بلکہ دوسرے روز میرٹھ کے سپاہیوں کی آمد کی خبر سن کر اسے پڑھا (ص 114)۔ معین الدین حسن کوتوال شہر دہلی نے بھی ہندوستانیوں میں مشہور عام بات یہی بیان کی ہے کہ رات کو فریزر نے یہ خط کھول کر نہیں پڑھا تھا (ص 58: انگریزی ترجمہ ص-42) ظہیر دہلوی بھی یہ تحریر کرتا ہے کہ اس نے بادشاہ کے سامنے 11 مئی کو یہ کہا تھا کہ چٹھی مجھے شام کو ملی تھی لیکن پڑھی میں نے صبح کو تھی (ص 58) لیکن پالمر نے اس پر شک کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر ایسی کوئی چھٹی میرٹھ سے آئی اور اس نے رات کو نہیں کھولی تو اسے صبح کپڑے پہنتے وقت پڑھنی چاہئے تھی کیونکہ ایسی چیزیں اس کا ملازم اس کی جیب سے نکال کر سامنے میز پر رکھتا تھا۔ (ص 123-122) یوں اس کا خیال ہے کہ فریزر کو کوئی خط ملا ہی نہیں ہے۔ لیکن یہ مشکل یہاں پر مبارک شاہ نے حل کر دی ہے کہ خط اسے مل گیا تھا اور اس نے پڑھ بھی لیا تھا۔ لیکن اس نے شدید غفلت کا مظاہرہ کیا جس کی تفصیل اس نے آگے درج کی ہے۔

(9) Ludlow Castel کشمیری دروازے کے پاس تھا۔

(10) کشمیری دروازے سے مراد یہ ہے کہ وہ دروازہ جو کشمیر جانے والے راستے پر فصیل شہر پر بنایا گیا ہے۔

(11) میرٹھ کے جیل سے تقریباً 85 فوجی افسران کو رہا کرایا گیا تھا لیکن ان کے ساتھ 1400 دیگر قیدی بھی رہا ہو گئے تھے۔ جو سول اشخاص تھے۔ وہ لوگ بھی دہلی آ گئے اور جنگ میں شامل ہوئے۔ (رضوی ص 231)

(12) گوجر راجپوتوں کی ایک قوم ہے۔ یہ لوگ زیادہ تر دیہاتی ہوتے تھے اور یوپی اور دہلی اور پنجاب میں کثرت سے آباد ہیں۔ گوجر کا تلفظ پنجاب میں گجر کیا جاتا ہے۔ اس قوم کے اکثر افراد ڈاکہ زنی میں ماضی میں ملوث رہے ہیں۔ لہٰذا انگریز مجموعی طور پر اس قوم کو ڈاکو کہا کرتے تھے جیسا کہ آرایم ایڈورڈس نے جو کو رقوسین میں درج کیا ہے۔ نیز گوجروں کی 1857ء دہلی میں لوٹ مار کے لئے دیکھئے: حسن۔ ص 69

(13) موازنہ کیجئے مسز ٹیلر ص 116-114؛ ظہیر ص 51-50؛ حسن ص 58-57؛ جیون لال ص 90-89

(14) بگی یا بگھی یا بھگی ایک ہی لفظ کے تین تلفظ ہیں۔ بگی وہ سواری ہے جس پر آگے دو یا چار گھوڑے بندھے ہوتے ہیں اور اس میں 4 افراد ایک دوسرے کی جانب رخ کر کے سواری کر سکتے ہیں۔

(15) لی باس (Mr.Le Bas) دراصل یہ مسٹر لی باس ہے۔ یہ دہلی میں جج تھا۔

(16) John Ross Hutchinson دہلی کا کلکٹر اور مجسٹریٹ تھا۔ یہ بعد ازاں قلعہ کے پاس مارا گیا (ہبرٹ، ص 94)۔

(17) یعنی وہ دروازہ جو کلکتہ جانے والے راستے پر تھا اسے کلکتہ دروازہ کہتے تھے۔

(18) یعنی وہ دروازہ جس سے باہر سے آنے والے شہر دہلی میں براہ راست داخل ہوتے تھے دہلی دروازہ کہلاتا تھا یہاں سے سب سے پہلا محلہ چتلی قبر پڑتا تھا۔

(19) دریا گنج، دہلی دروازے کے مقابل اندرون شہر کا ایک علاقہ ہے۔

(20) محل یعنی لال قلعہ، لال قلعہ چونکہ مغل بادشاہوں کا سکونتی قلعہ تھا لہذا اسے محل بھی کہتے تھے۔

(21) دیکھئے جیون لال ص 91 تا 93۔

(22) چمن لال ذات کا کائستھ تھا۔ کچھ عرصہ قبل وہ اور اس کا ساتھی ماسٹر رام چندر دونوں عیسائی ہو گئے تھے۔ دیکھئے ظہیر ص 62۔

(23) چمن لال سے قبل یہ فوجی ایک پادری کو بھی مار چکے، یہ پادری ہندو سے عیسائی ہو گیا تھا اور دریا گنج کے پاس اس کا بنگلہ تھا۔ (ظہیر ص 62)۔

(24) Sir Theophilus John Metealfe متولد 1828، متوفی 1892 ۔ جب جنگ کا آغاز ہوا تب یہ دہلی میں تھا۔ وہاں سے زخمی ہوا اور پھر فرار ہو کر جھجھر چلا گیا۔ دہلی کے قبضے کے وقت دوبارہ آیا اور اتنا شدید انتقام لیا کہ اس کی خوف کی مثالیں دی جانے لگیں۔ معین الدین حسن خان اور جیون لال کے روزنامچے اس نے انگریزی میں ترجمہ کئے تھے جو شائع ہو چکے ہیں۔

(25) دیکھئے حسن ص 59۔

(26) جھجھر دہلی کے جنوب میں ایک ریاست تھی۔ اس کا نواب مسلمان تھا اور بڑیچ افغانوں کے قبیلے سے تھا۔ اس وقت جھجھر کا نواب عبدالرحمٰن خان تھا۔ یہ فیض علی خان ابن فیض محمد خان ابن نجابت علی

خان ابن مرتضیٰ خان ابن مصطفیٰ خان بڑیچ کا بیٹا تھا۔(تاریخ بڑیچ ص 109-108)۔

(27) محمد خان‘ نواب جھجھر کے رسالے کا رسالدار تھا۔اس نے مٹکاف کو گھوڑا دینے سے انکار کیا تو مٹکاف نے اسے زبردستی اتار کر گھوڑا چھین لیا۔(حسن۔ص 60)۔

(28) حسن کہتا ہے کہ مٹکاف ’چوڑی والاں‘ محلے کی جانب بھاگا لیکن سرداروں کو تعاقب کرتا دیکھ کر اجمیری دروازے کے راستے پہاڑ گنج نکل گیا۔(حسن ص 60)۔

(29) مٹکاف نجف گڑھ نہیں گیا بلکہ صرف اس تھانے کی حدود سے گزرا۔

(30) پہاڑ گنج دہلی میں ایک علاقے کا نام ہے اور اب شہر دہلی کا حصہ ہے۔

(31) زردب پیر بھی ایک علاقے کا نام ہے۔

(32) موازنہ کیجئے جیون لال ص 93۔ظہیر ص 64-63۔

(33) تفصیل کیلئے دیکھئے ظہیر ص 50 تا 57 نیز صفحہ 64۔

(34) ایضاً‘ نیز صفحہ 72-71۔

(35) اس کو اوپر والے متن یعنی حاشیہ نمبر 33 سے ملا کر پڑھنا چاہئے جہاں دروازہ کھلنے کا ذکر ہے۔

(36) بادشاہ کے اس ملازم اور اس کے کردار کا نام ہمیں پہلی بار مبارک شاہ سے معلوم ہوا ہے۔

(37) موازنہ کیجئے‘ جیون لال ص 95-93 نیز ضمیمہ جو مٹکاف نے بنایا ہے(ص 239-235)‘ ظہیر ص 64؛لطیف ص 121-120

(38) موازنہ کیجئے جسن ص 69‘ نیز جان کئی :دی ہسٹری آف انڈین میوٹنی ص 91-88 جیون لال ص 96-95۔

(39) ان کا تذکرہ صرف مبارک شاہ کے تذکرے میں ملتا ہے۔

(40) میرٹھ کی فوج کے ایک دستے کا سرغنہ جو پٹھان تھا۔اس کے بارے میں مبارک شاہ کے ذریعے پہلی بار آگہی ہوئی۔

(41) اس واقعے کے بارے میں بھی پہلی بار مبارک شاہ سے آگہی ہوئی۔

(42) ایضاً۔

(43) جیل کے ٹوٹنے کا واقعہ جیون لال نے 12 مئی کو درج کیا ہے لیکن اس کے بیان سے صاف

ظاہر ہے کہ وہ گذشتہ روز کا قصہ درج کر رہا ہے۔(ص98-97) جس کا علم اسے 12 تاریخ کو ہوا۔
(44) پہاڑی(Ridge) دہلی کے شمال مشرق میں ہے۔اس کو جیون لال نے باوٹہ تحریر کیا ہے (ص227,224) لطیف نے اس کا نام 'دھیرج' پہاڑی بتایا ہے(ص131)۔
(45) Flag Staff Tower پہاڑی کے اوپر انگریزی چھاؤنی میں ایک عمارت کا نام ہے۔
(46) میرٹھ سے باغیوں کے دہلی چلے آنے کے بعد چھاؤنی انگریزوں کے لئے محفوظ تھی کیونکہ وہاں پر یورپی فوج پہلے سے ہی تعینات تھی۔
(47) انبالہ دریائے جمنا کے کنارے پنجاب میں تھا۔ یہ جگہ بھی انگریزوں کے لئے قدرے محفوظ تھی۔
(48) Arthur Galloway دہلی میں نائب مجسٹریٹ تھا۔اس کے لئے آر۔ایم۔ایڈورڈس کا نوٹ/حاشیہ قابل ذکر ہے۔
(49) دیکھئے جیون لال ص103 'جہاں صرف اس نوٹ کے حوالے سے پوچھا گیا ہے۔خزانہ لوٹنے کی یہ تفصیل ہمیں مبارک شاہ سے ملتی ہے۔اس پر ایڈورڈس کا نوٹ بھی قابلِ ذکر ہے۔
(50) یہ مصنف کی رائے ہے جو وہ فاتح سے ذکر تحریر کرتا ہے۔لیکن اس کو آگے کے اس کے بیان کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہئے جو''انگریز دور میں بربادی پر مصنف کی رائے'' کے تحت درج ہے۔(ص 52)
(51) یعنی بہادر شاہ ظفر جسے بہادر شاہ ثانی بھی کہتے ہیں۔ بہادر شاہ ذوق کا شاگرد تھا اور اس کا تخلص ظفر تھا۔ یہ 1775ء/1189ھ میں پیدا ہوا' اس کا باپ اکبر شاہ ثانی (بادشاہ) تھا اور ماں لال بائی تھی جو ایک ہندو راج پوت تھی۔ یہ 1837ء/1253ھ میں تخت نشین ہوا اس وقت اس کی عمر 60 سال تھی۔کثیر الاولاد تھا۔ جنگ کے بعد رنگون میں جلا وطن ہوا اور وہیں 7 نومبر 1862ء کو 89 برس کی عمر میں فوت ہوگیا۔
(52) زینت محل بیگم سے بہادر شاہ ظفر کی شادی 3-1832 میں ہوئی۔ اس وقت بہادر شاہ 50 سال سے زیادہ تھا اور زینت محل 16 سال کی تھی۔اس کے باپ کا نام نواب احمد قلی خان تھا اور دادا کا نام نوازش علی خان یا عباس قلی خان تھا۔بعض کے نزدیک یہ احمد شاہ ابدالی کے خاندان سے تھی اور بعض کے نزدیک کشمیر کے جاگیر خاندان سے تھی۔ بادشاہ پر اس کا بہت اثر تھا' جنگ میں اس کی انگریزوں

سے ساز باز ثابت ہے اور ہر ممکن طریقے سے اس نے انقلاب کو نقصان پہنچایا۔ جنگ کے بعد جلاوطن ہوئی اور 1886ء میں فوت ہوگئی۔ (رضوی ص 337,251)۔

(53) یہ تفصیلی اطلاع بھی مبارک شاہ سے پہلی بار ملی ہے۔

(54) یعنی اسلحہ خانہ جہاں پر توپیں' گولہ بارود' بندوقیں اور کارتوس وغیرہ جمع تھے۔ یہ میگزین شہر کے وسط میں تھا جس کی اس کتاب کے ساتھ لف نقشے میں نشاندہی کی گئی ہے۔

(55) میگزین کے اندر یورپین میں مسٹر ڈیولی اور مسٹر ایکلی بھی تھے جو لطیف کے مطابق قلعے سے فرار ہو کر وہاں چلے گئے تھے (ص 121-120) میگزین کا انچارج لیفٹیننٹ جارج ویلکبائی (George Willloughby) تھا جو بنگال آرٹلری سے تعلق رکھتا تھا اس کے ساتھ لیفٹیننٹ فارسٹ (Farrest) اور لیفٹیننٹ رینر (Raynor) بھی تھے جو اس کے ماتحت کام کرتے تھے۔ علاوہ ازیں 6 اور یورپی کام کر رہے تھے۔ جو دیسی سپاہی میگزین کے اندر کام کر رہے تھے وہ باغیوں سے جا ملے' اس پر ویلکبائی کے اشارے پر کنڈکٹر اسکولی (Scully) نے فائر کر کے میگزین اُڑا دیا (Kaye ص 68-66) مسز ٹیٹلر کا بیان ہے کہ میگزین کے اندر تقریباً 250 یورپی چھپے تھے جن میں سے کچھ وہیں مارے گئے اور جو زخمی ہوئے ان کو بعد میں مار دیا گیا۔ (ص 127)۔

(56) ظہیر کے مطابق تقریباً 1000 مارے گئے (دیکھئے ص 78 تا 80) حسن کے مطابق 400 مارے گئے (ص 68-67) جیون لال نے اس کا وقت رات 9 بجے تحریر کیا ہے جبکہ باقی سب نے شام 4/5 بجے کا وقت تحریر کیا ہے۔ (جیون لال ص 95)؛ مسز ٹیٹلر ص 127۔

(57) ان زخمیوں کے بارے میں دیکھئے حسن ص 67؛ ظہیر ص 80-79۔

(58) مسز ٹیٹلر ص 121-116؛ حسن ص 69-168 نیز حسن ص 76۔

(59) موازنہ ظہیر: ص 78-76۔

(60) اس گروہ کی نشاندہی سب سے پہلے مبارک شاہ نے کی ہے۔

(61) یہ اطلاع سب سے پہلے مبارک شاہ سے ملی ہے۔

(62) اس شخص کا نام پہلی بار ملا ہے۔

(63) اس سے پتہ چلتا ہے کہ میرٹھ کے بعض سپاہی عصمت دری میں بھی ملوث تھے۔ اس خبر کی کہیں اور سے تصدیق نہیں ہوئی۔ نیز دیکھئے لطیف ص 126 جہاں ''رام سرن داس'' کے مکان پر حملہ درج ہے۔

(64) یہ نئی تفصیل بھی مبارک شاہ سے پتہ چلتی ہے۔

(65) یعنی 13 مئی 1857ء

(66) ان افراد میں درج ذیل شامل تھے۔

(1)Mrs Scully اس کے ساتھ تین بچے بھی تھے۔

(2)Mrs. Glynn

(3)Mrs.Edwards اس کے ساتھ دو بچے تھے۔

(4)Mrs. Mollony اس کے ساتھ دو بچے تھے

(5)Mrs.Sheehan اس کے ساتھ ایک بچہ تھا۔

(6)Mrs. Carbet

(7)Miss Carbet

(8)Mrs.Staines

(9)Mrs.Cochrane

(10)Miss Stains

(11)Miss M.Hunt

(12)Miss E.Berosford

(13)Miss L.Relay

(14)Master Richard Shaw

(15)Miss Alice Shaw

(16)Miss.Ann Shaw

(17)Mr.Robert- اس کے ساتھ ایک بچہ تھا۔

(18)Mr.Crow

(19)Mr.Smith

5 افراد جو بظاہر مسلمان ہوگئے تھے وہ قید خانے میں چھوڑ دیئے گئے۔ ان میں مسز الیگزینڈر آلڈویل Alexander Aldwell شامل تھی جس کے بیان سے ان لوگوں کے نام ملے ہیں (Trail ص 228-232)۔

(67) یعنی وہ حویلی جہاں لکھنو کی نوابی ملنے سے قبل اودھ کا خاندان دہلی میں رہا کرتا تھا۔ جیون لال نے اسے راجہ کشن گڑھ کی حویلی بتایا ہے۔ دیکھئے جیون لال ص 100۔

(68) یعنی 13 مئی سے 16 مئی 1857ء تک۔

(69) حکیم احسن اللہ خان بہادر شاہ ظفر کا شاہی طبیب' مشیر اور خاص دوست تھا۔ یہ شخص انگریزوں کا بہت قابل اعتماد ساتھی تھا اور اس نے جنگ میں انگریزوں سے پوری وفاداری کی۔ کئی مواقع پر اپنی جان بھی داؤ پر لگادی لیکن بادشاہ کی دوستی کی وجہ سے محفوظ رہا۔

(70) مرزا الٰہی بخش کا اصل نام مرزا ہدایت فزا تھا اور وہ فرخ سیر بادشاہ کی اولاد میں سے تھا۔ اس کی ایک بیٹی کی شادی مرزا فتح الملک عرف مرزا فخرو (سابق ولی عہد) ابن بہادر شاہ ظفر سے ہوئی تھی۔ مرزا فخرو جنگ سے قبل ہی فوت ہو گیا تھا۔ جنگ کے بعد اسے جاگیر ملی اور بارہ سو روپے ماہوار پنشن مقرر ہوئی۔ مارچ 1878ء میں فوت ہو گیا اور تین لڑکے مرزا سلیمان شاہ (متوفی مئی 1890)' مرزا ثریا جاہ' مرزا اقبال شاہ چھوڑے۔ مرزا فخرو کا ایک لڑکا مرزا فرخندہ جمال اس کا نواسہ تھا۔ الٰہی بخش کی بیوی نواب آبادی بیگم' اکبر شاہ ثانی کی پوتی تھی۔ مرزا ثریا جاہ کی بیوی نواب محمد علی خان آف ٹونک کی بیٹی تھی۔ (گزیٹئیر آف دہلی ڈسٹرکٹ' 1882ء ص 77-76 گزیٹئر آف دہلی ڈسٹرکٹ 1912ء ص 71)۔

(71) حسین مرزا' دراصل یہ نام نذیر حسن مرزا ہے اور عام طور پر حسن مرزا تحریر کیا جاتا ہے جیون لال نے اس کا ذکر کیا ہے (ص 136)۔

(72) دیکھئے جیون لال ص 102-101؛ لطیف ص 127 (لطیف نے 23 مئی کی تاریخ لکھی ہے جو کہ غلط ہے)؛ ظہیر ص 81

(73) 17 مئی 1857ء؛ جیون لال نے یہ واقعہ 16 مئی 1857ء کا درج کیا ہے لیکن جیون لال بعض اوقات اور لطیف اکثر تاریخیں درج کرنے میں غلطی کرتے ہیں

(74) پانی کی ٹنکی یعنی حوض جو لال قلعہ کے اندر تھا۔ مسز ٹیٹلر کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے اس جگہ سے کوئی گھوڑا بغیر (Ghying) کے نہیں جاتا تھا جو اس قتل عام کی وجہ سے ہے (ص 128)

(75) حمید خان رام پوری کیلئے دیکھئے ظہیر ص 98۔

(76) دیکھئے ظہیر ص 87-80 لطیف ص 128-127 جیون لال ص 102-100 اور 106-105؛ حسن ص 74؛ مسز ٹیٹلر ص 128-127۔

(77) یہ نام بھی نیا ہے جو مبارک شاہ کے ذریعے ملتا ہے۔

(78) مرزا مغل بہادر شاہ ظفر کا بڑا لڑکا تھا۔ شرافت محل کے بطن سے تھا اور جنگ 1857ء میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کے اندر کسی قدر انتظامی صلاحیتیں تھیں۔ جنرل بخت خان کے ساتھ اس کو حسد

ہو گیا اور اسی وجہ سے بعض مقامات پر اس نے ایسے کام کیے جس سے انقلاب کو نقصان پہنچا۔ دہلی پر انگریزوں کے دوبارہ قبضے کے وقت بے وقوفی سے خود کو انگریزوں کے سپرد کر دیا اور اسی روز مارا گیا۔ اگر باغی فوج کے ساتھ نکل جاتا تو شاید کچھ اور کردار ادا کر لیتا۔ جنگ کے آغاز پر یہ تقریباً 40 سال کا تھا (مہدی حسین ص29)۔

(79) کنز التاریخ ص 331-322۔

(80) مسز ٹیٹلر ص 110؛ حسن ص76۔

(81) وہ مجلس جو شہر کا انتظام کرنے کی غرض سے بنائی گئی تھی جس کا ایک دستور بھی لکھا گیا تھا۔ عتیق ص290-279۔

(82) حسن ص73 ان کے تفصیلی حالات مبارک شاہ سے معلوم ہوئے ہیں۔

(83) یعنی معین الدین حسن خان مصنف خدنگ غدر۔ معین الدین حسن کہتا ہے کہ میں انگریزوں کی حمایت کرتا تھا اس لئے باغیوں کو مجھ پر شبہ تھا لہذا میں نے بیماری کا بہانہ کر کے چھٹی لے لی اور بادشاہ کے روبرو حاضر رہنے لگا۔ میر نواب میری منظوری سے کوتوال مقرر ہوا (ص73-72)۔

(84) یہ اطلاع بھی ہمارے لئے نئی ہے۔

(85) اسکنر جس کے نام سے ایک مکان کشمیری دروازے کے پاس مشہور ہے۔

(86) دیکھئے جیون لال ص102 وہاں یہ واقعہ 13 مئی کی تاریخ میں درج ہے۔ ممکن ہے کہ جیون کو یہاں تاریخ کا مغالطہ ہوا ہو کیونکہ اس نے کئی واقعات اس طرح کے اکٹھے درج کئے ہیں۔

(87) جوان بخت ابن بہادر شاہ ظفر 1850ء میں گیارہ بارہ سال کا تھا۔ اس طرح سے اس کا سال پیدائش 1839ء یا 1840ء بنتا ہے۔ یہ زینت محل کے بطن سے تھا۔ بادشاہ کے ساتھ رنگون چلا گیا اور 1882ء میں وہیں فوت ہو گیا۔ اس کے بیٹے ہمایوں بخت، معظم سلطان، جمشید بخت اور صاحبزادی رونق زمانی بیگم تھے (رضوی ص251، 337، ایوب قادری ص423-422)۔ جمشید بخت کا ... بخت تھا۔ جمشید بخت نے 1921ء میں وفات پائی رونق زمانی نے 3 اپریل 1930ء کو وفات پائی۔ (رضوی ص 338-337)

(88) فتح پور مسجد چاندنی چوک کے ایک سرے پر مشہور مسجد ہے۔

(89) یہ اطلاع بھی ہمارے لئے نئی ہے۔

(90) یعنی معین الدین حسن خان' جیون لال نے یہ تاریخ بھی 13۔مئی 1857ء دی ہے جو یقیناً غلط ہے (ص 102) حسن کے اپنے بیان کے مطابق وہ بغاوت شروع ہونے کے بعد 4 روز تک کوتوال شہر کے طور پر کام کرتا رہا اور پانچویں روز چھٹی پر چلا گیا۔(ص 72-70) لطیف نے اس کو 15 مئی کو شاہی حکم دیتے ہوئے دکھایا ہے۔(ص 124)' معین الدین حسن کے اپنے بیان کے مطابق میر نواب کے بعد فرخ اللہ کوتوال مقرر ہوا۔عبدالحکیم اس کا نائب مقرر ہوا (ص 72) معین الدین کی یہ تقرری فرخ اللہ کی معزولی کے بعد کسی وقت عمل میں آئی۔حسن نے کوتوال کا نام فرخ اللہ جبکہ لطیف نے قاضی فیض اللہ درج کیا ہے جو 17 مئی کو کوتوال مقرر ہوا (ص 124)۔

(91) گوڑ گاؤں کے حالات کیلئے دیکھئے معین الحق ص 518,152,72۔

(92) جھجھر کے نواب اور اس کے کردار کے لئے دیکھئے جیون لال ص 112 تا 104؛ حسن ص 72-68 (نیز رضوی ص 5-364)۔

(93) ریواڑی' دہلی کے جنوب میں ہے۔تولارام ریواڑی کا رئیس تھا۔جیون لال نے بھی اس کا ذکر کیا ہے (ص 168) اس کی بہادر شاہ سے برابر خط و کتابت تھی۔بہادر شاہ کے مقدمے میں اس کے کئی خطوط کا ذکر ملتا ہے۔

(94) راؤ تولارام کی عرض 22۔جولائی 1857ء کو آئی تھی۔یہ تاریخ جیون لال نے درج کی ہے۔(ص 168) جس چٹھی کا مبارک شاہ نے ذکر کیا ہے' یہ غالباً پہلے آئی ہوگی۔

(95) راجہ بلب گڑھ نے انگریزوں سے اچھے تعلقات تھے لیکن بادشاہ کو بھی انہوں نے نذریں بھیجیں۔اس کا نام ناہر سنگھ تھا۔دہلی میں اس کا ایجنٹ احمد علی تھا۔اس کی پالیسی سراسر دوغلی تھی۔اسی وجہ سے اسے جنگ کے بعد پھانسی دیدی گئی۔(رضوی ص 368-367)۔

(96) جے پور راجپوتانے کی مشہور ریاست تھی۔اب شہر جے پور راجستھان کا صدر مقام ہے۔جے پور ریاست میں مسلمانوں کا خاص احترام کیا جاتا تھا۔اس کے راجہ نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور ان کو فوجیں دیں۔

(97) یعنی 25 مئی 1857ء۔تمام ذرائع سے ثابت ہے کہ عیدالفطر 25 مئی 1857ء کو تھی۔لطیف نے یہ تاریخ 26 مئی تحریر کی ہے جو یقیناً غلط ہے۔

(98) مرزا خضر سلطان' بہادر شاہ ظفر کا بیٹا تھا اور پیادوں کا کرنل بنایا گیا تھا۔(منکاف ص 89'

اس کے بارے میں کئی شکایات باغی فوج کی جانب سے بادشاہ کو کی گئیں جیون لال ص 212) مرزا خضر سلطان بھی مرزا مغل کے ساتھ قید کے وقت مار دیا گیا۔

(99) مرزا ابوبکر کو رجمنٹ کا کمانڈر مقرر کیا گیا تھا۔ اس نے جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پھر مرزا مغل اور مرزا خضر سلطان کے ساتھ جنگ کے بعد قتل کر دیا گیا۔

(100) یعنی غازی الدین نگر، مبارک شاہ نے دونوں نام استعمال کئے ہیں۔ دہلی سے مشرق میں بریلی کی شاہراہ پر ہے۔

(101) بشن سنگھ اور بھگوت سنگھ، غازی آباد کے باثر زمینداران تھے۔ ان کے بارے میں مزید معلومات نہیں ملتیں۔

(102) دیکھئے لطیف ص 137 اس خط کے جواب کیلئے دیکھئے لطیف ص 141-140۔

(103) اس کو اوپر متن سے ملا کر پڑھئے زیرِ عنوان ''نواب جھجھر کو باغیوں کا خط''۔

(104) منڈھ کا محل وقوع مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ غالباً روہتک کے راستے پر آتا ہے۔

(105) سید مبارک شاہ یعنی اس تذکرے کا مصنف۔ مبارک شاہ خود کا ذکر صیغہ غائب میں کرتا ہے۔

(106) یہاں مبارک شاہ انگریزی دباؤ میں لکھتا ہے ورنہ اس کی خواہشات اس کے بالکل برعکس تھیں۔

(107) دیکھئے جیون لال ص 115۔ روہتک شہر دہلی کے شمال مغرب میں ہے۔

(108) سمپلہ، یہ بھی روہتک کے راستے پر دہلی کے شمال میں ہے۔

(109) یہ باغی فوج 22 مئی 1857ء کو روہتک بھیجی گئی (جیون لال ص 112) اور 25 مئی 1857ء کو جنگ ہوئی یعنی روہتک پر مرزا ابوبکر نے حملہ کیا اور واپس ہوا۔ 26 مئی کو روہتک کا خزانہ ایک لاکھ روپے شاہی خزانے میں داخل ہوا۔ (ص 114-113)۔

(110) مبارک شاہ نے یہ بات بھی انگریزوں کے خوف سے لکھی ہے ورنہ وہ اپنی مرضی سے دہلی آیا تھا۔

(111) عبدالوحود انقلابیوں میں بہت سرگرم تھا۔ اس کے لئے آر ایم ایڈورڈس کا حاشیہ دیکھئے۔

(112) سہارن پور دہلی کے شمال میں ایک شہر ہے اور دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے۔ اب یوپی میں ہے۔

(113) دیکھئے روہتک گزیٹیر۔

(114) حصار مشرقی پنجاب کا اہم شہر ہے اور راجپوتانہ (راجستھان) کی سرحد کے قریب ہے۔ دہلی سے شمل مغرب میں ہے۔

(115) ہانسی حصار کے مشرق میں جبکہ دہلی کے شمال مغرب میں قصبہ ہے۔

(116) بہادر جنگ خان بہادر گڑھ کا رئیس تھا۔ اس نے 14 اشرفیاں نذر کی تھیں (جیون لال ص 118)۔

(117) مسٹر ویڈربرن (John Wedderburn) حصار کا مجسٹریٹ تھا یہ بھی مارا گیا تھا۔ اسکے تین اہم خطوط حصار میں بے چینی کے حوالے سے سر ولیم میور کی کتاب کی جلد دوم میں شامل ہیں۔ (276-279)۔

(118) شاہنواز خان یہ نام بھی نئی معلومات میں شامل ہے۔

(119) ''راجہ'' سے مبارک شاہ کی مراد غالباً بہادر جنگ خان ہے۔

(120) Major Mastir کے تفصیلی حالات مجھے دستیاب نہیں ہوئے۔

(121) (Captain Stafford) کے تفصیلی حالات دستیاب نہ ہوئے۔

(122) تاپسیل کلکٹر کسٹمز (Tapsill) کے تفصیلی حالات نہیں مل سکے۔

(123) ڈاکٹر ریچ (Dr.Rich) کے تفصیلی حالات نہیں مل سکے۔

(124) جند دہلی کے مشرق میں ایک مشہور ریاست کا نام ہے۔

(125) پال زمیندار کے قتل کے بارے میں سب سے پہلے مبارک شاہ ہی آگاہ کرتا ہے۔

(126) روس سے برطانیہ کا تصادم چل رہا تھا۔ اس لئے ہندوستان میں پیشین گوئی یہ کی جاتی تھی کہ روس ہندوستان میں برطانیہ پر حملہ کر دے گا (ظہیر ص 51-50 حاشیہ)۔

(127) یعنی خطرہ محسوس ہوا۔

(128) لیفٹنٹ بارویل (Barwell) کے تفصیلی حالات نہیں مل سکے۔

(129) یہ تفصیل مبارک شاہ سے ہی ملتی ہے۔

(130) ایضاً۔

(131) (Mr.Jeffrey) کے بھی تفصیلی حالات نہیں ملے۔

(132) امام خان کا نام بھی پہلی بار مبارک شاہ بتاتا ہے۔

(133) کیپٹن رابرٹ سن سپرنٹنڈنٹ (Robertson) کے بھی تفصیلی حالات نہیں ملے۔

(134) دیکھئے حسن ص 76

(135) دریائے ہندن مغربی یو پی میں غازی آباد سے آگے ایک دریا ہے۔

(136) جیون لال ص 126،118

(137) فرخ سیر بادشاہ دہلی ابن عظیم الشان 1713ء سے 1719ء تک تخت دہلی پر براجمان رہا۔

(138) یہ بات غلط ہے کہ 138 سال سے کیونکہ 1745ء میں محمد شاہ بادشاہ بذات خود علی محمد خان روہیلہ کے خلاف جنگ میں لڑا تھا۔ احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ درانی کے دور میں بھی دہلی میں جنگ میں مغل بادشاہ نظر بند رہا ہے۔ دیکھئے سفرنامہ بن گڑھ از آنند رام مخلص مطبع لاہور 2004ء۔

(139) یعنی 30 مئی 1857ء۔

(140) دیکھئے حسن ص 77-76۔

(141) ایضاً۔

(142) Lt.Hugh Chichester' بنگال توپ خانے میں ملازم تھا۔ (دیکھئے ہربرٹ ص 126،296،318-319)۔

(143) ہنری برنارڈ (Henry Barnard) 1799ء میں پیدا ہوا اور 1857ء میں محاصرۂ دہلی کے دوران فوت ہو گیا۔ (ہربرٹ ص 283-280،126-122)۔

(144) باچپت' دراصل باغپت جو دہلی کے نواح میں ہے اس کے حوالے سے ایک نہر کا نام ہے۔

(145) Mr.Greathed' میرٹھ کا کمشنر تھا۔ اس نے دہلی کی فتح میں بہت زبردست کردار ادا کیا۔ فتح کے چندروز بعد بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔

(146) سول کمشنر یعنی جو شہری معاملات نمٹائے۔

(147) اس کا ذکر مبارک شاہ نے کیا ہے ورنہ انگریز مورخین اس بات کو گول کر جاتے ہیں۔

(148) یعنی وہ لباس جو جہادی 1857ء میں پہنتے تھے۔

(149) مرزا خضر سلطان کی ماں کا نام رحیم بخش بائی تھا۔

(150) بدلی کی سرائے سے دہلی آتے ہوئے ایک پل کا نام

(151) اب یہ جگہ دہلی سرائے روہیلہ کہلاتی ہے۔1930ء تک اس کا نام "روہیلہ خان کی سرائے" تھا پرانے دہلی سے باہر یہ مقام ہے۔روہیلہ پٹھانوں کی وجہ سے مشہور ہے۔جو لوگ اسے عالمگیر کے عہد کے روح اللہ خان سے منسوب کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

(152) دیکھئے لطیف ص 152۔

(153) کالے خان توپچی کی تعریف سب نے کی ہے۔دیکھئے جیون لال ص 129/141 لطیف ص 135،142-141 'ایک بار اسے قید بھی کیا گیا (خطوط ص 103)۔

(154) اس کا اصل نام محبوب علی خان تھا۔دیکھئے لطیف ص 134 نیز ص 127' (یہ جنگ کے دوران فوت ہو گیا جیون لال ص 131) باغیوں کا خیال تھا کہ یہ بھی انگریزوں سے ملا ہوا ہے۔(جیون ص 118)۔

(155) اجمیر کے جنوب میں راجستھان کا ایک شہر ہے یہاں پر بہت بڑی چھاؤنی تھی۔

(156) مہدی پور' دراصل مہد پور ہے۔یہ وسطی ہندوستان (موجودہ سی پی) کا ایک قصبہ ہے۔یہ قصبہ پہلے ریاست اندور میں شامل تھا۔

(157) اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ مبارک شاہ انقلابیوں کا ساتھی تھا۔

(158) دراصل حکیم احسن اللہ خان پر روزِ اوّل سے شک تھا کہ وہ انگریزوں سے ملا ہوا ہے جیون لال ص 114 و مابعد۔

(159) حسن نے امین الدین احمد خان درج کیا ہے ص 80 تا 81

(160) حسن ص 80۔

(161) لارڈ لیک (Lord Gerard lake) انیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی افواج کا کمانڈران چیف تھا۔اس نے 1803ء میں مرہٹوں کو زبردست شکست دی اور دہلی پر انگریزوں کا غلبہ بلکہ قبضہ ہو گیا۔اس نے ہی جھجھر' بہادر گڑھ وغیرہ ریاستیں قائم کروائی تھیں۔

(162) اس سے بھی ثابت ہے کہ مبارک شاہ انقلابیوں کے ساتھ تھا اور اسے ان کی وفاداری کا بعد میں پتہ چلا۔

(163) مفتی صدرالدین آزردہ' غالب کے دوست تھے اور 1857ء کے عہد کے مشہور شاعر تھے۔عالم و فاضل بھی تھے۔دہلی میں صدر الصدور تھے۔1857ء کے فتوی پر ان کے بھی دستخط تھے۔جب دہلی

پر انگریزوں کا قبضہ ہونے کی امید ہوگئی تو انگریزوں کو خبریں پہنچانے لگے۔ جنگ کے بعد انگریزوں نے انکی بھی جائیدادیں ضبط کرلیں۔ 11 دسمبر 1872ء کو انتقال ہوا۔ جبکہ دوسری روایت کے مطابق 1868ء میں انتقال ہوا (تذکرہ علمائے ہند ص 247، خلیق نظامی حاشیہ لطیف ص 195 خطوط ص 210)

(164) حقیقت یہ ہے کہ مفتی صدرالدین نے ایک فتوی پر دستخط کیے ہیں۔ عتیق ص 199

(165) یہ بات مبارک شاہ انگریزوں کے دباؤ میں تحریر کررہا ہے۔

(166) یعنی ملکہ زینت محل اور محمد حیدر علی خان دیکھیے جیون لال ص 118۔

(167) چنانچہ ثابت ہوتا ہے کہ انقلابیوں کو ان کا اصل کردار بہت بعد میں پتہ چلا ورنہ پہلے تو شک ہی کیا جاسکتا تھا۔

(168) فردوسی، ایران کا مشہور شاعر ہے جو سلطان محمود غزنوی کا ہم عصر تھا اور دسویں صدی عیسویں میں گزرا ہے۔

(169) یہاں مصنف یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ تمام ہندوستانی قصوروار نہیں تھے۔

(170) نواب عبدالصمد خان۔ دیکھیے جیون لال ص 112۔

(171) دادا نہیں بلکہ چچا حسن علی خان جو دہلی میں رہائش پذیر تھے۔ جیون لال ص 98

(172) دیکھیے حسن ص 82-81 جیون لال ص 4-133، ظہیر ص 97-96۔

(173) معین الدین حسن خان کا بیان دیکھیے جہاں وہ پہلی بار مئی میں اپنی بیماری کا بہانہ کرتا ہے ص 3-72، یاد رہے کہ معین الدین حسن کو دوبارہ کوتوال بنادیا گیا تھا۔ مبارک شاہ کو بخت خان کی آمد سے قبل کوتوال مقرر کیا گیا تھا۔

(174) قادر بخش خان کیلئے دیکھیے جیون لال ص 136۔

(175) یہ بیان مبارک شاہ کا من گھڑت ہے جو کہ خود کو انگریزوں کے پنجے سے بچانے کی غرض سے ہے۔

(176) جیون لال نے یہ واقعہ 19 مئی 1857 کا تحریر کیا ہے ص 108۔

(177) جیون لال نے باغی فوج کی سپہ سالاری شہزادوں کو دینے کی تاریخ 18 مئی تحریر کی ہے ص 107۔ مبارک شاہ کے بیان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ واقع ہیں۔

(178) بریلی، دہلی کے مشرق میں ہے۔ روہیلہ حکومت کا صدر مقام رہا ہے۔ حافظ رحمت خان روہیلہ کے دور میں اسے بہت عروج حاصل ہوا۔ بریلی میں 31 مئی 1857ء کو بغاوت ہوئی۔

(179) بریلی میں تعینات فوج درج ذیل تھی۔

(۱) نمبر 18 مقامی پیادہ فوج زیر ماتحتی میجر پیئرسن (Pearson)' نمبر 68' مقامی پیادہ فوج زیر ماتحتی کرنل سی ٹروپ (C.Troup) بے قاعدہ سوار زیر ماتحتی کیپٹن مکنزی (Mackenzie) اور مقامی توپ خانہ زیر ماتحتی کیپٹن کزبی (Kisby) تھی جبکہ یہاں کا کمانڈنگ افسر بریگیڈیر ایچ سبالڈ (H.Sibbald) یہاں کوئی یورپی سپاہی تعینات نہیں تھا۔ (بریلی گزیٹیر)

(180) خان بہادر خان ولد ذوالفقار خان ولد حافظ رحمت خان روہیلہ' ساکن بریلی تقریباً 1785ء میں پیدا ہوئے۔ انگریزی عدلیہ میں جج رہے تھے۔ جنگ آزادی میں اہم کردار ادا کیا اور لڑتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ 1859ء میں پھانسی ہوئی اور بریلی میں دفن ہوئے۔

(181) محمد بخت خان' بنیادی طور پر بریلی کا ساکن تھا۔ یہ کہنا کہ وہ سلطان پور کا تھا' غلط ہے۔ یہ باتیں بھی غلط ہیں کہ اس کا تعلق اودھ یا دہلی کے شاہی خاندانوں سے تھا۔ یہ دونوں باتیں جیون لال کی تحریر کردہ ہیں اور ان میں باہمی اختلاف نظر آتا ہے جس پر یہاں طوالت کے خطرے سے بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ اصل نام محمد بخت خان تھا۔ نجم الغنی نے محمد بخش غلط تحریر کیا ہے۔ بعض لوگوں نے سلطان پور کے دیہاتی ماحول کے حوالے سے اور ظہیرالدین کے بیان سے متاثر ہو کر اسے پوربیہ بیان کر دیا ہے۔ جو دراصل سراسر غلط ہے۔ اس کے پوربی انداز میں افسانے بھی بنا ڈالے جو اور بھی غلط ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص اردو' انگریزی' عربی' فارسی اور ہندی زبانوں پر عبور رکھتا تھا۔ فارسی میں تو اتنا ماہر تھا کہ ایک انگریز کا فارسی استاد رہ چکا تھا۔ اس پر وہابیت کا الزام بھی غلط ہے کیونکہ دراصل یہ یورپی سوسائٹی کو پسند کرتا تھا۔ لیکن قوم پرست ہندوستانی تھا۔ پہلی افغان جنگ 41-1839 میں جنرل سیل کی سربراہی میں لڑ چکا تھا۔ نسلاً یوسف زئی روہیلہ پٹھان تھا اور غلام قادر خان کا قریبی رشتہ دار تھا۔ اس کا سسر بھی دہلی میں اس کے ساتھ ہی جنگ میں شریک تھا۔ (جیون لال ص 203) اس کا ایک بھتیجا بھی دہلی میں دوران جنگ مارا گیا (خطوط ص 148)۔ بہترین منتظم اور اعلیٰ حربی افسر تھا۔ اگر دہلی کی جنگ اسکی پلاننگ کے مطابق لڑی جاتی تو حالات کچھ اور ہوتے۔ جنگ کے وقت اس کی عمر تقریباً 60 سال تھی۔ دہلی کے بعد مختلف مقامات پر جا کر بھی لڑتا رہا اور بالآخر لاپتہ ہو گیا۔ اس کے حوالے سے دہلی میں برطانوی پولیٹکل ڈیپارٹمنٹ کی رپورٹ ہے کہ یہ مئی 1859ء کو ایک جنگ میں مارا گیا۔ یہ رپورٹ تحقیق طلب ہے کیونکہ دیگر تمام انگریز افسران اس بات پر متفق ہیں کہ اس کے بارے میں آگے کچھ پتہ نہیں چلا۔ اس کے

حالات و کردار پر تفصیلی تبصرے کیلئے دیکھیے سعود الحسن خان (راقم الحروف) کی ''جنگ 1857ء'' اور ''جنگ 1857ء کی اہم شخصیات''

(182) ''حکم صرف خدا کا ہے اور ملک صرف خدا کا ہے۔''

(183) اس فوج کی تعداد کے بارے میں اختلاف کیلئے دیکھیے خطوط ص-105 109 عام خیال ہے کہ اس فوج میں تقریباً 14000 سپاہی تھے۔ اس کے ساتھ 500 غازی بھی تھے۔

(184) مولوی سرفراز علی نے جنگ میں بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کے تفصیلی حالات نہیں مل پائے۔ مبارک شمیم نے شاہجہانپور کے مولوی سید سرفراز علی سید کا ذکر کیا ہے جنہوں نے جنگ 1857ء میں حصہ لیا۔ یہ بات تحقیق طلب ہے کہ وہ سرفراز علی سیدی یہی ہیں یا کوئی اور ہیں (ص 77-76)۔

(185) خطوط میں یہ تعداد 300 یا 400 درج ہے (ص 109-105)

(186) رام پور بریلی سے کچھ فاصلے پر شمال مغرب کی جانب ریاست تھی۔ پٹھانوں کا مضبوط مرکز تھا۔ اب یو پی کا ایک ضلع ہے۔ یہاں کے پٹھان اس جنگ میں کثرت سے شامل ہوئے۔

(187) مراد آباد شاہجہان کے دور میں بسا لیکن اسے شہرت روہیلہ دور سے ملی۔ نواب دوندے خان عم زاد حافظ رحمت خان کی جائے رہائش تھی۔ رام پور سے کچھ فاصلے پر شمال مغرب میں ہے۔ اتر پردیش کے اہم شہروں میں شمار ہوتا ہے۔

(188) مراد آباد میں بغاوت 3 جون 1857ء کو ہوئی اور اسی روز جیل ٹوٹی۔

(189) مراد آباد کی جیل، بریلی کی جیل کی طرح اہم خیال کی جاتی تھی اس لئے بریلی کے ساتھ ساتھ اس جیل کی چابیاں بھی دہلی میں لائی گئیں۔

(190) یہ قصہ صرف مبارک شاہ کی زبانی پتہ چلا ہے۔

(191) رڑکی ایک قصبہ ہے جو سہارن پور کے پاس ہے۔ یہاں پر ان کان کنوں کی بغاوت کیلئے دیکھیے سرکشی ضلع بجنور ص 4-103 جیون لال ص 8-107۔ یہ لوگ 19 مئی 1857ء کو دہلی آئے۔ (جیون لال 108)

(192) قلعہ سلیم گڑھ دریائے جمنا کے کنارے مشہور قلعہ ہے۔ یہاں پر کالے خان توپچی تعینات تھا۔ سفر مینا (کان کن) کے سلیم گڑھ میں قیام کیلئے دیکھیے جیون لال ص 108

(193) اس سے ظاہر ہے لوگوں میں ہندوستانی قومیت کا شعور پیدا ہو چکا تھا۔ اب سوال مغل حکمرانی

یا مسلم حکمرانی کا نہیں تھا بلکہ ہندوستان کی آزادی کا تھا۔

(194) جمعدار منیر خان کا نام مبارک شاہ سے معلوم ہوا ہے۔

(195) شاہ برج یا سیاہ برج یا کالا برج شاہی قلعہ کا سب سے بڑا اور اہم برج تھا جو پہاڑی کے رخ پر تھا۔

(196) انقلابیوں نے دراصل یہی غلطی کی کہ یہ کام مایوس ہو کر ملتوی کر دیا اگر اسے جاری رکھتے تو شاید کچھ کامیابی حاصل ہو جاتی۔

(197) یعنی جس روز سرنگ کا کام ملتوی کیا گیا۔ فیروز پور کے کچھ سپاہی 27 مئی کو دہلی آئے اور کچھ سپاہی 28 مئی کو آئے (جیون لال ص 7-115) اس طرح سے یہ کام 7 یا 8 دن جاری رہا ہوگا۔

(198) دیکھئے جیون لال ص 118-114

(199) محمد شفیع کمپنی کی فوج میں تعینات تھے۔ رسالدار تھے انکے تفصیلی حالات بھی نہیں مل پائے۔ البتہ آخر تک لڑتے رہے۔

(200) جیون لال نے بریلی فوج کی آمد دو جولائی 1857ء تحریر کی ہے (ص 2-141) میلسن نے یکم جولائی تحریر کی ہے۔

(201) دیکھئے ظہیر ص 90,84۔

(202) اس کیلئے دیکھئے حسن ص 75۔ یہ میرٹھ کا ساکن تھا اور جنگ سے بہت پہلے مسلمان ہو چکا تھا۔ بریلی فوج کے ساتھ دہلی آیا تھا۔ انقلابیوں کا قابل اعتماد ساتھی تھا۔

(203) ان تین کے نام ''مسٹر ہل'' سرشتہ دار کلکٹری ''مسٹر اڈ ارنگٹن'' محرر کلکٹری ''مسٹر میک گایر'' محرر ججی'' تھے (اخبار الفادید جلد دوم ص 48) اُن کے ناموں سے ظاہر ہے کہ یہ انگریز نسل کے تھے۔

(204) جان پاول مراد آباد میں ڈپٹی انسپکٹر ڈاکخانہ کی ڈیوٹی پر تھا۔ اسے وہیں پر قید کر لیا گیا تھا۔

(205) N.I نمبر 29 مراد آباد میں تعینات تھی۔ اس نے وہیں پر بغاوت کی تھی۔

(206) یہ اطلاع بہت اہم ہے اگر جنرل بخت 40 سال ملازم رہا تو اس کی ملازمت 1817ء میں شروع ہوئی اور اگر 45 سال ملازم رہا تو اس کی ملازمت 1812ء میں شروع ہوئی نیز بغاوت کے وقت اس کی تنخواہ 80 روپے ماہوار تھی۔

(207) یہ تکرار بھی انگریزوں کے عذاب سے محفوظ رہنے کی غرض سے وضع کی گئی ہے۔

(208) اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ گفتگو قلعے کے دروازے پر ہوئی۔

(209) یہ اعلان اطاعت تھا۔ اس کے الفاظ سے بھی ہندوستانی قومیت کا اظہار ہوتا ہے۔

(210) اس سے ظاہر ہے کہ جنرل بخت خان نے خود عہدہ قبول کرنے سے قبل دوسروں کو پیش کش بھی کردی تھی۔ لیکن کسی کی جانب سے ہمت نہ پاکر خود کمانڈران چیف کی ذمہ داریاں اٹھالیں۔

(211) یہ بات بخت خان کی آمد سے قبل دہلی میں موجود فوج کی بابت کی گئی ہے۔ بخت خان کی فوج نے دہلی میں کوئی لوٹ مار نہ کی کیونکہ یہ فوج شہر کے اندر کبھی نہ آئی بلکہ شہر سے باہر قیام پذیر رہی۔ دہلی کی لوٹ مار میں میرٹھ کی فوج بھی شامل نہ تھی بلکہ پہلے سے دہلی میں تعینات (نمبر 54 نمبر 74 وغیرہ) دستوں نے لوٹ مار کی تھی (جیون لال ص 116) اس میں ہندو مسلم دونوں تھے۔

(212) مولوی نوردادعلی بریلی فوج کے ساتھ آئے۔ ان کا ذکر آگے کافی آیا ہے۔ بہت شجاع اور بہادر تھے اور موجودہ متن سے ظاہر ہے کہ محمد شفیع کی طرح سے یہ بھی بہت اہم شخصیت تھے۔ ان کا تذکرہ پہلی بار مبارک شاہ سے ملا ہے۔

(213) اس قسم کے حوالے سے بھی پہلی بار مبارک شاہ نے آگاہ کیا ہے۔

(214) فوج کی یہ عہدیداری برطانوی قواعد کے مطابق تھی۔ ان تقرریوں کی بادشاہ نے منظوری دے دی تھی۔ اب سپہ سالار اعظم، جنرل اور سب سے بڑا کیپٹن تینوں کا تعلق بریلی کی فوج سے تھا۔

(215) مولوی سرفراز علی کی علمیت کا چرچا بادشاہ سے لے کر عام آدمی تک سب میں تھا

(216) آگے علم نہیں کہ آیا مولوی سرفراز علی کو وزیر مقرر کیا گیا یا نہیں۔ شاید ایسا کیا گیا کیونکہ آگے ایک جگہ یہ آیا ہے کہ سرفراز علی بحثیت وزیر کام کرتے تھے۔ (مبارک شاہ ص 97) یاد رہے کہ اس سے قبل جوان بخت (ابن بہادر شاہ) کو وزیر مقرر کیا گیا تھا (جیون لال ص 108) وزیر کا عہدہ گویا ولی عہد کے برابر تھا اور یہ عہدہ زینت محل صرف اپنے بیٹے جوان بخت کو دلوانا چاہتی تھی شاید اسی لئے بادشاہ نے سرفراز علی کو فوراً جواب نہ دیا۔

(217) یعنی بخت خان اور مولوی سرفراز علی

(218) مرزا خضر کی مہر کا سراغ نہ لگ سکا ہے۔

(219) مرزا مغل کی مہر کے عکس کیلئے دیکھئے عتیق ص 299-298 اس پر مرزا مغل کا نام نہیں تھا۔ اسکے برعکس جنرل بخت کی مہر پر اس کا نام اور عہدہ دونوں تھے۔ دیکھئے عتیق ص 302 وغیرہ۔

(220) بخت خان کے خلاف مرزا مغل کی سازش کا انکشاف بھی مبارک شاہ کرتا ہے۔ اس بیان سے

ظاہر ہے کہ بخت خان کو ہر وقت دشمن کی جانب سے اپنے اوپر حملے کا خطرہ رہتا تھا۔ لہذا اپنا بندوبست رکھتا تھا۔ نیز یہ بھی کہ وہ زیادہ تر اپنے کیمپ میں رہتا تھا۔

(221) نادرشاہ درانی یا افشار ایران کا مشہور بادشاہ گزرا ہے۔

(222) وزیر اعظم نظام الملک یعنی قلیچ خان۔

(223) محمد شاہ بادشاہ دہلی ابن جہان شاہ، دہلی کے تخت پر 1719ء سے 1748ء تک بیٹھا رہا۔ اپنی عیاشی کی وجہ سے رنگیلا کر کے بھی مشہور تھا۔ اس کے دور میں نادر شاہ نے دہلی میں قتل عام کیا تھا۔

(224) اصفہان، ایران کا مشہور شہر ہے۔ سلاطین فارس کے عہد میں انکا دارالحکومت بھی رہ چکا ہے۔

(225) مسلم بادشاہوں میں رجحان یہ تھا کہ وہ نبی کریمؐ کے خلیفہ یعنی نائب کہلوانا پسند کرتے تھے۔ خلیفہ سے مراد دنیاوی اور دینی امور میں مسلمانوں کا امام ہوتا ہے۔ بادشاہ کا شہر اس حوالے سے دارالخلافۃ (یعنی خلافت کا گھر یہ مقام) کہلاتا۔ اسی لئے کسی ملک کے مرکز کے لئے صدر مقام یا دارالشاہی کی جگہ لفظ ''دارالخلافۃ'' استعمال ہوتا تھا۔

(226) 1739ء میں نادر شاہ کا حملہ دہلی بہت مشہور ہے۔ اس نے عملاً بادشاہ دہلی اور اس کے وزیر کو محکوم بنالیا تھا اور بہت لوٹ مار کی تھی۔

(227) نادر شاہ کی جانب سے قتل عام کا عرصہ ایک ہفتہ تھا۔

(228) شاہ عالم ثانی بادشاہ ابن عالمگیر ثانی بادشاہ۔ تخت دہلی پر 1759ء سے 1806ء تک بیٹھا رہا۔ غلام قادر روہیلہ نے روہیلوں کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا انتقام لینے کی غرض سے اس کی آنکھیں نکال لی تھیں۔ یہ واقعہ 1788ء کا ہے۔

(229) غلام قادر خان روہیلہ ابن ضابطہ خان ابن نجیب الدولہ، نجیب الدولہ احمد شاہ ابدالی کا رفیق خاص تھا اور احمد شاہ ابدالی اسے وزیر اعظم مقرر کر گیا تھا۔ غلام قادر روہیلہ کا علاقہ بجنور کی جاگیر تھا۔ ایک بار اس کے کیمپ کو مرہٹوں نے شاہ عالم بادشاہ دہلی کے حکم سے برباد کیا جس کے بدلے کیلئے اس نے غلبہ پانے پر شاہ عالم ثانی کی آنکھیں خنجر سے نکال لی تھیں۔ بعدازاں مرہٹوں نے اس کو بیدردی سے قتل کر دیا۔

(230) 1788ء میں غلام قادر روہیلہ نے بادشاہ کی آنکھیں نکالیں اور اس کی حرم کی بے حرمتی کی۔

(231) روہیلہ سے مراد وہ پٹھان ہیں جو علاقہ روہیلکھنڈ میں سترہویں اور اٹھارویں صدی میں آ کر

آباد ہوئے۔ ان میں کثرت سے یوسف زئی قبیلے کے لوگ تھے۔ ان کے بعد بنگش، محمد زئی، آفریدی اور بڑیچ وغیرہ شامل تھے۔ روہیلہ اس دور کے سیاسی گروہ کا نام ہے۔

(232) پٹھان سے مراد عمومی طور پر تمام افغان قبیلے مراد ہیں۔ یہاں پر مراد روہیلوں کے دیگر پٹھان ہیں جو اس سیاسی گروہ سے تعلق نہ رکھتے تھے۔

(233) غلام قادر کے حکم سے دہلی میں لوٹ مار چند روز جاری رہی۔

(234) فرخ سید شاہ عالم اور محمد شاہ بادشاہ سے قبل گزرا ہے اس نے 1713ء سے 1719ء تک دہلی پر حکومت کی۔ اس کا خاتمہ اس کے وزیر حسین علی خان کے ہاتھوں ہوا تھا۔

(235) حسین علی خان اور اس کا بھائی سید برادران کر کے مشہور ہیں۔ یہ فرخ سیر کا وزیر اعظم تھا۔

(236) 1719ء میں حسین علی خان نے فرخ سیر کو قید کر کے مار ڈالا تھا۔

(237) حسین علی خان کے دور میں دہلی میں لوٹ مار ہوئی اور دہلی برباد ہوئی۔

(238) متن میں لفظ دران، تحریر ہے۔ دراصل یہ درانی ہے۔ البتہ احمد شاہ زیادہ تر 'ابدالی' کے لقب سے مشہور ہے۔

(239) احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر قندھار سے یلغار کی تھی جو اس کا مرکز تھا یہاں اصفہان تحریر کرنا غلط ہے۔

(240) مرہٹوں کی آمد کا 61-1759ء کا واقعہ درج کیا گیا ہے جس میں دہلی میں لوٹ مار کی گئی تھی۔ مرہٹوں کی اس فوج کشی کا نتیجہ پانی پت کی تیسری لڑائی کی شکل میں نکلا۔

(241) اس سے ظاہر ہے کہ جو سپاہی لوٹ مار کرنے گیا وہ بھی ہندو تھا اور جس پر چونئیے کو قتل کیا وہ بھی ہندو تھا۔ یہ سپاہی غالباً دہلی کی مقامی فوج کا تھا کیونکہ میرٹھ کے تمام سپاہی مسلمان تھے۔ نیز میرٹھ کے سپاہی، دہلی کے سپاہیوں کو لوٹ مار سے روکتے تھے۔ (جیون لال ص 116)

(242) اس سے مراد بشن سنگھ اور بھگوت سنگھ ہیں جن کا ذکر اوپر عید الفطر کے موقع پر ہو چکا ہے۔

(243) فیروز پور جھرکہ جو ضلع گڑگاؤں، دہلی میں ہے۔ دیکھئے لطیف ص 149۔ یہاں کا جاگیردار نواب امین الدین احمد خاں تھا۔

(244) مولوی فضل حق خیر آبادی، یہ نام مبارک شاہ نے اس طرح سے لکھا ہے۔ جنگ آزادی 1857ء کی بہت اہم اور مشہور شخصیت ہیں۔ اگست 1857ء میں دہلی آنے اور جنگ میں بہت سرگرم

حصہ لیا۔ جنگ کے بعد کالے پانی کی سزا ہوئی اور وہیں انتقال کیا۔ (تذکرہ علمائے ہند ص 4-382)

(245) الور' راجپوتانہ (راجستھان) کی مشہور ریاست ہے۔ یہاں کا راجہ انگریزوں کا حمایتی تھا اور فتح دہلی کیلئے اس نے انگریزوں کو مالی اور فوجی امداد فراہم کی۔

(246) مولوی فضل حق کا سرکردہ انقلابیوں میں شامل ہونا مسلم ہے۔ دیکھئے جیون لال ص 199,225,224,219

(247) 'جہاد' اور 'فتویٰ' کے الفاظ آر ایم ایڈورڈس نے ایڈیٹنگ کے نقطہ نظر سے لکھے ہیں لیکن یہ بات ابھی تک متنازعہ ہے کہ جو فتویٰ دیا گیا اس پر مولوی فضل حق کے دستخط تھے یا نہیں؟ صادق الاخبار دہلی مورخہ 27 جولائی 1857ء میں جو فتویٰ شائع ہوا ہے اس میں مولوی فضل حق کا نام درج نہ ہے۔ یہ بات بھی سوال طلب ہے کہ آیا دہلی میں بس ایک ہی فتویٰ دیا گیا یا کئی فتوے دیئے گئے تھے (اشتہار فتویٰ کیلئے دیکھئے عتیق ص 199-198) مبارک شاہ کے متن سے بظاہر یہی تاثر ملتا ہے کہ مولوی فضل حق نے فتویٰ نہیں دیا تھا اور نہ کوئی 'غلط' مشورہ دیا تھا۔ لیکن غلط مشورے سے مراد یہ ہے کہ ایسا کوئی مشورہ نہیں دیا جس سے بادشاہ یا اس کی افواج کو نقصان پہنچتا۔ ورنہ ایسے مفید مشورے ضرور دیئے جس سے انگریزوں کا نقصان ہوا۔ چونکہ اس تذکرے کی تحریر کے وقت مولوی فضل حق کا مقدمہ بغاوت زیر سماعت تھا لہذا مصنف نے ساتھی انقلابی کا خیال کرتے ہوئے ایسی کوئی بات تحریر کرنے سے گریز کیا ہے جس سے ان کو سزا ہو جاتی۔

(248) یعنی سب سے اعلیٰ کورٹ جو کورٹ آف ایڈمنسٹریشن سے بھی برتر تھی اور جنرل بخت خان کی آمد کے بعد قائم کی گئی تھی۔ اس میں صرف بہادر شاہ' بخت خان اور مولوی سرفراز علی شامل تھے۔ مولوی فضل حق کی آمد کے بعد ان کو بھی شامل کر لیا گیا۔

(249) یعنی فضل حق کو۔ مبارک شاہ نے مولوی فضل حق کو ایک عالم اور اعتدال پسند کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ بھی ہے کہ مولوی فضل حق پر اس تذکرہ کی تحریر کے وقت مقدمہ بغاوت چل رہا تھا جس کا فیصلہ 4 مارچ 1859ء کو ہوا (اس تذکرے کے اختتام پذیر ہونے کے بعد)' مصنف ایسی کوئی بات نہیں لکھنا چاہتا تھا کہ جس سے مولوی فضل حق کا جرم ثابت ہو جائے۔

(250) دراصل فوج کو پھر سے تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ دیکھیئے جیون لال ص 158-159 مرزا مغل کا اپنے گھر کے اندر جنگی کونسل کا اجلاس بلانے کیلئے دیکھیئے جیون لال ص 175

(251) دیکھئے لطیف ص 143-144 ' جیون لال ص 188,197,199

(252) کشمیر ہندوستان کا انتہائی شمالی صوبہ۔ اس کی 85 فیصد آبادی مسلمان ہے۔ آج یہ صوبہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان وجہ تنازعہ ہے۔

(253) راجہ گلاب سنگھ کشمیر کا راجہ تھا اور انگریزوں کا بڑا وفادار تھا۔ اس نے اپنی سکھ فوج دہلی کی فتح کیلئے بھیجی۔

(254) پٹیالہ کی ریاست دہلی کے مشرق جنوب میں ہے۔ یہ سکھوں کی مشہور ریاست تھی۔ انگریزوں کی یہاں کے راجاؤں نے امداد کی۔ آج کل مشرقی پنجاب کے وزیر اعلیٰ اس کے راجہ کی اولاد سے ہیں۔

(255) گوالیار' مدھیہ پردیش (وسطی ہندوستان) کی مشہور ریاست ہے۔ یہاں کے فوجی باغی ہوکر دہلی آئے لیکن سندھیا مہاراجہ گوالیار نے انگریزوں کی امداد کی۔

(256) اودھ کا معزول نواب واجد علی شاہ تھا۔ یہاں مراد دراصل شہزادہ برجیس قدر سے ہے جس کو بیگم اودھ حضرت محل نے تخت نشین کیا تھا۔ برجیس قدر اور حضرت محل دونوں کے آخری حالات معلوم نہ ہو سکے۔

(257) ٹونک کی ریاست کے حکمران یوسف زئی پٹھان تھے۔ اس ریاست کا بانی نواب امیر خان تھا۔ ٹونک میں پٹھان کثرت سے آباد تھے۔ یہاں سے بہت سے لوگ دہلی گئے لیکن نواب ٹونک نے انگریزوں کو امداد فراہم کی۔ ایک برائے نام عرضی دہلی کے بادشاہ کو بھی ارسال کی تھی۔ (خطوط ص 144)

(258) جے پور کی ریاست اکبر کی جانب سے راجہ مان سنگھ کو ملی تھی۔ یہاں کے راجے مسلمانوں کا بہت احترام کرتے تھے۔ جے پور سے بھی کئی لوگ دہلی جاکر جنگ میں شریک ہوئے لیکن راجہ جے پور انگریزوں کا مددگار تھا۔ جے پور کی فوج میں اضطراب کیلئے دیکھئے جیون لال ص 177۔

(259) محمد یوسف علی نواب نے رام پور ریاست پر 1855ء سے 1856ء تک حکمرانی کی۔ نواب انگریزوں کی حمایت میں سب سے آگے تھا۔ اس کا کردار روہیلکھنڈ میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی تفصیل اخبار الصنادید جلد دوم میں دیکھنی چاہئے (ص 100-27)

(260) کمشنر بریلی رابرٹ الگونڈر (Robert Alexander) تھا۔ اس کے مشورے کیلئے دیکھئے اخبار الصنادید جلد دوم ص 79۔

(261) نواب رام پور کی عرضی لانے والا شخص نہال الدین تھا۔ دیکھئے لطیف ص 159 اخبار

الصنادید جلد دوم ص 75-79' جیون لال ص 215۔

(262) یعنی 21 جولائی 1857ء۔

(263) تیلی واڑہ سے مراد وہ جگہ ہے جہاں تیلی پیشے سے تعلق رکھنے والے لوگ کام کرتے ہیں یہ بیرون شہر ایک محلے کا نام تھا۔

(264) یہ وہ موقع تھا جب بخت خان نے بادشاہ کے کان میں سرگوشی کی اور امراء سے اس کی جھڑپ ہوئی۔ دیکھیے جیون لال ص 167' لطیف ص 152

(265) میجر جیمز ہل (James Hill) دیکھیے مہدی حسن: ص 242

(266) نور داد علی کی شجاعت کا یہ تذکرہ صرف مبارک شاہ کے بیان میں ملتا ہے۔

(267) جیون لال نے یہ واقعہ 29 مئی 1857ء کا تحریر کیا ہے (ص 188)

(268) Sir John Laird Mair Lawrence (یہ بعد میں (Baron Lawseuce) کہلاتا تھا)' یہ 1811ء میں پیدا ہوا اور 1879ء میں فوت ہوا۔ پنجاب کا چیف کمشنر رہا تھا۔ دہلی پر حملے میں اہم کردار ادا کیا (کرسٹوفر ہبرٹ: ص 130,298, 163-4, 309, 310)

(269) اکبر خان کے بارے میں بھی مبارک شاہ سب سے پہلے آگاہ کرتا ہے۔ بعد میں اس نے گولہ بنا کر بادشاہ کو پیش بھی کیا تھا۔ جیون لال اس کے نام کے بغیر تذکرہ کرتا ہے (ص 223)۔

(270) کوٹ قاسم' دہلی کے جنوب میں' ریواڑی کے نیچے کی جانب ایک قصبہ ہے جو موجودہ صوبہ ہریانہ اور راجپوتانہ کے عین بارڈر پر ہے۔ (دیکھیے منسلک نقشہ)۔

(271) شیر خان کے بارے میں ہمیں صرف مبارک شاہ سے معلومات ملتی ہے۔

(272) پٹودی' دہلی کے جنوب میں اور ریواڑی کے شمال مشرق میں ایک ریاست تھی۔ اس کا آخری نواب' منصور علی خان پٹودی تھا جس کی شادی مشہور ہندوستانی اداکارہ شرمیلا ٹیگور سے ہوئی اور اس سے بھارت کا مشہور اداکار سیف علی خان ہے۔ (نیز دیکھیے جیون لال ص 119)۔

(273) عبدالعلی خان نواب پٹودی' نے بادشاہ کو نذرانے پیش کیے لیکن دراصل وہ انگریزوں سے ملے ہوئے تھے اور انگریزوں کی مالی امداد بھی کی۔ جیون لال نے ان کا نام نواب اکبر علی خان درج کیا ہے۔ (ص 182,109)۔

(274) دیکھیے جیون لال ص 205۔

(275) نیچ چھاؤنی اودے پور کے مشرق میں وسطی ہندوستان (M.P) اور راجستھان کے بارڈر پر تھی اور ریاست گوالیار کا حصہ تھا۔

(276) مہد پور چھاؤنی' ریاست اندور کی حدود میں وسطی ہندوستان میں تھی۔

(277) اجمیر' راجستھان (راجپوتانہ) کا مشہور شہر ہے۔ یہاں پر خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی درگاہ ہے جو ہندوستان میں مسلمان کا سب سے بڑا مذہبی مقام ہے۔ یہیں پر ہندوؤں کا مشہور مقدس مقام (تیرتھ) 'پشکر تالاب' ہے۔

(278) دیولی' راجستھان (راجپوتانہ) میں اجمیر شہر کے جنوب مشرق میں ایک قصبہ ہے جہاں انگریزوں کی چھاؤنی تھی۔

(279) جارج لارنس نے راجپوتانے کا انتظام سنبھالا ہوا تھا اور اجمیر کا ریزیڈنٹ تھا۔ اس کے انتظام کیلئے دیکھئے رچیج ہالمز: ص 51-149-6,395,541۔

(280) راجستھان کی مشہور ریاست جس کا صدر مقام بھی 'جودھ پور' کے نام سے ایک شہر ہے اسی شہر کی نسبت سے ریاست کا نام پڑا۔

(281) آگرہ کے پاس ایک مقام ہے جہاں پر اکبر بادشاہ نے محلات تعمیر کرائے تھے۔

(282) کوٹہ راجستھان میں اجمیر کے جنوب مشرق میں مشہور شہر ہے۔

(283) فیض احمد نے آخر تک بادشاہ کو مزاحمت پر راضی کرنے کی کوشش کی تھی۔ دیکھئے ص 125۔

(284) یہی ان لوگوں کی غلطی تھی۔ اگر یہ آگرہ خالی نہ کرتے تو آگرہ پر انگریزوں کا غلبہ نہیں ہوتا۔

(285) مصنف انگریزوں کے مظالم کی نشاندہی کرتا ہے اس سے اس کے باغیانہ ذہن کا پتہ چلتا ہے۔

(286) فیض احمد کی بطور صدر الصدور فوجداری تقرری ان کی صلاحیتوں کا ثبوت ہے۔

(287) ایک بار پھر سے انقلابیوں کی بہادری کی تعریف نظر آتی ہے۔

(288) متھرا کا مجسٹریٹ ایک مسلمان تھا۔

(289) سردھانہ سنگھ جیون لال نے اس کا نام سدھاری لال درج کیا ہے (ص 171)

(290) جیون لال ص 171' 174 وغیرہ نیز وقائع نصیر خانی ص 58 سن ص 82

(291) جیون لال ص 174/175 وغیرہ غوث محمد خان کی خدمات اس جنگ میں بہت اعلیٰ تھیں۔

(292) مبارک شاہ پھر انقلابیوں کی اہلیت کی تعریف کرتا دکھائی دیتا ہے۔

(293) یہاں مصنف یہ جتلاتا ہے کہ بریلی فوج وہ واحد فوج تھی جو کہ تخت دہلی کی سب سے زیادہ وفادار تھی۔ یوں وہ ''ہندوستانی قومیت'' کے بارے میں بریلی والوں کے خیالات کو اوراجاگر کرتا ہے۔

(294) ولی داد خان، بہادر شاہ ظفر سمدھیانے سے تھا۔ مالا گڑھ کا رئیس تھا۔ جنگ میں زبردست حصہ لیا۔ ولی داد خان نے روہیلکھنڈ اور پار روہیلہ علاقوں میں انگریزوں کا زبردست مقابلہ کیا۔ جنگ کے بعد لاپتہ ہو گئے۔ اسمعیل خان ان کے بیٹے تھے جس نے جنگ میں اہم کردار ادا کیا۔

(295) مصنف بیان کرنا چاہتا ہے کہ بہادر شاہ مجبوراً انقلابیوں کے ساتھ نہ تھا بلکہ وہ حقیقتاً ان کا ساتھ دے رہا تھا۔

(296) دیکھئے جیون لال ص 205 جہاں ایک الہ آبادی شخص کو ناظم بنانے کا ذکر ہے۔

(297) یہ الفاظ قابل غور ہیں یعنی Bakht Khan and Co۔ اس سے مراد ہے کہ بخت خان از خود کوئی فیصلہ نہ کرتا تھا بلکہ اپنے ساتھی افسران اور سپاہیوں سے مشورہ کرکے اقدام اٹھاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں دیگر باغی افواج میں شکایات اور اختلافات نظر آتے ہیں لیکن بریلی کی فوج میں کوئی باہمی اختلاف نظر نہیں آتا۔

(298) 'باجیوڑ' سے مراد غالباً باغپت ہے۔

(299) راؤ سرائے ایک سرائے کا نام ہے۔

(300) مصنف بیان کرنا چاہتا ہے کہ انقلابیوں کا جب بھی نقصان ہوا تو شہزادوں کی غلطی سے ہوا۔ اس بیان کو اوپر کے بیان سے ملا کر پڑھیے جہاں پر بادشاہ نے بخت خان کو سپاہی نہ دیئے (صفحہ 98) اور فوجیں بخت خان کے حکم کے بغیر نکل گئیں اور شکست کھائی (صفحہ 90)۔

(301) یہ واقعہ غالباً 9 جولائی 1857ء کی جنگ کا ہے (دیکھئے جیون لال ص 152)۔

(302) بخت خان کا یہ حکم ہندوؤں کی تالیف قلب کیلئے تھا اور ایک اچھا انتظام تھا دیکھئے جیون لال ص 174-175۔

(303) ایضاً، لطیف 154۔

(304) مصنف پھر سے بخت خان کے اقدام کی تعریف کرتا ہے۔ قصائیوں کو مارے جانے کے بارے میں دیکھئے جیون لال ص 151 یہ واقعہ 8 جولائی 1857ء کو پیش آیا تھا نیز ظہیر ص 82 لطیف

ص 154

(305) دیکھیے جیون لال ص 7-186

(306) لکھنؤ شمالی ہندوستان کا مشہور شہر ہے۔ دہلی کے بعد یہ انقلابیوں کا سب سے بڑا مرکز رہا ہے۔

(307) حضرت محل' اودھ کی بیگم تھی۔ اس نے جنگ کی سربراہی کی اور برجیس قدر کو تخت نشین کرایا۔

(308) یہ اشارہ ہے صفدر جنگ اور اس کے بیٹے شجاع الدولہ کی جانب' صفدر جنگ دہلی میں وزیر رہا تھا اور اسے اودھ کا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔ شجاع الدولہ بھی مغل حکمرانوں کے ساتھ پانی پت کی تیسری جنگ میں شریک ہوا تھا۔

(309) یعنی نواب حامد علی خان جس کا پورا نام آگے آیا ہے۔

(310) ڈھونڈو نیت نانا عرف نانا صاحب' یہ باجی راؤ ثانی کے متبنٰی تھے۔ انگریزوں نے ان کو باجی راؤ ثانی کا وارث تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ 1825ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ عظیم اللہ خان ان کا وکیل خاص تھا۔ 1857ء کی جنگ میں زبردست حصہ لیا۔ کانپور میں انگریزوں کے قتل عام کی ذمہ داری ان ہی پر ڈالی جاتی ہے۔ آخر میں لاپتہ ہو گئے۔

(311) بالا راؤ نانا صاحب کا بھائی تھا۔ جنگ میں نمایاں حصہ لیا۔ 1859ء یا 1860ء میں ترائی کی خراب آب و ہوا کی وجہ سے فوت ہو گیا۔

(312) بہادر شاہ ظفر کا سمدھی۔ مبارک شاہ سے سہو ہوا ہے۔

(313) بلند شہر' مغربی یوپی کا مشہور شہر ہے۔ جنگ میں یہاں کے باغیوں نے نمایاں حصہ لیا تھا۔ نواب رام پور کی فوج بھی یہاں کارروائی کے لئے بلائی تھی۔

(314) محبوب علی خان جج مظفر نگر' عرف میں قاضی کر کے مشہور ہیں۔ انقلاب کی راہ نمائی کی۔ ان کے انجام کی اطلاع نہیں ہے۔

(315) عناذت علی خان' اصل میں اس کا نام عنایت علی ولد سعادت علی تھا۔ جنگ سے قبل اس کے بھائی قاضی عبدالرحیم کو بغاوت کے شبہہ میں پھانسی ہوئی تھی۔ عنایت علی نے ظفر نگر کے علاوہ جونپور میں بھی جنگ لڑی۔ آخر عمر میں الور چلے گئے اور وہیں فوت ہوئے

(316) بادشاہ کے پیر (میاں نصیرالدین) کے لئے خطوط ص 217، دیکھئے جیون لال ص 194

دیکھئے جیون لال ص 176۔

(317) محمد نقی کے حالات مجھے مل نہیں سکے ہیں

(318) یہ الفاظ بھی انگریزوں کے دباؤ کا اظہار کرتے ہیں

(319) مرزا کوبش جسے جیون لال نے مرزا خواص تحریر کیا (ص 2138-212)

(320) ٹونک کے سپاہیوں یا غازیوں کی آمد کے لئے دیکھئے جیون لال ص 165 جہاں یہ تعداد 600 بھی ہے اور ص 179 بھی جہاں ایک اور الگ گروہ کی آمد بھی ہے نیز خطوط ص 127

(321) ان عورتوں کی بہادری کا مختصر حوالہ دیگر نے بھی دیا ہے۔ دیکھئے جیون لال ص 164 ظہیر ص 102

(322) غالباً گریتھڈ کے احسان کے سبب اس عورت نے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہوگی۔ گریتھڈ کے ایک خط سے ظاہر ہے کہ اسے انبالہ روانہ کردیا گیا تھا۔ (رضوی 3-291)۔ دوسری عورت کا آخر تک جنگ میں شامل رہنا ثابت ہے۔ جیون لال ص 164 ظہیر ص 102۔

(323) اس سے مراد مذکورہ بالا دو عورتوں کے علاوہ وہ تمام (1200) عورتیں بھی ہیں جو جنرل بخت خان کے کیمپ میں تھیں۔ ڈسٹرکٹ گزیٹیر شاہجہانپور ص 146۔

(324) قدسیہ باغ' دہلی میں ایک علاقے کا نام ہے۔

(325) ریکٹ کورٹ یعنی 'ٹینس کورٹ' جہاں ٹینس کھیلا جاتا تھا۔

(326) گولے گرنے کا پہلا واقعہ جیون لال نے 15 جون 1857ء کو تحریر کیا ہے۔ اس کے بعد یہ بات عام ہوگئی۔

(327) یعنی مورخہ کو

(328) عبدالوحید کے بارے میں مزید اطلاعات نہیں مل سکیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد اس کا دوست عبدالوحود ہو۔

(329) دیکھیئے لطیف ص 147 جہاں یہ واقعہ 12۔ جولائی 1857ء کی تاریخ میں درج ہے۔

(330) اس تاریخ کا تعین نہیں ہوسکا۔

(331) شہاب الدین خان کا نام ہمارے لئے نیا ہے۔ اس کی تعیناتی کیلئے دیکھیئے اوپر ص 83۔

(332) 26 اگست 1857ء کی تاریخ مبارک شاہ نے غلط دی ہے۔ جنگ 25 کو ہوئی لہٰذا فیصلہ

23-اگست کا ہونا چاہیئے۔

(333) دراصل 24 اگست 1857ء

(334) یعنی مورخہ 25-اگست 1857ء۔

(335) دیگر کا بیان ہے کہ بخت خان نے بھی انگریزوں پر جوابی گولہ باری کی۔ دیکھیئے ظہیر ص 102

(336) مصنف کا یہ تبصرہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔

(337) ظہیر کا بیان ہے کہ انگریزوں پر گولہ باری بریلی کی فوج نے کی تھی ص 102۔

(338) نائب کوتوال یعنی قادر بخش خان۔

(339) مولوی فضل حق کا یہ کردار بہت اہم اور ہوش مندانہ ہے۔ نیز کوتوال اور شہزادے کی خوراک کی فراہمی کے حوالے کیلئے دیکھیے خطوط ص 204۔

(340) یہ بیان بھی مصنف کا انگریزی عتاب سے بچنے کی غرض سے وضع شدہ ہے۔ البتہ اس سے اس کی بخت خان سے قربت کا پتہ چلتا ہے۔

(341) غالباً گوجر لوگ جو کہ اس علاقے میں بہت تھے۔

(342) علی پور دہلی کے شمال میں ہے۔ جنگ کے دوران یہ قصبہ بہت اہمیت کا حامل رہا ہے۔

(343) مورخہ 29-اگست کو۔

(344) مورخہ 30 اگست کو۔

(345) جیون لال ص 215۔

(346) دیکھیے ظہیر ص 103؛ جیون لال 190-189؛ لطیف ص 162 بارود خانہ محلہ چوڑی والاان میں تھا۔ (رضوی ص 298)

(347) دراصل سلیم گڑھ جہاں پر اہم اسلحہ محفوظ تھا اور ایک توپ خانہ بھی نصب تھا۔ تفصیل کیلئے دیکھیے 191-189

(348) شاہ صمد خان شاہی باڈی گارڈ کے کمانڈر تھے۔ کشمیری دروازے سے نکلتے ہوئے گرفتار ہوئے اور موقع پر گولی ماردی۔ یہ جھجھر کی افواج کے جنرل تھے۔ (حسن ص 85)

(349) حکیم احسن اللہ کا گھر لٹنا' دیکھیے ظہیر الدین کا بیان جن کے گھر حکیم احسن اللہ کی عورتیں آ گئی تھیں (ص 103)۔

(350) 400 سواروں کے افغان ہونے کی نشاندہی مبارک شاہ نے کی ہے۔

(351) یہ اطلاع کہ یہ محافظ دستہ بھی لوٹ مار میں شامل ہو گیا نئی نہیں ہے۔ جیون لال نے بھی اس کا ذکر کیا ہے لیکن وہ ان کی تعداد 200 بتاتا ہے۔ (ص 194)

(352) یہ بیان بھی خود کو انگریزوں کی گرفت سے بچانے کی غرض سے فرضی ہے۔ اس کی کہیں سے تصدیق نہیں ہوتی بلکہ 7 اگست کو جبکہ جیون لال بارودخانہ اڑانے کا واقع لکھتا ہے تو وہ مبارک شاہ کوتوال کا حوالہ دے کر لکھتا ہے کہ وہ انقلابیوں کیلئے چندہ جمع کرنے میں مدد کر رہا تھا (ص 191)

(353) یعنی 7 اگست تا 10 اگست 1857ء۔ حکیم احسن اللہ 11 اگست 1857ء کو رہا ہوا (جیون لال ص 196)۔

(354) پٹیالہ کے حکمران کا چچا انگریزوں کا ہمدرد تھا۔

(355) یعنی مورخہ 12 اگست 1857ء کو

(356) یعنی میجر گال Major Gall کی فوج۔ میجر گال کمپنی کی فوج میں تھا۔ اس نے کالپی کی جانب انقلابیوں کا مقابلہ کیا تھا۔

(357) حیات محمد خان کا نام ہمارے لئے نیا ہے۔

(357-A) دیکھئے ظہیر ص 106۔

(358) جمعہ یعنی 14-اگست 1857ء اس واقعے کیلئے دیکھئے ظہیر ص 102-101

(359) چاندنی چوک دہلی کا مشہور علاقہ ہے۔ ماضی کی طرح آج بھی بہت بڑا بازار ہے۔

(360) قرآن شریف کی آیت کا حوالہ ہے۔

(361) اس سے ظاہر ہے کہ اس وقت یہ لوگ بھی موجود تھے۔

(362) دیکھئے جیون لال ص 193-191;225۔

(363) جیون لال ص 8-227۔

(364) یعنی وہ فوج جس نے مراد آباد میں بغاوت کی تھی۔

(365) دیکھئے اوپر ص 82۔

(366) اس بات کا یقین ہے کہ معدودے چند دیگر یورپینوں کی طرح سے یہ حوالدار بھی انقلابیوں کے ساتھ ہی رہا۔

(366-A) دیکھئے ظہیر ص 106۔

(367) انگریزوں نے پہلے خوب گولہ باری کر کے فصیل شہر کو نقصان پہنچایا۔ شہر کے اندر جاسوسی کا نظام قائم کر کے بارودخانہ وغیرہ اڑوایا اور انقلابیوں میں تفرقہ پیدا کیا اور یوں جب ان کو یقین ہو گیا کہ اب حملے کی صورت میں پسپائی نہیں ہوگی تب انہوں نے پیش قدمی کی۔

(368) گھڑی یعنی وقت۔

(369) تیلی واڑہ کے معرکے کیلئے دیکھئے ظہیر ص 7-106۔

(370) اس کا نام پتہ نہیں چل سکا۔

(371) ان حملوں کیلئے دیکھئے ظہیر ص 108-107۔

(372) یعنی لال قلعے کی جانب۔

(373) اس دستے کے کمانڈر کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

(374) بیگم سومرو کا محل یعنی جہاں پر وہ بارود خانہ تھا جو 7 اگست کو حکیم احسن اللہ خان نے اڑوا دیا تھا۔

(375) تفصیل کیلئے دیکھئے ظہیر ص 110-108

(376) یہ بیان زبانی ہے۔ دراصل اس ہنگامے میں جو سامنے آیا اس کو مار دیا گیا اور اس کی شناخت کرنے کی کوشش نہ کی گئی۔ کیونکہ حکم یہ تھا کہ کسی کو قید نہ دیا جائے بلکہ مار دیا جائے (کرسٹوفر ہبرٹ ص 302)

(377) دراصل حملے سے قبل ہی سید مبارک شاہ بخت خان کے کیمپ میں چلا گیا تھا۔

(378) دیکھئے اوپر ص 6-115۔

(379) یقیناً یہ وہ لوگ تھے جو فوجیوں کی لوٹ مار سے ناراض تھے۔ یہ لوگ تعداد میں بہت کم تھے کیونکہ اکثریت انگریزوں کے خلاف تھی اور انگریزوں کی مزاحمت پر تیار تھی جیسا کہ آگے آتا ہے۔

(380) اس کا مطلب یہ ہے کہ لال قلعے کے اندر بھی لڑائی ہوئی حالانکہ اس کا اور کہیں ذکر نہیں ملتا البتہ خطوط میں اس کا اشارہ ہے (ص 251)

(381) مولوی فیض احمد وہی ہیں جو آگرہ سے دہلی آئے تھے اور صدر الصدور فوجداری بنائے گئے تھے۔

(382) 17۔ ستمبر 1857ء کو

(382-A) دیکھیئے باغی ہندوستان ص 264۔

(383) حکیم کے یہ الفاظ ہمیں مبارک شاہ سے ہی سننے کو ملتے ہیں۔

(384) کیونکہ کسی قیادت کے بغیر مجمع کیلئے جنگ لڑنا مشکل تھا۔

(385) یعنی 18 ستمبر اور 19 ستمبر کی درمیانی رات کو۔

(386) عوام اور عام سپاہیوں سے یہ اطلاع یوں خفیہ رکھی گئی کہ ان کا حوصلہ پست نہ ہو۔

(387) یورپینوں نے بھی عورتوں کی عصمت دری کی۔

(388) یعنی 18 اور 19 ستمبر کی درمیانی رات

(389) اس سے ظاہر ہے کہ بہادر شاہ ظفر نے خود جنرل بخت خان سے امداد طلب کی تھی اور اس کا ارادہ بخت خان وغیرہ کے ہمراہ رہنے کا تھا۔

(390) سب سے پہلے بریلی کی فوج تیار ہوئی باقیوں نے اس کی اتباع کی۔

(391) یعنی نصیر آباد کی فوج بھی تیار ہوگئی۔

(392) دہلی میں شکست کے نفسیاتی سبب کی نشاندہی کی ہے۔

(393) فرخ آباد روہیلکھنڈ کے جنوب میں ہے بلکہ بنگش پٹھانوں کا مرکز ہونے کی وجہ سے روہیلکھنڈ میں ہی شامل ہوتا ہے۔ یہاں کے پٹھانوں نے بہت زبردست حصہ لیا تھا۔ جنرل بخت خان نے یہاں بھی ایک جنگ لڑی تھی۔

(394) یعنی یہ فوج کے ساتھ روانہ ہوئے اور بہادر شاہ کو ساتھ لینے کی غرض سے بخت خان کچھ لوگوں کے ساتھ ہمایوں کے مقبرے پر گیا۔ جبکہ باقی فوج نے کوچ جاری رکھا۔

(395) تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ بادشاہ کو روکنے والا حکیم احسن اللہ خان تھا لیکن مرزا الٰہی بخش اور مولوی رجب نے بھی اس ضمن میں اہم کردار ادا کیا تھا (ظہیر ص 116; حسن 85-84)

(396) فوج فرخ آباد کی جانب رواں رہی اور بلب گڑھ کے پاس بخت خان پھر فوج سے آن ملا۔

(397) علی گڑھ فوجی یوپی کا مشہور شہر ہے۔ یہاں بھی زبردست بغاوت ہوئی تھی۔ اس وقت علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی وجہ سے اس شہر کی بہت شہرت ہے۔

(398) مبارک شاہ کے یہ الفاظ انگریز خوف کے زیر اثر ہیں۔

(399) باغیوں کو بلا امتیاز مارا گیا اور کچھ کو قید کی سزا بھی دی گئی اور جائیدادیں ضبط کی گئیں۔ دوستوں

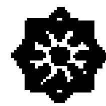
میں سے حکیم احسن اللہ، مرزا الٰہی بخش وغیرہ کو جائیدادیں اور وظیفے دیئے گئے۔

(400) مرزا الٰہی بخش بہادر شاہ ظفر کے متوفی بیٹے فتح الملک کا سسر تھا۔ فتح الملک وفات پانے سے قبل بہادر شاہ ظفر کا جانشین و وارث تصور کیا جاتا تھا۔

(401) ہڈسن صاحب کا پورا نام william Stephen Raikes Hodson ہے۔ 1821ء میں پیدا ہوا۔ 1858ء میں فوت ہوا۔ مغل شہزادوں کو قتل کرنے کی وجہ سے بہت شہرت حاصل کی۔ محکمہ جاسوسی کا سربراہ تھا۔

(402) مورخہ 22۔ ستمبر 1857ء کو۔

(403) ظہیر ص 117-116; حسن ص 85-84۔



ضمیمہ

سید مبارک شاہ نے دورانِ جنگ بہادر شاہ ظفر کو ایک عرضی ارسال کی تھی جس میں اس نے جنگ کے دوران شہر کے بدامنی پر تنقید کی تھی اور بادشاہ کو کسی بھی مشتبہ کے گھر کی تلاشی کیلئے ایک ضابطے کی تجویز دی تھی۔ یہ عرضی بہادر شاہ ظفر کے مقدمہ میں پیش کی گئی اور مقدمہ کی اشاعت کے انگریزی متن کا صفحہ 46 پر نقل ہے۔ وہاں سے میں نے اس کا ترجمہ کیا ہے جو آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ اس عرضی سے پتہ چلتا ہے کہ مبارک شاہ فرائض کی انجام دہی اور عوام کی تکالیف کا احساس کرنے میں کتنا سرگرم تھا۔ اس عرضی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا پورا نام سید مبارک شاہ خان تھا۔ عرضی کے آخر میں بہادر شاہ ظفر کے احکامات ہیں جو کہ اپنی جگہ پر نقل کر دیئے گئے ہیں۔



عرضی سید مبارک شاہ خان کوتوال شہر مورخہ 25- جولائی 1857ء

بنام

بادشاہ

جہاں پناہ

مودبانہ گزارش ہے کہ آج دوپہر یہ خبر ملی کہ پیادہ سپاہیوں کا ایک جمِ غفیر الوپی پرشاد کھتری اور روڑمل کھتری کے گھر پر اکٹھا ہوا اور ان کے گھر میں گُھس گیا تا کہ مشتبہ یورپیوں کو تلاش کیا جائے۔ میں نے فوراً اپنے نائب کو مقرر کیا کہ وہ بدمعاشوں کے ہاتھ کسی بھی زیادتی کو روکے اور ہنوز بے چین ہو کر ضرورت پڑنے پر اسے مزید کمک روانہ کی ہے۔ نائب واپس آ گیا اور اس نے خبر دی کہ فوج کے افسر نے اسے واپس کر دیا ہے اور اسے کہا ہے کہ وہ خود انتظام کرلے گا اور نائب کی وہاں موجودگی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ابھی ابھی خبر ملی ہے کہ وہاں تلاش پر کوئی مشتبہ مال یا یورپی نہیں ملا' تاہم مکان کے مالکان کو کچھ نقصان ضرور پہنچا ہے جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ سپاہی مکان کے دونوں مالکان کو اٹھا کر لے گئے ہیں اور ان کو قید کر لیا ہے۔ اس حوالے سے پہلے ہی طے پا چکا تھا کہ تلاشی کس طرح سے لی جانی چاہئے اور اس طرح کی کاروائیوں سے عوام کو تکلیف ہوتی ہے اور ان سے زیادتی ہوتی ہے۔ ان حالات میں اطلاع کنندگان کا نام معلوم ہونا بہت ضروری ہے' جو شخص گنہگار نہیں ہے اس کے ساتھ کوئی ظلم یا اس کی بے عزتی نہیں ہونی چاہئے' اور اگر یقین ہونے کے بعد تلاشی لی جائے تو یہ

• کام 4 یا 5 قابل اعتماد افراد و پولیس انتظامیہ کی موجودگی میں کریں۔ میں نے یہ عرضی حضور والا کی توجہ کیلئے ارسال کی ہے تا کہ اس معاملے کو حل کیا جائے۔ یہ بہت ضروری ہے اور اسی غرض سے پیش کی گئی ہے۔

(بادشاہ سے توجہ کی درخواست ہے)

عرضی

فدوی سید مبارک شاہ خان

کوتوال

مہر کوتوال

شاہی حکومت

شاہجہاں آباد

(پنسل سے بادشاہ کی تحریر) مرزا مغل فوراً فوج کے افسر کو طلب کریں اور ان غریب۔ بے گناہ لوگوں کو فوراً قید سے رہا کریں۔



کتابیات

[کتاب ھذا کے حواشی مرتب کرنے میں پوری کوشش کی گئی ہے کہ بنیادی و اصل مآخذات کا استعمال کیا جائے۔ اور ثانوی مآخذات پر کم انحصار کیا جائے۔ جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے ان کی تفصیل ذیل ہے]

بنیادی مآخذ:

(1)(The Narrative of Syed Mubarik Shah, Eng:Trans.by R.M.Edwards,1859 ed.,by Micheal Edwards,1973, Included in Red Year by Micheal Edwards, London,Hamish Hamitton.

(2) جنگ آزادی 1857ء کے دو خفیہ روزنامچے از معین الدین حسن خان اور جیون لال/اردو ترجمہ ضیاء الدین برنی (1857و1878) طبع اول 1925ء طبع دیگر 1999 'تخلیقات' لاہور۔

(3) غداروں کے خطوط' ترتیب و تحقیق و ترجمہ سلیم قریشی' 1999ء' نگارشات' لاہور۔

(4) داستان غدر از سید ظہیر الدین دہلوی' 1872ء' طبع 2002ء کی دار الکتب' لاہور۔

(5) باغی ہندوستان از مولانا فضل حق خیر آبادی مترجمہ عبدالشاہد خان شیروانی 'سن تصنیف نامعلوم' سن اشاعت اول 1945ء' اشاعت دیگر 1997ء' المتاز پبلی کیشنز' لاہور۔

(6) اٹھارہ سو ستاون: اخبار اور دستاویزیں' مرتبہ عتیق صدیقی' 1966ء' مکتبہ شاہراہ' دہلی۔

(7) The Trail of Bahadur Shah,ed:by K.C.Yadav,1858, Published,1980.Accademic Press,Gurgaon.

(8) مقدمہ بہادر شاہ ظفر' اردو ترجمہ خواجہ حسن نظامی' طبع اول 1920ء' ری پرنٹ 1990ء' الفیصل لاہور۔

(9) سن ستاون سے پہلے کا ہندوستان' بہار کے اخبار بہار کی روشنی میں' تقدیم قاضی عبدالودود' خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری' پٹنہ۔

(10) 1857ء کا تاریخی روزنامچہ از عبداللطیف مرتبہ خلیق احمد نظامی 1859ء؛ طبع 1971ء؛ ندوۃ المصنفین، دہلی۔

(11) The First Indian War of Independence,1857-1859, Karl Mar,Frederick Engels,First published 1959,fifte printing 1978,Mascow,Progress Publishers.

(12) Record of the Intelligence Department of the Government of the North-West provinces of India During the Mutiny of 1857......,Preserved and arranged by Sir Willian Muir,2 vols,1902,Edinburgh,T&T Clark.

(13) Two Native Narratines of the Mutiny in Delhi (by Moinuddin Hassan & Jiwan Lal),Translated from originals by C.T Metealfe,First Edition London,1889,First Pakistani Edition1975,Al-Biruni, Lahore

(14) تاریخ بغاوت ہند 1857ء سے بہ محاربہ عظیم، مترجمہ و مرتبہ پنڈت کنھیا لال، مطبع 1914ء، لکھنؤ نول کشور

(15) کنز التاریخ از رضی الدین بسمل، 1907ء نظامی پریس، بدایوں

(16) The Impescal Gazetterr of India, vol xxvi,Altas,1909,Oxford,Clasendon Press.

(17) An English woman in India,The Memoiss/(1828-1858)by Harriet Tytler,1986,Oxford,Oxford University Press.

(18) The History of Indian Mutixy by Sir John Kaye First published 1888,first Pakistani repsiut 1976, Lahore, Sh:Mubarik Ali.

ثانوی مآخذ:

(1) A History of the Indian Mutiny by T.Rice Holmes,1904,London, Macmillon &Co.

(2) The Great Revolution of 1857 by Syed Moin-ul-Haq,1986,Karachi, Pakistan Historical Society.

(3) Bahadur Shah ii and the War of 1857 in Delhi by Mahdi Husain, 1958, Delhi, Atma Ram and Sons.

(4) The Great Mutiny, India 1857,Christopher Hibbert 1978, reprinted 1988, London,Penguin Books.

(5) Red Year by Micheal Edwards,1973,London,Hamish Hamitton.

(6) اٹھارہ سو ستاون کے مجاہد از غلام رسول مہر' 1957ء' شیخ غلام علی اینڈ سنز' لاہور۔

(7) اٹھارہ سو ستاون از خورشید مصطفیٰ رضوی' 2000ء' ایڈیشن پنجم' رضا لائبریری' رام پور

(8) اخبار الصنادید از نجم الغنی خان رام پوری' 1918ء' لکھنؤ' نول کشور

(9) سخنوران شاہجہانپور از مبارک شمیم' 1995' دہلی' تخلیق کار' پبلشرز۔

(10) تذکرہ علمائے ہند از مولوی رحمان علی مرتبہ و مترجمہ محمد ایوب قادری' 1961ء' پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی' کراچی'

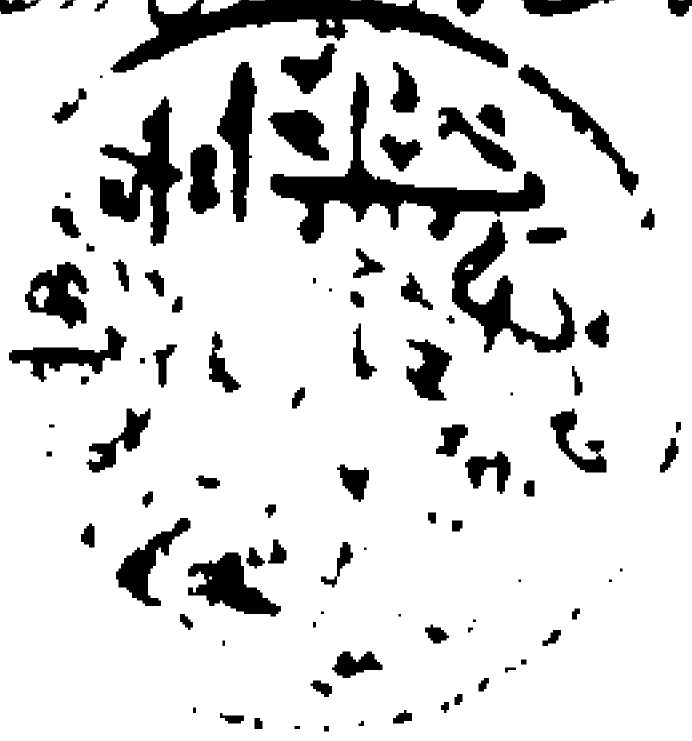
(11) The Mutiny Outbreak at Meerut in 1857 by J.A.B. Palmer,1966,Cambridge, University Press.

(12) تاریخ بڑیچ از سعود الحسن خان روہیلہ' 2006ء غزنوی کتب خانہ' کوئٹہ۔

(13) پنجاب گزیٹیئر آف دہلی ڈسٹرکٹ' 1912' پنجاب پرنٹنگ پریس' لاہور۔



۴۔ لال بارہ دری لکھنو میں شہزادہ برجیس قدر کا تخت شاہی پر جلوس اودھ کے راجگان اور تعلقہ داران بھی حاضر دربار ہیں۔



DSH

TB

15°

10°

Belgaum

Dharwar

Madras

Kaveri

Miles

0 100 400

75°

85°

90°

ہماری دیگر کتابیں

تاریخ جنگ آزادی ہند1857ء	سید خورشید مصطفےٰ رضوی
ایران امریکہ تصادم	علی ایم انصاری/مترجم محمد احسن بٹ
حیوگوشاویز	محمد احسن بٹ
سیاسی لیڈروں کا قتل (اضافہ شدہ ایڈیشن)	مرتضیٰ انجم
عظیم انقلابی راہنماء	مرتضیٰ انجم
کمپنی کی حکومت	[illegible]
برطانوی سامراج نے ہمیں کیسے لوٹا	[illegible]
تاریخ جہانگیر	[illegible]
محمد ظہیر الدین بابر	[illegible]
تاریخ فرعون	[illegible]
دنیا کے مشہور سیاسی مقدمے	[illegible]
افغانستان پر امریکہ کا قبضہ	[illegible]
انقلاب فرانس	[illegible]
البیرونی کا ہندوستان	[illegible]
قیدی سامراج کے	شناءاللہ سعد

یو پبلشرز

5-یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

فون:042-7241778-0333-4394686